تفسیر ابن کثیر اردو

جس پر علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ اس کے بعد کی تمام تفاسیر قرآن اس سے ماخوذ ہیں

مُصنّفہ
علامہ ابنِ کثیر رح

ترجمہ قرآن پاک
حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ

حواشی و اضافات
مولانا انظر شاہ کشمیری مدرّس دار العلوم دیوبند
ابن حضرت مولانا علامہ سیّد محمد انور شاہ صاحب کشمیری رح سابق محدث دار العلوم دیوبند

پارہ ۱۶ — جز ۱۷

ناشر
مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یو۔پی)

مکتبہ فیض القرآن دیوبند

آپ کی علمی، عصری اور اسلامی ضرورتوں کو پورا کرنے والا، اور
صحیح قرآنِ کریم و پارہ ہائے قرآن مجید، مستند و مفید تفاسیر، اور
اسلامی کتب کو فراہم و شائع کرنے والا اپنی نوعیت کا
واحد مرکز ہے

اس کی کامیابی و کامرانی کا راز آپ کی مخلصانہ خدمات میں پوشیدہ ہے

ناظم کتب خانہ

طبع اول: .... دو ہزار
مطبوعہ: .... آزاد پرنٹنگ پریس دیوبند
ہدیہ: .... پانچ روپیہ -/5

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ

اور ان بزرگ نے فرمایا کہ کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ سے میرے ساتھ صبر نہ ہو سکے گا۔ موسیٰ نے فرمایا کہ خیر اب کی اور جانے ﴿۷۶﴾

سَاَلْتُكَ عَنْ شَیْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِیْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا

دیجئے اگر اس مرتبہ کے بعد آپ سے کسی امر کے متعلق کچھ پوچھوں تو آپ مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھئے بیشک آپ میری طرف سے عذر (کی انتہا) کو پہنچ چکے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کا مکرر وعدہ

حضرت خضر نے اس مرتبہ اور زیادہ تاکید سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہلی کی ہوئی شرط کے خلاف کرنے پر تنبیہ فرمائی۔ اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس بار ادبی راہ اختیار کی اور فرمانے لگے اچھا اب کی دفعہ اور جانے دو اب اگر میں آپ پر اعتراض کروں تو بیشک آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رہنے دینا یقیناً آپ بار بار مجھے متنبہ فرما چکے ہیں اور اپنی طرف سے آپ نے کوئی کمی نہیں کی اب اگر قصور کروں تو سزا پاؤں۔ ابن جریر میں ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ جب کوئی یاد آ جاتا اور اس کے لئے آپ دعا کرتے تو پہلے اپنے لئے کرتے ایک روز فرمانے لگے ہم پر اللہ کی رحمت ہو اور موسیٰ پر کاش کہ وہ اپنے ساتھی کے ساتھ اور بھی ٹھہرتے اور صبر کرتے تو اور بھی بہت سی حیرت انگیز باتیں معلوم ہوتیں۔ لیکن انہوں نے تو یہ کہہ کر بات مختصر کر دی کہ اگر اب دریافت کروں تو مجھکو اپنی رفاقت سے علیحدہ کر دیجئے میں اب زیادہ تکلیف میں آپکو ڈالنا نہیں چاہتا۔

فَانْطَلَقَا ٝ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَیَاۤ اَهْلَ قَرْیَةِ ِۨ اسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا

پھر دونوں (آگے) چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں پر گذر ہوا تو وہاں والوں سے کھانے کو مانگا (کہ ہم مہمان ہیں) سو انہوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کر دیا اتنے میں ان کو

فَوَجَدَا فِیْهَا جِدَارًا یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ

وہاں ایک دیوار ملی جو گرا ہی چاہتی تھی تو ان بزرگ نے اسکو (ہاتھ کے اشارہ سے) سیدھا کر دیا موسیٰ نے

عَلَیْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِیْلِ مَا لَمْ

فرمایا کہ اگر آپ چاہتے تو اس (کام) پر کچھ اجرت ہی لے لیتے ان بزرگ نے کہا کہ یہ وقت ہماری اور آپ کی علیحدگی کا ہے (جیسا کہ خود آپ نے شرط کی تھی) (اب) ان چیزوں کی حقیقت

تَسْتَطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾

بتلائے دیتا ہوں جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔

سفر کی ایک اور منزل

دو دفعہ کے اس واقعہ کے بعد پھر دونوں صاحب مل کر چلے ایک بستی میں پہنچے نقل ہے کہ وہ بستی ایکہ تھی یہاں لوگ بڑے ہی بخیل تھے، انتہا یہ کہ دو بھوکے مسافروں کے طلب کرنے پر اُنہوں نے روٹی کھلانے سے بھی صاف انکار کر دیا وہاں دیکھتے ہیں کہ ایک دیوار گرنا ہی چاہتی ہے جگہ جگہ چھوٹ چکی ہے جھک پڑی ہے دیوار کی طرف ارادے کی اسناد بطور استعارے کے ہے۔ اُسے دیکھتے ہی یہ کمر کس کر لگ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اُسے مضبوط کر دیا اور بالکل درست کر دیا پہلے حدیث بیان ہو چکی ہے کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اُسے لوٹا دیا۔ خم ٹھیک ہو گیا اور دیوار درست بن گئی اُس وقت پھر کلیم خدا علیہ السلام بول اُٹھے کہ سبحان اللہ ان لوگوں نے تو ہمیں کھانے تک کو نہ پوچھا بلکہ مانگنے پر بھی دینے کیلئے تیار نہ ہوئے اب جو تم نے ان کی یہ مزدوری کر دی اس پر کچھ اُجرت کیوں نہ لی؟ تو بالکل ہمارا حق تھا۔ اُسوقت وہ بندۂ خدا بول اُٹھے کہ لو صاحب اب مجھ میں اور آپ میں حسبِ اقرار جدائی ہو گئی۔ کیونکہ بچے کے قتل پر آپ نے سوال کیا تھا اُس وقت جب میں نے آپ کو اس غلطی پر متنبہ کیا تھا تو آپ نے خود ہی کہا تھا کہ اب اگر کسی بات کو پوچھوں تو مجھے اپنے سے الگ کر دینا اب سنو جن باتوں پر آپ نے تعجب سے سوال کیا اور تحمل نہ سکے اُن کی حکمت آپ پر ظاہر کئے دیتا ہوں۔

أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ فَأَرَدْتُّ أَنْ أَعِيبَهَا وَ

وہ جو کشتی تھی سو چند آدمیوں کی تھی جو (اس کے ذریعے سے) دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے سو میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں اور ان کے پیچھے

كَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾

کہ ان لوگوں سے آگے کی طرف ایک ظالم بادشاہ تھا جو ہر (اچھی) کشتی کو زبردستی پکڑ رہا تھا۔

پردہ اُٹھنے کے بعد

بات یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے ان باتوں کے انجام سے حضرت خضر کو مطلع کر دیا تھا اور انہیں جو حکم ملا تھا وہ اُنہوں نے کیا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اُس راز کا علم نہ تھا اس لئے یہ ظاہر اُسے خلاف سمجھ کر اُس پر انکار کرتے تھے لہذا حضرت خضر نے اب اصل معاملہ سمجھا دیا۔ فرمایا کہ کشتی کو عیب دار کرنے میں تو یہ مصلحت تھی کہ اگر یہ سالم ہوتی تو آگے چل کر ایک ظالم بادشاہ تھا جو ہر اچھی کشتی کو ظلماً چھین لیتا تھا۔ جب اسے وہ ٹوٹی پھوٹی دیکھے گا تو وہ چھوڑ دے گا اگر یہ ٹھیک ٹھاک اور ثابت ہوتی تو ساری کشتی ہی ان مسکینوں کے ہاتھ سے چھن جاتی اور اُن کی روزی کمانے کا یہی ایک ذریعہ تھا جو بالکل جاتا رہتا۔ نقل ہے کہ اس کشتی کے مالک چند یتیم بچے تھے۔ ابن جریج کہتے ہیں اس بادشاہ کا نام ھدد بن بدد تھا۔ بخاری شریف کے حوالے سے یہ روایت پہلے گذر چکی ہے تورات میں ہے کہ یہ عیص بن اسحاق کی نسل سے تھا توراۃ میں جن بادشاہوں کا صریح ذکر ہے ان میں ایک یہ بھی ہے واللہ اعلم۔

ےک بہت ممکن ہے کہ خضر علیہ السلام نے گارے، مٹی اور چونے وغیرہ سے کام لیکر دیوار درست کی ہو اور موسیٰ علیہ السلام کا یہ مطالبہ کہ اجرت کا تقاضہ کرو اس احتمال کی تائید کرتا ہے کیونکہ اگر خرقِ عادت کے طور پر درست کرتے تو بظاہر کوئی محنت نہ ہوتی اور نہ بستی والے اجرت ہی دینے کے لئے تیار ہوتے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کرامت کے طور پر بغیر اسباب ظاہری کے ٹھیک کر دیا ہو لیکن اس فقیر کے خیال میں پہلی توجیہ زیادہ قوی ہے۔

سے یقیناً اگر خدا تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اس ایک زیادہ واقف کار کی شخصیت ثابت نہ کرنا چاہتا تو قیامت تک بھی خضر ان امور کی حکم اور مصالح پر سے پردہ نہ اٹھاتے کیونکہ یہ امور ہیں ہی ایسے کہ ان پر سے پردہ نہیں اٹھایا جاتا گویا کہ موسیٰ علیہ السلام کو جس مقصد کے لئے یہ سفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا اس مقصد کی تکمیل کے لئے خضر کی یہ تفصیل نہایت ضروری تھی۔

وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِينَا أَنْ يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا

اور رہا وہ لڑکا سو اس کے ماں باپ ایماندار تھے سو ہمکو اندیشہ (یعنی تحقیق) ہوا کہ ان دونوں پر سرکشی اور کفر کا اثر (٨١)

وَكُفْرًا ﴿٨٠﴾ فَأَرَدْنَا أَنْ يُبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِنْهُ زَكَاةً وَأَقْرَبَ رُحْمًا

ڈالدے۔ پس ہم کو یہ منظور ہوا کہ بجائے اسکے انکا پروردگار انکو ایسی اولاد دے جو پاکیزگی (یعنی دین) میں اس سے بہتر ہو

مقتول لڑکے کا راز

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس نوجوان کا نام جیسور تھا حدیث میں ہے کہ اس کی جبلت میں ہی کفر تھا حضرت خضر فرماتے ہیں کہ بہت ممکن تھا کہ اس بچے کی محبت اس کے ماں باپ کو بھی کفر کی طرف مائل کر دے۔ قتادہ فرماتے ہیں۔ اس کی پیدائش سے اس کے ماں باپ بہت خوش ہوئے تھے اور اس کی ہلاکت سے وہ بہت غمگین ہوئے حالانکہ اس کی زندگی ان کے لئے ہلاکت تھی پس انسان کو چاہیے کہ خدا کے فیصلہ پر راضی رہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ انجام کو جانتا ہے اور ہم اس سے غافل ہیں۔ مومن جو کام اپنے لئے پسند کرتا ہے اس کی اپنی پسند سے وہ اچھا ہے جو خدا اس کے لئے پسند کرتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ مومن کے لئے جو خدا کے فیصلے ہوتے ہیں وہ سراسر بہتری اور عمدگی والے ہوتے ہیں قرآن کریم میں ہے وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ یعنی بہت ممکن ہے کہ ایک کام تم اپنے لئے برا اور ضرر والا سمجھتے ہو اور وہی دراصل تمہارے لئے بھلا اور مفید ہو۔ حضرت خضر فرماتے ہیں کہ ہم نے چاہا کہ خدا انہیں ایسا بچہ دے جو بہت پرہیزگار ہو اور جس پر ماں باپ کو زیادہ پیار ہو۔ یا یہ کہ جو ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس لڑکے کے بدلے خدا نے ان کے ہاں ایک لڑکی دی۔ نقل ہے کہ اس بچے کے قتل کے وقت اس کی والدہ کے حمل میں ایک مسلمان لڑکا تھا اور وہ حاملہ تھیں۔

وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا وَ

اور رہی دیوار سو وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اس شہر میں رہتے ہیں اور اس دیوار کے نیچے ان کا کچھ مال مدفون تھا جو ان کے

كَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا

باپ سے میراث میں پہنچا تھا اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا سو آپ کے رب نے اپنی مہربانی سے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کی عمر کو پہنچ جاویں اور اپنا دفینہ نکال لیں اور

رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي ۚ ذَٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ

اور یہ سارے کام میں نے بالہام الٰہی کئے ہیں ان میں سے کوئی کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیا یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر آپ سے صبر

عَلَيْهِ صَبْرًا ﴿٨٢﴾

نہ ہو سکا

گرتی ہوئی دیوار

اس آیت سے ثابت ہوا کہ بڑے شہر پر بھی قریہ کا اطلاق ہو سکتا ہے کیونکہ پہلے حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةٍ فرمایا تھا اور یہاں فِي الْمَدِيْنَةِ فرمایا اسی طرح مکہ شریف کو بھی قریہ کہا گیا ہے۔ فرمان ہے وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ اور آیت میں ہے مکہ اور طائف دونوں شہر کو قریہ فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰي رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ اس آیت میں بیان ہو رہا ہے کہ اس دیوار کو درست کر دینے میں مصلحت خداوندی یہ تھی کہ یہ شہر کے دو یتیموں کی تھی۔ اس کے نیچے ان کا مال دفن تھا ٹھیک تفسیر تو یہی ہے گو یہ بھی نقل ہے کہ وہ علمی خزانہ تھا۔ بلکہ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ جس خزانے کا ذکر کتاب اللہ میں ہے یہ خالص سونے کی تختیاں تھیں جن پر لکھا ہوا تھا کہ تعجب ہے اس شخص پر جو تقدیر کا قائل ہوتے ہوئے اپنی جان کو محنت و مشقت میں ڈال رہا ہے اور رنج و غم برداشت کر رہا ہے تعجب ہے کہ جہنم کے عذاب کا ماننے والا ہے پھر بھی ہنسی کھیل میں مشغول ہے۔ تعجب ہے کہ موت کا یقین رکھتے ہوئے غفلت میں پڑا ہوا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہ عبارت ان تختیوں

لکھی ہوئی تھی لیکن اس میں ایک راوی بشیر بن منذر ہیں کہا گیا ہے کہ یہ مصیصہ کے قاضی تھے ان کی حدیث میں وہم ہے۔ سلف سے بھی اس
سلسلہ میں بعض آثار منقول ہیں۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں یہ سونے کی تختی تھی جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد قریب قریب مندرجہ بالا
نصیحتیں اور آخر میں کلمہ طیبہ تھا۔ عمر مولیٰ غفرہ سے بھی تقریباً یہی نقل ہے۔ امام جعفر بن محمدؒ فرماتے ہیں اس میں ڈھائی سطریں تھیں پوری تین نہ
تھیں[1] الخ مذکور ہے کہ یہ دونوں یتیم اپنے ساتویں دادا کی نیکیوں کی وجہ سے محفوظ رکھے گئے تھے جن بزرگوں نے یہ تفسیر کی ہے وہ بھی پہلی تفسیر
کے خلاف نہیں کیونکہ اس میں بھی ہے کہ یہ علمی باتیں سونے کی تختی پر لکھی ہوئی تھیں اور ظاہر ہے کہ سونے کی تختی خود مال ہے اور بہت بڑی رقم
کی چیز ہے۔ واللہ اعلم۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی نیکیوں کی وجہ سے اس کے بال بچے بھی دنیا اور آخرت میں خدا کی مہربانی
حاصل کر لیتے ہیں جیسے قرآن حدیث میں صراحتاً مذکور ہے دیکھئے آیت میں ان کی صلاحیت کوئی بیان نہیں ہوئی ہاں ان کے والد کی نیک بختی اور
نیک عملی بیان ہوئی ہے اور پہلے گزر چکا کہ یہ باپ جس کی نیکی کی وجہ سے ان کی حفاظت ہوئی یہ ان بچوں کا ساتواں دادا تھا۔ واللہ اعلم۔ آیت میں ہے
تیرے رب نے چاہا یہ اسناد خدا کی طرف اس لئے کی گئی ہے کہ جوانی پر پہنچانے پر بجز اس کے اور کوئی قادر نہیں۔ دیکھئے بچے کے بارے میں اور کشتی
کے بارے میں ارادے کی نسبت اپنی طرف کی گئی فَاَرَدْنَا اور فَاَرَدْتُّ کے لفظ ہیں۔ واللہ اعلم۔ پھر فرماتے ہیں کہ دراصل یہ تینوں باتیں جنھیں
تم نے خطرناک سمجھا سراسر رحمت تھیں۔ کشتی والوں کو گو قدرے نقصان ہوا لیکن اس سے پوری کشتی بچ گئی۔ بچے کے مرنے کی وجہ سے گو ماں باپ
کو رنج ہوا لیکن ہمیشہ کے رنج اور عذاب خدا سے بچ گئے اور پھر نیک بدلہ ہاتھوں ہاتھ مل گیا۔ اور یہاں اس نیک شخص کی اولاد کا بھلا ہوا۔ یہ کام میں نے
اپنی خوشی سے نہیں کئے بلکہ احکام خدا بجا لایا[2]۔ اس سے بعض لوگوں نے حضرت خضر کی نبوت پر استدلال کیا ہے اور پوری بحث پہلے گزر چکی ہے اور لوگ
کہتے ہیں یہ رسول تھے۔ ایک قول ہے یہ فرشتے تھے لیکن اکثر بزرگوں کی رائے ہے کہ یہ ایک ولی اللہ تھے۔ امام ابن قتیبہ نے معارف میں لکھا ہے
کہ ان کا نام بلیا بن ملکان بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام تھا۔ ان کی کنیت ابوالعباس ہے لقب خضر ہے۔ امام
نوویؒ نے تہذیب الاسماء میں لکھا ہے کہ یہ شاہزادے تھے۔ یہ اور ابن صلاح تو قائل ہیں کہ وہ اب تک زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے گو
بعض حدیثوں میں بھی یہ ذکر آیا ہے لیکن ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں سب سے زیادہ مشہور حدیث اس بارے وہ ہے جس میں ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی تعزیت کے لیے آپ تشریف لائے تھے۔ لیکن اس کی سند بھی ضعیف ہے اکثر محدثین وغیرہ اس کے خلاف ہیں چنانچہ
حیات خضر کے قائل نہیں۔ ان کی ایک دلیل آیت قرآنی وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ یعنی تجھ سے پہلے بھی ہم نے کسی کو ہمیشگی کی زندگی
نہیں دی۔ اور ایک دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوۂ بدر میں یہ فرمانا ہے کہ الٰہی اگر میری یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو زمین میں تیری عبادت
پھر نہ کی جائے گی۔ ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر حضرت خضرؑ زندہ ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتے اور اسلام
قبول کرتے اور آپ کے صحابہؓ میں ملتے کیونکہ حضورؐ تمام جن وانس کی طرف خدا کے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے آپ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر موسیٰ
اور عیسیٰؑ زندہ (زمین پر) ہوتے تو انھیں بھی بجز میری تابعداری کے چارہ نہ تھا۔ آپ اپنی وفات سے کچھ دن پہلے فرماتے ہیں کہ آج جو زمین پر ہیں ان
میں سے ایک بھی آج سے لیکر سو سال پر باقی نہیں رہے گا۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے دلائل ہیں[3]۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت خضر کو خضر اسلئے

---

[1] یہ سب قیاسی باتیں ہیں اور قرآن فہمی کے لئے ان میں سے کوئی بھی ضروری نہیں ہے [2] ان تمام تفصیل سے ایک خاص نکتہ جو حاصل ہوتا ہے اس سے غفلت
نہ کیجئے وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کا کوئی فعل بھی حکمت سے تو یقیناً خالی نہیں ہے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ ہر ایک اقدام میں انسانوں کے فائدے ہیں نقصان نہیں۔ ہاں بظاہر ہم کبھی
اپنی ناقص عقل سے کسی کام کے غلط ہونے اور نقصان رساں ہونے کا حکم کر دیتے ہیں حالانکہ اس میں بھی ہماری مصلحتیں ملحوظ ہوتی ہیں۔ ایک کافر لڑکے کا قتل
جس سے آئندہ چل کر ماں باپ کو شدید تکلیف پہونچنے والی تھی بظاہر ظلم لیکن بلحاظ ماں باپ کیلئے رحمت تھا اور اسی طرح کشتی کو معمولی نقصان ظاہر میں نقصان
لیکن درحقیقت اسی کشتی والے کے مال کا تحفظ تھا تو ہمیشہ کیلئے یقین رکھئے کہ خدا تعالیٰ کا کوئی فعل نہ مصلحت سے خالی اور نہ انسانوں کے نفع سے
تہی دامن ہے [3] خضر علیہ السلام کی حیات کا مسئلہ اختلافی ہے ابن کثیر نے جو سرسری دلائل پیش کئے ہیں ان سے خضر کی موت ثابت نہیں ہوتی
کیونکہ حیات خضر کے قائلین نے ان دلائل کے کافی اور معتبر جوابات دیے ہیں۔

کہا گیا کہ وہ سفید رنگ سوکھی گھاس پر بیٹھ گئے تھے یہاں تک کہ اس کے نیچے سے سبزہ اگ آیا۔ اور ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ آپ خشک زمین پر بیٹھ گئے تھے اور پھر وہ لہلہانے لگی۔ الغرض حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰؑ کے سامنے جب یہ گتھی سلجھا دی اور ان کاموں کی اصل حکمت بیان کر دی تو فرمایا کہ یہ تھے وہ راز جن کے آشکارا کرنے کے لئے آپ جلدی کر رہے تھے۔ چونکہ پہلے شوق و مشقت زیادہ تھی اس لئے لفظ لَمْ تَسْتَطِعْ کہا اور اب یہ بیان کر دینے کے بعد وہ بات نہ رہی اس لئے لفظ لَمْ تَسْطِعْ کہا یہی صفت آیت فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا میں ہے یعنی یاجوج ماجوج نہ اس دیوار پر چڑھ سکے اور اس میں کوئی سوراخ کر سکے پس چڑھنے میں تکلیف بہ نسبت سوراخ کرنے کے کم ہے اس لئے ثقیل کا مقابلہ ثقیل سے اور خفیفہ کا مقابلہ خفیف سے کیا گیا اور لفظی اور معنوی مناسبت قائم کر دی واللہ اعلم۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کا ذکر ابتدا قصہ میں تو تھا لیکن پھر نہیں اس لئے کہ مقصود صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر کا واقعہ بیان کرنا تھا حدیثوں میں ہے کہ آپ کے یہ ساتھی حضرت یوشع بن نون تھے۔ یہی حضرت موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کے والی بنائے گئے تھے ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے آب حیات پی لیا تھا اس لئے انھیں ایک کشتی میں بٹھا کر بیچ سمندر کے چھوڑ دیا۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۝۸۳ۭ اِنَّا مَكَّنَّا

ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں — آپ فرما دیجئے کہ میں اس کا ذکر ابھی تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں۔ — ہم نے ان کو روئے زمین

لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۝۸۴ۙ

پر حکومت دی تھی — اور ہم نے انکو ہر قسم کا سامان (کافی) دیا تھا

ذوالقرنین

پہلے گزر چکا کہ کفار مکہ نے اہل کتاب سے کہلوایا تھا کہ ہمیں کچھ ایسی باتیں بتلاؤ جو ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دریافت کریں اور ان کے جواب آپ سے نہ بن پڑیں تو انہوں نے سکھایا تھا کہ ایک تو ان سے اس شخص کا واقعہ پوچھو جس نے روئے زمین کی سیاحت کی تھی۔ دوسرا سوال ان سے ان نوجوانوں کی نسبت کرو جو بالکل لاپتہ ہو گئے ہیں اور تیسرا سوال ان سے روح کی بابت کرو۔ ان کے ان سوالوں کے جواب میں یہ سورت یعنی سورۂ کہف نازل ہوئی۔ یہ بھی روایت ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذوالقرنین[۱] کا قصہ دریافت کرنے

[۱] ذوالقرنین کی شخصیت متعین کرنے کے لئے ابن کثیر نے جو کچھ اقوال ذکر کئے ہیں کیونکہ ان سے ذوالقرنین کی شخصیت متعین نہیں ہوتی اس لئے ہم اس موقع پر ایک مختصر تفصیل ناظرین کے سامنے رکھتے ہیں جس سے ان کو معلوم ہو سکے گا کہ یہ ذوالقرنین کون ہے۔

سب سے پہلے تو اس سلسلے میں یہ خاص طور پر ملحوظ رکھئے کہ ذوالقرنین کے بارے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال اگرچہ قریش نے کیا تھا لیکن صحیح روایات سے ثابت ہے کہ یہ سوال انہوں نے خود نہیں بلکہ یہودیوں کے ایماء پر کیا تھا اور تورات میں کیونکہ ایک موقع پر ذوالقرنین کا ذکر آیا ہے اس لئے قرآن مجید نے انھیں کی کتاب کے مطابق اس لفظ کو دہرا دیا جیسا کہ آیت کے ظاہر سے بھی یہی ظاہر ہے یعنی

یسئلونك عن ذی القرنین پر غور کرنے سے یہ امر صاف ہو جاتا ہے ——

لیکن بعض مفسرین کو بڑا سخت دھوکہ ہوا اور انہوں نے سکندر مقدونی ہی کو ذوالقرنین قرار دیا حالانکہ اس سے زیادہ واہی اور غلط بات کوئی ہو سکتی نہیں کیونکہ سب جانتے ہیں کہ سکندر مقدونی، کافر، جابر و قاہر اور نہایت ظالم بادشاہ تھا جبکہ ذوالقرنین کے بارے میں قرآن کی تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایک نہایت متقی، پاکباز اور مومن انسان تھا اس لئے سکندر مقدونی کو ذوالقرنین کہنا ظلم ہے۔ اسی ظلم کی ابتداء محمد بن اسحاق نے کی ہے اسی نے سب سے پہلے سکندر مقدونی کو ذوالقرنین قرار دیا اور کیونکہ ان کی تصنیف مقبول اور رائج تھی اس لئے ان کا یہ مغالطہ عام اور شائع و ذائع ہو گیا بادشاہ سکندر مقدونی کو ذوالقرنین قرار دینے کی وجہ یہ ہوئی کہ عرب میں جس بادشاہ کے حدود سلطنت وسیع تر ہوتے اسکو بالعموم ذوالقرنین کہہ دیا جاتا چنانچہ یمن کے بعض تبابعہ کو بھی ان کی سلطنت کے وسیع ہونے کی بناء پر عرب ذوالقرنین کہتے چلے آئے ہیں امرؤالقیس مشہور شاعر نے حمیر کے بعض بادشاہوں کو اپنے اشعار میں ذوالقرنین کہا ہے اسی طرح اہل عرب، ایران کے بعض بادشاہوں مثلاً کیقباد اور فریدوں کو بھی (بقیہ صفحہ ۱۰ پر پڑھیے)

کو آئی تھی۔ تو آپ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا کہ تم اس لئے آئے ہو۔ پھر آپ نے وہ واقعہ بیان فرمایا اس میں ہے کہ وہ ایک رومی نوجوان تھا اسی نے اسکندریہ بنایا۔ اسے ایک فرشتہ آسمان تک چڑھا لے گیا تھا اور دیوار تک لے گیا تھا۔ اس نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے منہ کتوں جیسے تھے وغیرہ۔ لیکن اس میں بہت طول ہے اور نکارت ہے اور ضعف ہے اس کا مرفوع ہونا ثابت نہیں۔ دراصل یہ بنی اسرائیل کی روایات ہیں۔ تعجب ہے کہ امام ابو زرعہ رازی جیسے علامۂ زماں نے اسے اپنی کتاب دلائل نبوت میں ذکر کیا ہے فی الواقع یہ بیان ان جیسے بزرگ سے تو تعجب خیز ہی ہے اس میں جو ہے کہ یہ رومی تھا یہ بھی ٹھیک نہیں اسکندر ثانی رومی تھا وہ فیلبس مقدونی کا لڑکا ہے جس سے روم کی تاریخ شروع ہوتی ہے اور سکندر اول تو بقول ازرقی وغیرہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں تھا۔ اس نے آپ کے ساتھ بیت اللہ شریف کی بنا کے بعد طواف بیت اللہ کیا ہے آپ پر ایمان لایا تھا آپ کا تابعدار رہا تھا انہی کے وزیر حضرت خضر علیہ السلام تھے اور سکندر ثانی کا وزیر ارسطاطالیس مشہور فیلسوفی تھا واللہ اعلم۔ اسی نے مملکتِ روم کی تاریخ لکھی یہ حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً تین سو سال پہلے تھا اور سکندر اول جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کے زمانے میں تھا جیسے کہ ازرقی وغیرہ نے ذکر کیا ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ بنایا تو اس نے آپ کے ساتھ طواف کیا تھا اور خدا کے نام بہت سی قربانیاں کی تھیں۔ ہم نے بفضلہ ان کے بہت سے واقعات اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں ذکر کر دئے ہیں۔ وہب کہتے ہیں یہ بادشاہ تھے چونکہ ان کے سر کے دونوں طرف تانبا رہتا تھا اس لئے انہیں ذوالقرنین کہا گیا یہ بھی وجہ بتلائی گئی ہے کہ یہ روم اور فارس دونوں کا بادشاہ تھا۔ بعض کا قول ہے کہ فی الواقع اس کے سر کے دونوں طرف کچھ سینگ سے تھے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں اس نام کی وجہ یہ ہے کہ یہ خدا کے نیک بندے تھے اپنی قوم کو خدا کی طرف بلایا یہ لوگ مخالف ہو گئے اور ان کے سر کے ایک جانب اس قدر مارا کہ یہ شہید ہو گئے اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کر دیا قوم نے پھر سر کے دوسری طرف اس قدر مارا جس سے یہ پھر مر گئے اس لئے انہیں ذوالقرنین کہا جاتا ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ چونکہ یہ مشرق سے مغرب تک سیاحت کر آئے تھے اس لئے انہیں ذوالقرنین کہا گیا ہے۔ ہم نے اسے بڑی سلطنت دے رکھی تھی۔ ساتھ ہی قوت لشکر آلاتِ حرب سب کچھ ہی دے رکھا تھا مشرق سے مغرب تک اس کی سلطنت تھی عرب عجم سب اس کے ماتحت تھے۔ ہر چیز کا اسے علم دے رکھا تھا۔ زمین کے ادنیٰ اعلیٰ نشانات بتلا دئے تھے۔ تمام زبانیں جانتے تھے جس قوم سے لڑائی ہوتی اس کی زبان بول لیتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت کعب احبارؓ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کیا تم کہتے ہو کہ ذوالقرنین نے اپنے گھوڑے ثریا سے باندھے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اگر آپ یہ فرماتے ہیں تو سنئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہم نے اسے ہر چیز کا سامان دیا تھا حقیقت میں اس بات میں حق حضرت معاویہؓ کے ساتھ ہے اس لئے بھی کہ حضرت کعبؒ کو جو کچھ کہیں لکھا ملتا تھا روایت کر دیا کرتے تھے گو وہ غلط ہی ہو۔ اسی لئے آپ نے فرمایا ہے کہ کعب کا کذب تو بارہا سامنے آچکا ہے یعنی خود تو جھوٹ نہیں گھڑتے تھے لیکن جو روایت ملتی گو بے سند ہو بیان کرنے سے نہ چوکتے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کی روایات جھوٹ سے خرافات سے تحریف سے تبدیل سے محفوظ نہیں بات یہ ہے کہ ہمیں ان اسرائیلی روایات کی طرف التفات کرنے کی بھی کیا ضرورت ہے جبکہ ہمارے ہاتھوں میں خدا کی کتاب اور اس کے پیغمبر کی سچی اور صحیح حدیثیں موجود ہیں۔ افسوس انہی بنی اسرائیلی روایات نے بہت سی برائیاں مسلمانوں میں ڈال دیں اور بڑا فساد پھیل گیا۔ حضرت کعبؒ نے اس بنی اسرائیلی روایت کے ثبوت میں قرآن کی اس آیت کا آخری حصہ پیش کیا ہے یہ بھی کچھ ٹھیک

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹) ذوالقرنین کہتے ہیں اہل عرب کی یہ وہ ایجاد تھی جس کی بنا پر بعض لوگوں نے سکندر مقدونی کو ذوالقرنین کہدیا۔ حضرت العلامہ مولنا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بعض کا خیال ہے کہ ذوالقرنین فغفور چین تھا، حالانکہ یہ بھی غلط ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو وہ مشرقی ہوتا اور قرآن مجید اس کے سفر مغرب کے بعد کہتا کہ ذوالقرنین پھر مشرق کی طرف لوٹ گیا حالانکہ قرآن مجید نے ایسا نہیں کہا اور نہ وہ اہل مغرب میں سے تھا۔ بلکہ مشرق و مغرب کے درمیانی علاقہ کا وہ باشندہ تھا جس کا نسب قدیم سام عرب تک پہنچتا ہے۔

ابن کثیر نے ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ جو کچھ بیان کی ہے اہل تحقیق کے یہاں ان کی وقعت نہیں بعض توجیہات کا منشا صرف سکندر مقدونی کو ذوالقرنین قرار دینا ہے اور بعض تخمینی آراء یا غلط روایات کی بنا پر گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔

(انظر شاہ کشمیری)

نہیں کیونکہ یہ تو بالکل ظاہر بات ہے کہ کسی انسان کو خدائے تعالےٰ نے آسمانوں پر اور ثریا پر پہنچنے کی طاقت نہیں دی۔ دیکھئے بلقیس کے حق میں بھی قرآن نے یہی الفاظ کہے ہیں وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اس کو ہر چیز دی گئی تھی اس سے بھی مراد صرف اسی قدر ہے کہ بادشاہوں کے ہاں عموماً جو ہوتا ہے وہ سب اُس کے پاس بھی تھا اسی طرح حضرت ذوالقرنین کو خدا نے تمام راستے، اور ذرائع مہیا کر دیئے تھے کہ وہ اپنی فتوحات کو وسعت دیتے جائیں، اور زمین سرکشوں اور کافروں سے خالی کراتے جائیں اور اُس کی توحید کے ساتھ موحدین کی بادشاہت دنیا پر پھیلائیں اور اللہ والوں کی حکومت قائم کریں ان کاموں میں اسباب کی ضرورت پڑتی ہے وہ سب رب عزوجل نے حضرت ذوالقرنین کو دے رکھے تھے واللہ اعلم۔ حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا کہ یہ مشرق و مغرب تک کیسے پہنچ گئے؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو اُن کے لئے مسخر کر دیا تھا اور تمام اسباب انہیں مہیا کر دیئے تھے اور پوری قوت و طاقت دیدی تھی۔[ع٥]

فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٥﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ

چنانچہ وہ (مغرب کی) ایک راہ پر ہو لئے۔ یہاں تک کہ جب غروب آفتاب کے موقع پر پہنچے تو آفتاب اُن کو ایک سیاہ رنگ کے پانی میں ڈوبتا ہوا دکھلائی دیا

حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ۗ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ

اور اس موقع پر انہوں نے ایک قوم دیکھی ہم نے (الہاماً) یہ کہا اے ذوالقرنین خواہ سزا دو اور خواہ ان کے بارے میں

اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿٨٦﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ

نرمی کا معاملہ اختیار کرو۔ ذوالقرنین نے عرض کیا کہ (بہت اچھا اول دعوت ایمان ہی کرونگا) لیکن جو ظالم رہے گا سو اسکو تو ہم لوگ سزا

اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨٧﴾ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ

دینگے پھر وہ اپنے مالک حقیقی کے پاس پہنچا یا جاوے گا پھر وہ اسکو (دوزخ کی) سخت سزا دیگا۔ اور جو شخص ایمان لے آوے گا اور نیک عمل کرے گا تو اس کیلئے (آخرت میں بھی)

الْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿٨٨﴾

بدلے میں بھلائی ملے گی، اور ہم (دنیا میں بھی) اپنے برتاؤ میں اسکو آسان (اور نرم) بات کہینگے۔

ذوالقرنین کی دوسری منزل

ذوالقرنین ایک راہ لگ گئے زمین کی ایک سمت یعنی مغربی جانب کوچ کر دیا۔ جو نشانات زمین پر تھے اُن کے سہارے چل کھڑے ہوئے۔ جہاں تک مغربی رُخ چل سکتے تھے چلتے رہے، یہاں تک کہ اب سورج کے غروب ہونے کی جگہ تک پہنچ گئے۔ یہ یاد رہے کہ اس سے مراد آسمان کا وہ حصہ جہاں سورج غروب ہوتا ہے نہیں کیونکہ وہاں تک تو کسی کا جانا ناممکن ہے۔ ہاں اس رُخ جہاں تک زمین پر جانا ممکن ہے حضرت ذوالقرنین پہنچ گئے۔ اور یہ جو بعض قصے مشہور ہیں کہ سورج کے غروب ہونے کی جگہ سے بھی آپ تجاوز کر گئے اور سورج مدتوں اُن کی پس پشت غروب ہوتا رہا یہ بے بنیاد باتیں ہیں اور عموماً اہل کتاب کی خرافات ہیں اور اُن میں سے بھی بہت بد دینوں کی گھڑنت ہیں اور محض دروغ بے فروغ ہیں۔ الغرض جب انتہائے مغرب کی سمت پہنچ گئے تو یہ معلوم ہوا کہ

ع٥ یہ روایت بھی عجیب و غریب ہے افسوس ہے کہ ابن کثیر نے کعب احبار کی روایات پر جس طرح تنقید کی ایسی تنقید اس روایت پر نہ کی حالانکہ حضرت علی کا اگر یہ ارشاد ہے تو پھر کعب احبار اور علی کرم اللہ وجہہ کی روایات میں کیا فرق رہ جاتا ہے کعب احبار نے ذوالقرنین کے گھوڑے ثریا پر بندھوائے تھے اور حضرت علی کی اس روایت میں ذوالقرنین بیچارے کیسا تھ بادلوں پر بھی نا لبقں نظر آتا ہے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ابن کثیر کی اس خاموشی سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ حضرت علیؓ کی روایت کو وہ صحیح سمجھ رہے ہیں ہرگز نہیں یہ روایت بھی کعب احبار کی طرح بالکل غلط ہے اور ظاہر ہے کہ اس دور میں ذوالقرنین کے اس حیرت انگیز سفر پر حیرت قطعاً غلط ہے آج جہازوں کی مدد سے آپ کہاں نہیں پہونچ سکتے اس زمانہ میں بھی طویل سفر کے لئے مناسب ذرائع سفر موجود تھے۔ پھر یہ خلاف عقل و نقل توجیہات کیا ضروری ہیں۔

گویا بحر محیط میں سورج غروب ہو رہا ہے جو بھی کسی سمندر کے کنارے کھڑا ہو کر سورج کو غروب ہوتے ہوئے دیکھیگا تو بظاہر یہی منظر اسکے
سامنے ہو گا کہ گویا سورج پانی میں ڈوب رہا ہے. حالانکہ سورج چوتھے آسمان پر ہے اور اُس سے الگ کبھی نہیں ہوتا حَمِئَة یا تو مشتق ہے
حَمَاۃ سے یعنی چکنی مٹی. آیت قرآن اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ میں اس کا بیان گذر چکا ہے. یہی مطلب ابن عباس
سے سُنکر حضرت نافع نے سنا کہ حضرت کعبؓ فرماتے تھے تم ہم سے زیادہ قرآن کے عالم ہو لیکن میں تو کتاب میں دیکھتا ہوں کہ وہ سیاہ رنگ مٹی
میں غائب ہو جاتا تھا ایک قرأت میں فِيْ عَيْنٍ حَامِيَةٍ ہے یعنی گرم چشمے میں غروب ہوتا پایا. یہ دونوں قرأتیں مشہور ہیں اور دونوں درست
ہیں خواہ کوئی سی قرأت پڑھے اور اُن کے معنی میں بھی کوئی تفاوت نہیں کیونکہ سورج کی نزدیکی کی وجہ سے پانی گرم ہو اور وہاں کی مٹی کی سیاہ رنگت
کی وجہ سے اُس پانی کی کیچڑ اسی رنگت کی ہو. حضورؐ نے ایک مرتبہ سورج کو غروب ہوتے دیکھکر فرمایا خدا کی بھڑکتی آگ میں اگر خدا کے حکم سے اس کی
سوزش کم نہ ہو جاتی تو یہ زمین کی تمام چیزوں کو جھلس ڈالتا. لیکن اس روایت کا صحیح ہونا محل نظر ہے یا کہ مرفوع ہونے میں بھی بہت ممکن ہے کہ یہ عبداللہ
بن عمروؓ کا اپنا کلام ہو اور اُن دو تھیلیوں کو کتابوں سے لیا گیا ہو جو انھیں یرموک سے ملی تھیں، واللہ اعلم. ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ
بن ابی سفیانؓ نے سورہ کہف کی یہی آیت تلاوت فرمائی. تو آپ نے عَيْنٍ حَامِيَةٍ پڑھا اس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہم تو حَمِئَةٍ پڑھتے ہیں
حضرت معاویہؓ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے پوچھا آپ کس طرح پڑھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا جس طرح آپ نے پڑھا. اس پر حضرت ابن عباسؓ نے
فرمایا میرے گھر میں قرآن کریم نازل ہوا ہے حضرت معاویہؓ نے حضرت کعبؓ کے پاس آدمی بھیجا کہ بتلاؤ سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ تورات میں
اس کے متعلق کچھ ہے؟ حضرت کعبؓ نے جواب دیا کہ اسے عربیت والوں سے پوچھنا چاہیئے وہی اس کے پورے عالم ہیں ہاں تورات میں تو میں یہ
پاتا ہوں کہ وہ پانی اور مٹی میں یعنی کیچڑ میں چھپ جاتا ہے اور مغرب کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا. یہ سب قصہ سن کر ابن حاضر نے کہا اگر میں اُس وقت
ہوتا تو آپ کی تائید میں تبع کے وہ دو شعر پڑھ دیتا جس میں اُس نے ذوالقرنین کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ مشرق و مغرب تک پہنچا کیونکہ خدا
حکیم نے اُسے ہر قسم کے سامان مہیا فرمائے تھے اُس نے دیکھا کہ سورج سیاہ مٹی جیسے کیچڑ میں غروب ہو رہا ہے. ابن عباسؓ نے پوچھا اس شعر میں
تین لفظ ہیں خلب، ثاط، اور حرمد. ان کے کیا معنی ہیں؟ مٹی کیچڑ اور سیاہ. اُسی وقت حضرت عبداللہؓ نے اپنے غلام سے یا کسی اور شخص سے
فرمایا یہ جو کہتے ہیں لکھ لو. ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ سے سورہ کہف کی تلاوت حضرت کعبؓ نے سنی اور جب آپ نے حَمِئَةٍ پڑھا تو کہا کہ واللہ
جس طرح تورات میں ہے اُسی طرح پڑھتے ہوئے میں نے آپ ہی کو سنا تورات میں بھی یہی ہے کہ وہ سیاہ رنگ کیچڑ میں ڈوبتا ہے وہیں ایک
شہر تھا جو بہت بڑا تھا اُس کے بارہ ہزار دروازے تھے اگر وہاں شور و غل نہ ہو تو کیا عجب کہ اُن لوگوں کو سورج کے غروب
ہونے کی آواز تک آئے. وہاں ایک بہت بڑی امت کو آپ نے بستا ہوا پایا. خدائے تعالیٰ نے اُس بستی والوں پر بھی انہیں غلبہ دیا اب
ان کے اختیار میں تھا کہ یہ اُن پر جبر و ظلم کریں یا اُن میں عدل و انصاف کریں. اس پر ذوالقرنین نے اپنے عدل و ایمان کا ثبوت دیا اور
عرض کیا کہ جو اپنے کفر و شرک پر مصر رہے گا اُسے تو ہم سزا دیں گے. قتل و غارت سے یا یہ کہ تانبے کے برتن کو گرم آگ کر کے انہیں
ڈالدیں گے یا یہ کہ سپاہیوں کے ہاتھوں انہیں بدترین سزائیں کرائیں گے واللہ اعلم. اور پھر جب وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائیگا تو وہ
اُسے سخت اور دردناک عذاب کرے گا. اس سے قیامت کے دن کا بھی ثبوت ہوتا ہے. اور جو ایمان لائے ہماری توحید کی دعوت قبول

ع۵ اول تو ابن کثیر نے خود ہی ذوالقرنین کے اس طویل سفر کے سلسلہ کی واہی روایات غلط قرار دیکر کسی حد تک بات صاف کر دی مزید عرض ہے کہ قرآن
مجید نے ذوالقرنین کے اس سفر کے سلسلہ میں مغرب الشمس اور مطلع الشمس کے لفظ ذکر کئے ہیں ان سے یہ سمجھنا کہ ذوالقرنین تمام دنیا کا بادشاہ
ہو گیا تھا اور اپنے اس سفر میں سورج کے ڈوبنے اور طلوع ہونے کے مقامات تک کی سیاحت کی تھی قطعاً غلط ہے قرآن نے ان دو تعبیرات کو
اختیار فرما کر صرف اتنا بتانا چاہا ہے کہ ذوالقرنین اپنے مرکز حکومت سے چل کر اقصائے مغرب اور اقصائے مشرق تک پہنچا ہے. مغرب
میں وہ اس حد تک پہنچا کہ جہاں خشکی کا سلسلہ ختم ہو کر سمندری علاقہ شروع ہو گیا تھا اور مشرق میں اتنا سفر کیا کہ وہاں خانہ بدوش قبائل
کے سوا اور کوئی آبادی نہ تھی یہ توجیہ اتنی بے تکلف ہے کہ اس کے بعد کسی کنج و کاوش کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

کرے خدا کے سوا دوسروں کی عبادت چھوڑ دے اُسے اللہ اپنے بہترین بدلے دے گا اور خود ہم بھی اس کی عزت افزائی کریں گے اور بھلی بات کہیں گے۔

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ

پھر ایک دوسری راہ پر ہو لئے۔ یہاں تک کہ جب (مسافت قطع کر کے) طلوع آفتاب کے موقع پر پہنچے تو آفتاب کو ایک ایسی قوم پر طلوع ہوتے دیکھا

لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾

جن کے لیے ہم نے آفتاب کے اوپر کوئی آڑ نہیں رکھی۔ یہ قصہ اسی طرح ہے اور ذو القرنین کے پاس جو کچھ (سامان وغیرہ) تھا ہم کو اس کی پوری خبر ہے

مطلع الشمس

ذو القرنین مغرب سے واپس مشرق کیطرف چلے راستے میں جو قومیں ملتیں خدا کی عبادت اور اس کی توحید کی انہیں دعوت دیتے۔ اگر وہ قبول کر لیتے تو بہت اچھا ورنہ اُن سے لڑائی ہوتی اور خدا کے فضل سے وہ ہارتے آپ انہیں اپنا ماتحت کر کے وہاں کے مال و مویشی اور خادم وغیرہ لیکر آگے کو چلتے۔ بنی اسرائیلی خبروں میں ہے کہ یہ ایک ہزار چھ سو سال تک زندہ رہے[1] اور برابر زمین پر دین خدا کی تبلیغ کرتے رہے ساتھ ہی بادشاہت بھی پھیلتی رہی۔ جب آپ سورج نکلنے کی جگہ تک پہنچے وہاں دیکھا ایک بستی آباد ہے لیکن وہاں کے لوگ بالکل نیم وحشی ہیں۔ نہ وہ مکانات بناتے ہیں نہ وہاں کوئی درخت ہے سورج کی دھوپ سے پناہ دینے والی کوئی چیز وہاں انہیں نظر نہ آئی۔ ان کے رنگ سرخ تھے اُن کے قد پست تھے عام خوراک اُن کی مچھلی تھی حضرت حسنؒ فرماتے ہیں سورج کے نکلنے کے وقت وہ پانی میں چلے جایا کرتے تھے اور غروب ہونے کے بعد جانوروں کی طرح ادھر اُدھر ہو جایا کرتے تھے قتادہ کا قول ہے کہ وہاں کچھ اگتا نہ تھا سورج کے نکلنے کیوقت وہ پانی میں چلے جاتے اور زوال کے بعد دور دراز اپنی کھیتیوں وغیرہ میں مشغول ہو جاتے سلمہ کا قول ہے کہ اُن کے کان بڑے تھے ایک اوڑھ لیتے ایک بچھا لیتے قتادہؒ کہتے ہیں یہ وحشی حبشی تھے۔[2] ابن جریر فرماتے ہیں کہ وہاں کبھی کوئی مکان یا دیوار یا احاطہ نہیں بنا سورج کے نکلنے کیوقت انکے پاس ایک لشکر پہنچا تو انہوں نے اُن سے کہا کہ دیکھو سورج نکلتے وقت باہر نہ ٹھیرنا اُنہوں نے کہا نہیں ہم تو رات ہی رات یہاں سے چلے جائینگے لیکن یہ بتلاؤ کہ یہ ہڈیوں کے چمکیلے ڈھیر کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا یہاں پہلے ایک لشکر آیا تھا سورج کے نکلنے کیوقت وہ یہیں ٹھیرا رہا سب مر گئے یہ ان کی ہڈیاں ہیں یہ سنتے ہی وہ وہاں سے واپس ہو گئے۔[3] پھر فرماتا ہے کہ ذو القرنین کی اُس کے ساتھیوں کی کوئی حرکت کوئی گفتار اور رفتار ہم پر پوشیدہ نہ تھی۔ گو اس کا لاؤ لشکر بہت تھا زمین کے ہر حصے پر پھیلا ہوا تھا لیکن ہمارا علم زمین و آسمان پر حاوی ہے ہم سے کوئی چیز مخفی نہیں۔

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ

پھر (مشرق و مغرب فتح کر کے) ایک اور راہ پر ہو لئے۔ یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے درمیان میں پہنچے تو ان پہاڑوں سے اس طرف ایک قوم کو دیکھا جو کوئی بات سمجھنے کے

يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ

قریب بھی نہیں پہنچے انہوں نے (ذو القرنین سے) عرض کیا کہ اے ذو القرنین قوم یاجوج و ماجوج (جو اس گھاٹی کے اُس طرف رہتے ہیں ہماری) اس سرزمین میں (دیکھو تو)

فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ

بڑا فساد مچاتے ہیں سو کیا ہم لوگ آپکے لیے کچھ چندہ جمع کر دیں اس شرط پر کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان میں کوئی روک بنا دیں (کہ وہ پھر آنے نہ پائیں) ذو القرنین نے جواب دیا کہ جس

[1] معاذ اللہ روایت کی بے یقینی خود پکار کر بول رہی ہے [2] تمام واہی اقوال ہیں ایک بھی قول صحیح نہیں [3] سب باطل ہے خدا تعالیٰ محقق اور انصاف پسند مفسرین کو جزا خیر دے کہ ان لغویات کی خوب تردید کر گئے۔

رَبِّیْ خَیْرٌ فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾ اٰتُوْنِیْ زُبَرَ

مال میں میرے رب نے مجھکو اختیار دیا ہے وہ بہت کچھ ہے سو (مال کی تو مجھے ضرورت نہیں البتہ ہاتھ پاؤں کی) میری مدد کرو تو میں تمہارے اور ان کے درمیان میں خوب مضبوط دیوار بنا دوں (اچھا تم)

الْحَدِیْدِ حَتّٰۤی اِذَا سَاوٰی بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰۤی اِذَا جَعَلَهٗ

لوگ میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ یہاں تک کہ جب (دردے ملاتے ملاتے) ان کے دونوں سروں (کے بیچ کے خلا) کو برابر کر دیا تو حکم دیا کہ دھونکو (دھونکنا شروع

نَارًا قَالَ اٰتُوْنِیْۤ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا ﴿٩٦﴾

ہو گیا) یہاں تک کہ جب اسکو (لال) انگارا کر دیا تو (اس وقت) حکم دیا کہ اب میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ جو پہلے سے تیار کیا گیا ہو کہ اس پر ڈال دوں

یاجوج ماجوج

اپنے مشرقی سفر کو ختم کر کے پھر ذوالقرنین وہیں مشرق کی طرف ایک راہ چلے دیکھا کہ دو پہاڑ ہیں جو ملے ہوئے ہیں لیکن ان کے درمیان ایک گھاٹی ہے جہاں سے یاجوج ماجوج نکل کر ترکوں پر تباہی ڈالا کرتے ہیں۔ انہیں قتل کرتے ہیں کھیت باغات تباہ کرتے ہیں بال بچوں کو بھی ہلاک کرتے ہیں اور سخت فساد برپا کرتے رہتے ہیں یاجوج ماجوج بھی انسان ہیں جیسا کہ بخاری و مسلم کی حدیث سے ثابت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم فرماتے ہیں اللہ عز وجل حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائے گا کہ

.حافظ ابن کثیر نے اس موقع پر جو کچھ تفصیلات، یاجوج و ماجوج سے متعلق پیش کیں انسے آپ سمجھ گئے ہونگے کہ یاجوج ماجوج کوئی عجیب الخلقت مخلوق نہیں بلکہ وہ بھی انسانوں ہی کیطرح انسان ہیں اور نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ یاجوج و ماجوج منگولیا (تاتار) کے ان وحشی قبائل کا نام ہے جنکو یورپ اور روسی اقوام کی ابتدائی نسل ہونے کا تاریخی ثبوت حاصل ہے ان کی ہمسایہ قوم ان کے دو بڑے قبیلوں کو موگ، اور یوچی کہتے تھے اس لئے ان کی تقلید میں یونانیوں نے ان کو میگ، میگاگ اور یوگاگ کہا جو کہ عربی اور عبرانی میں تصرف کے ساتھ یاجوج اور ماجوج ہو گیا، ابن کثیر علامہ، علامہ ابن حجر اور طنطاوی وغیرہ کی بھی تحقیق ہے۔

اب یہ بات رہ جاتی ہے کہ وہ دیوار جو ذوالقرنین نے بنائی تھی کہاں ہے اور آج جبکہ دنیا کا نقشہ اس طرح تیار ہو گیا کہ کوئی بھی اہم اور تاریخی چیزیں اس اٹلس کے خانوں سے چھوٹ نہ سکے تو سد ذوالقرنین کہاں ہے اور کس حالت میں ہے؟

اس دیوار کی تعیین سے پہلے یہ ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ یاجوج و ماجوج کی لوٹ مار کا دائرہ اس قدر وسیع تھا کہ کاکیشیا کے نیچے بسنے والے بھی ان کے ظلم و ستم سے ناتواں ہو رہے تھے اور دوسری جانب تبت و چین کے باشندے بھی ان کے لگائے ہوئے زخموں سے چور چور تھے۔ اس لئے انہیں یاجوج و ماجوج کے تاخت و تاراج سے محفوظ رہنے کیلئے مختلف زمانوں میں بہت سی دیواریں کھڑی کی گئیں جن میں سے ایک دیوار وہ ہے جو دیوار چین کے نام سے مشہور ہے یہ دیوار تقریباً ایک ہزار میل لمبی ہے۔

دوسری وسط ایشیا میں بخارا اور ترمذ کے قریب واقع ہے اور جہاں یہ واقع ہے اسکو دربند کہتے ہیں یہ دوسری دیوار مشہور مغل بادشاہ تیمور لنگ کے زمانہ میں تھی۔

تیسری دیوار روسی علاقہ داغستان میں واقع ہے یہ بھی دربند اور باب الابواب کے نام سے مشہور ہے کیونکہ یہ سب دیواریں شمال ہی میں بنائی گئی ہیں اور سب کا مقصد ایک ہی تھا یعنی یاجوج و ماجوج کے لوٹ مار سے حفاظت اس لئے، اب سد ذوالقرنین کی تعیین میں دشواری ہو گی بعض محققین کی رائے ہے کہ بخارا اور ترمذ کے قریب جو دربند حصار کے علاقہ میں دیوار ہے وہ ذوالقرنین کی بنائی ہوئی دیوار ہے

لیکن علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اور ابو حیان اندلسی وغیرہ نے لکھا ہے کہ سد ذوالقرنین اس دربند بحر قزوین میں نہیں بلکہ اس سے اوپر قفقاز کے آخری کناروں پر پہاڑ کے درمیان ہے اور یہی تحقیق راجح تھی اور قرآن مجید کے بیانات کے مطابق ہے کیونکہ واثق باللہ نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں نے روم کو فتح کیا ہے تو اس نے ایک کمیشن تحقیقاتی اس دیوار کی کھوج لگانے کیلئے روانہ کیا تھا یہ کمیشن مدت کے بعد مکمل تحقیق کر کے واپس ہوا تو اس نے قفقاز کے پہاڑوں کے کناروں پر جو دیوار دیکھی تھی اس کا بعینہ وہی حال بتایا جو قرآن مجید نے ذوالقرنین

(بقیہ صفحہ ۱۵ پر)

اے آدم! آپ لبیک وسعدیک کے ساتھ جواب دیں گے حکم ہوگا آگ کا حصہ الگ کر، پوچھیں گے کتنا حصہ؟ حکم ہوگا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے دوزخ میں اور ایک جنت میں یہی وہ وقت ہوگا کہ بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا۔ پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا تم میں دو امتیں ہیں کہ وہ جن میں ہوں انہیں کثرت کو پہنچا دیتی ہیں یعنی یاجوج ماجوج۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں ایک عجیب بات لکھی ہے وہ لکھتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے خاص پانی کے چند قطرے جو مٹی میں گر پڑے تھے انہی سے یاجوج ماجوج پیدا کئے گئے ہیں گویا وہ حضرت حوا اور حضرت آدمؑ کی نسل سے نہیں بلکہ صرف نسل آدمؑ سے ہیں لیکن یہ یاد رہے کہ یہ قول بالکل ہی غریب ہے نہ اس پر عقلی دلیل ہے نہ نقلی اور ایسی باتیں جو اہل کتاب سے پہنچتی ہیں وہ ماننے کے قابل نہیں ہوتیں بلکہ ان کے ہاں کے ایسے ہی قصے گھڑے ہوئے ہوتے ہیں واللہ اعلم۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے تین لڑکے تھے سام حام اور یافث۔ سام کی نسل سے کل عرب ہیں اور حام کی نسل سے کل حبشی ہیں اور یافث کی نسل سے کل ترک ہیں بعض علماء کا قول ہے کہ یاجوج ماجوج ترکوں کے اس جد اعلیٰ یافث کی ہی اولاد ہیں انہیں ترک اس لئے کہا گیا ہے کہ انہیں بوجہ ان کے فساد اور شرارت کے انسانوں کی اور آبادی کے پس پشت پہاڑوں کی آڑ میں چھوڑ دیا گیا تھا امام ابن جریرؒ نے ذوالقرنین کے سفر کے متعلق اور اس دیوار کے بنانے کے متعلق اور یاجوج ماجوج کے جسموں ان کی شکلوں ان کے کانوں وغیرہ کے متعلق وہب بن منبہ سے ایک بہت لمبا چوڑا واقعہ اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے جو علاوہ عجیب وغریب ہونے کے صحت سے دور ہے ابن ابی حاتم میں بھی ایسے بہت سے واقعات درج ہیں لیکن سب غریب اور غیر صحیح ہیں۔ ان پہاڑوں کے بیچ میں ذوالقرنین نے انسانوں کی ایک آبادی پائی جو بوجہ دنیا کے اور لوگوں سے دوری کے اور ان کی اپنی مخصوص زبان کے اوروں کی بات بھی تقریباً نہیں سمجھ سکتے تھے۔ ان لوگوں نے ذوالقرنین کی قوت وطاقت عقل وہنر کو دیکھ کر درخواست کی کہ اگر آپ رضامند ہوں تو ہم آپ کے لئے بہت سا مال جمع کر دیں اور آپ ان پہاڑوں کے درمیان کی گھاٹی کو کسی مضبوط دیوار سے بند کر دیں تاکہ ہم ان فسادیوں کی روزمرہ کی ان تکالیف سے بچ جائیں۔ اس کے جواب میں حضرت ذوالقرنین نے فرمایا مجھے تمہارے مال کی ضرورت نہیں خدا کا دیا سب کچھ میرے پاس موجود ہے اور وہ تمہارے مال سے بہت بہتر ہے یہی جواب حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ملکہ سبا کے قاصدوں کو دیا گیا تھا۔ ذوالقرنین نے اپنے اس جواب کے بعد فرمایا کہ ہاں تم اپنی قوت وطاقت اور کام کاج سے میرا ساتھ دو تو میں تم میں اور ان میں ایک مضبوط دیوار کھڑی کر دیتا ہوں زُبَر جمع ہے زُبْرَةٌ کی۔ ذوالقرنین فرماتے ہیں کہ لوہے کے ٹکڑے اینٹوں کی طرح کے میرے پاس لاؤ جب یہ ٹکڑے جمع ہو گئے تو آپ نے دیوار بنانی شروع کرا دی اور وہ لمبائی چوڑائی میں اتنی ہو گئی کہ تمام جگہ گھر گئی اور پہاڑ کی چوٹی کے برابر پہنچ گئی۔ اس کے طول وعرض اور موٹائی کی بیان میں بہت سے مختلف اقوال ہیں جب یہ دیوار بالکل بن گئی تو حکم دیا کہ اب اس کے چہار جانب آگ بھڑکاؤ جب وہ لوہے کی دیوار بالکل انگارے جیسی سرخ ہو گئی تو حکم دیا کہ اب پگھلا ہوا تانبا لاؤ اور ہر طرف سے اس کے اوپر بہا دو چنانچہ یہ بھی کیا گیا پس ٹھنڈی ہو کر یہ دیوار بہت ہی مضبوط اور پختہ ہو گئی اور دیکھنے میں ایسی معلوم ہونے لگی جیسے کوئی دھاریدار چادر ہو۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک صحابیؓ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے وہ دیوار دیکھی ہے آپ نے فرمایا کیسی ہے؟ انہوں نے کہا دھاریدار چادر جیسی جس میں سرخ وسیاہ دھاریاں ہیں تو آپ نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن یہ روایت مرسل ہے۔ خلیفہ واثق نے اپنے زمانے میں اپنے امیروں کو ایک وافر لشکر اور بہت سا سامان دے کر روانہ کیا تھا کہ وہ اس دیوار کی خبر لائیں یہ لشکر دو سال سے زیادہ سفر میں رہا اور ملک در ملک پھرتا ہوا آخرش اس دیوار تک پہنچا دیکھا کہ لوہے اور تانبے کی دیوار ہے اس میں ایک بہت بڑا نہایت پختہ عظیم الشان دروازہ بھی اسی کا ہے جس پر منوں کے

(بقیہ صفحہ ۱۴) کی تیار کردہ دیوار کا ذکر کیا ہے بہر حال قرآنی بیانات اور ریسرچ کے آخری نقطوں سے جس دیوار کو سد ذوالقرنین کہہ سکتے ہیں وہ اسی قفقاز کے علاقہ میں واقع دیوار کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ (انظر شاہ کشمیری استاذ دارالعلوم دیوبند) ۴/۲ رجب ۸۳ھ

وزنی قفل لگے ہوئے ہیں اور جو مال مسالہ دیوار کا بچا ہوا ہے وہیں پر ایک برج میں رکھا ہوا ہے جہاں پہرہ چوکی مقرر ہے دیوار بے حد بلند ہے کتنی ہی کوشش کی جائے لیکن اس پر چڑھنا ناممکن ہے اس سے ملا ہوا پہاڑیوں کا سلسلہ دونوں طرف برابر چلا گیا ہے اور بھی بہت سے عجائب وغرائب امور دیکھے جو انہوں نے واپس آکر خلیفہ کی خدمت میں عرض کئے۔

فَمَا اسْطَاعُوا أَنْ يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا ﴿٩٧﴾ قَالَ هَٰذَا رَحْمَةٌ مِنْ

جو پہلے سے تیار کرالیا ہوگا کہ اس پر ڈال دو۔ سو نہ تو یاجوج ماجوج اس پر چڑھ سکتے ہیں اور (غایت استحکام کے باعث) نہ اس میں نقب دے سکتے ہیں ذوالقرنین نے کہا کہ یہ

رَبِّي ۚ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا ﴿٩٨﴾ وَتَرَكْنَا

(تیاری دیوار کی) میرے رب کی ایک رحمت ہے۔ پھر جس وقت میرے رب کا وعدہ آئے گا (یعنی اس کے فنا کا وقت آئے گا) تو اسکو ڈھا کر زمین کے برابر کر دیگا اور میرے رب کا ہر وعدہ برحق ہے۔ اور ہم اس روز ان کی

بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ ۖ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا ﴿٩٩﴾

یہ حالت کریں گے کہ ایک میں ایک گڈمڈ ہو جاویں گے اور صور پھونکا جاوے گا پھر ہم سب کو ایک ایک کر کے جمع کر لیں گے۔

یہ صرف خدا کا فضل ہے

اس دیوار پر نہ تو چڑھنے کی طاقت یاجوج ماجوج کو ہے نہ وہ اس میں کوئی سوراخ کر سکتے ہیں کہ وہاں سے نکل آئیں۔ چونکہ چڑھنا بہ نسبت توڑنے کے زیادہ آسان ہے اس لئے چڑھنے میں مَا اسْطَاعُوا لفظ لائے اور توڑنے میں مَا اسْتَطَاعُوا کا لفظ لائے غرض نہ تو وہ چڑھ کر آسکتے ہیں نہ سوراخ کر کے۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہر روز یاجوج ماجوج اس دیوار کو کھودتے ہیں یہاں تک کہ قریب ہوتا ہے کہ سورج کی شعاع انہیں نظر آجائے چونکہ دن گذر جاتا ہے اس لئے ان کے سردار کا حکم ہوتا ہے کہ اب بس کرو کل آکر توڑ دیں گے لیکن جب وہ دوسرے دن آتے ہیں تو اسے پہلے دن سے زیادہ مضبوط پاتے ہیں قیامت کے قریب جب ان کا نکالنا خدا کو منظور ہوگا تو یہ کھودتے ہوئے جب چھلکے جیسی کر دیں گے۔ تو ان کا سردار کہے گا اب چھوڑ دو کل انشاء اللہ اسے توڑ ڈالیں گے پس انشاء اللہ کہنے کی برکت سے دوسرے دن جب وہ آئیں گے تو جیسے چھوڑ گئے تھے ویسے ہی پائیں گے فوراً گرا دیں گے اور باہر نکل پڑیں گے تمام پانی چاٹ جائیں گے لوگ تنگ آکر قلعوں میں پناہ گزیں ہو جائیں گے یہ اپنے تیر آسمان کی طرف چلائیں گے اور مثل خون آلود تیروں کے ان کی طرف لوٹائے جائیں گے تو یہ کہیں گے زمین والے سب دب گئے آسمان والوں پر بھی ہم غالب آگئے اب ان کی گردنوں میں گلٹیاں نکلیں گی اور سب کے سب بحکم خدا اسی وبا سے ہلاک کر دئیے جائیں گے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے کہ زمین کے جانوروں کی خوراک ان کے جسم خون ہوں گے جس سے وہ خوب موٹے تازے ہو جائیں گے۔ ابن ماجہ میں بھی یہ روایت ہے۔ امام ترمذیؒ نے بھی اسے ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے یہ روایت غریب ہے سوائے اس سند کے مشہور نہیں۔ اس کی سند بہت قوی ہے لیکن اس کا متن نکارت سے خالی نہیں اس لئے کہ آیت کے ظاہری الفاظ صاف ہیں کہ نہ وہ چڑھ سکتے ہیں نہ سوراخ کر سکتے ہیں کیونکہ دیوار نہایت مضبوط بہت پختہ اور سخت ہے کعب احبارؓ سے روایت ہے کہ یاجوج ماجوج روزانہ اسے چاٹتے اور بالکل چھلکے جیسی کر دیتے ہیں پھر کہتے ہیں چلو کل توڑ دیں گے دوسرے دن آتے ہیں تو جیسی تھی ویسی ہی پاتے ہیں آخری دن وہ بہ الہام خدا جاتے وقت انشاء اللہ کہیں گے دوسرے دن جو آئیں گے تو جیسی چھوڑ گئے تھے ویسی ہی پائیں گے وہ توڑ ڈالیں گے بہت ممکن ہے کہ انہی کعب سے حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ بات سنی ہو پھر بیان کی ہو اور کسی راوی کو وہم ہو گیا ہو اور اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سمجھ کر اسے مرفوعاً بیان کر دیا ہو واللہ اعلم۔ یہ جو ہم کہہ رہے ہیں اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے چہرہ مبارک سرخ ہو رہا تھا اور فرماتے جاتے تھے لا الہ الا اللہ عرب کی خرابی کا وقت قریب آگیا آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں اتنا سوراخ ہو گیا پھر آپ نے اپنی انگلیوں سے حلقہ بنا کر دکھایا اس پر ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ نے سوال کیا کہ

یا رسول اللہ کیا نیک لوگوں کی موجودگی میں بھی ہلاک کر دئیے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں جب خبیث لوگوں کی کثرت ہو جائے۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے بخاری مسلم دونوں میں ہے ہاں بخاری شریف میں راویوں کے ذکر میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہیں مسلم میں ہے اور بھی اس کی سند میں بہت سی ایسی باتیں ہیں۔ جو بہت ہی کم پائی گئی ہیں مثلاً زہری کی روایت عروہ سے حالانکہ یہ دونوں بزرگ تابعی ہیں اور چار عورتوں کا آپس میں ایک دوسرے سے روایت کرنا پھر چاروں عورتیں صحابیہ۔ رضی اللہ عنہن۔ پھر ان میں بھی دو حضور علیہ السلام کی بیویوں کی لڑکیاں اور دو آپ کی بیویاں رضی اللہ تعالے عنہن۔ بزار میں یہی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی سے ہے۔ اس دیوار کو بنا کر ذوالقرنین اطمینان کا سانس لیتے ہیں اور خدا کا شکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لوگو یہ بھی رب کی رحمت ہے کہ اس نے ان شریروں کی شرارت سے مخلوق کو امن دیا ہاں جب خدا کا وعدہ آجائے گا تو اسکا ڈھیر ہو جائے گا یہ زمین دوز ہو جائے گی مضبوطی کچھ کام نہ آئے گی۔ اونٹنی کو ہان جب اس کی پیٹھ سے ملا ہوا ہو تو عرب میں اسے ناقۃ دکاء کہتے ہیں قرآن میں اور جگہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ کے سامنے پہاڑ پر رب نے تجلی کی تو پہاڑ زمین دوز ہو گیا وہاں بھی لفظ جَعَلَهٗ دَكًّا ہے پس قریب بہ قیامت یہ دیوار پاش پاش ہو جائے گی اور ان کے نکلنے کا راستہ ہو جائے گا خدائے وعدے اٹل ہیں قیامت کا آنا یقینی ہے۔ اس دیوار کے ٹوٹتے ہی یہ لوگ نکل پڑیں گے اور لوگوں میں گھس جائیں گے یگانوں بیگانوں کی تمیز اٹھ جائے گی۔ یہ واقعہ دجال کے آجانے کے بعد قیامت کے قیام سے پہلے ہوگا اس کا پورا بیان آیت حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ کی تفسیر میں آئیگا انشاء اللہ۔ اس کے بعد صور پھونکا جائے گا اور سب جمع ہو جائیں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن انسان جن سب خلط ملط ہو جائیں گے۔ بنی خزارہ کے ایک شیخ کا بیان ابن جریر میں ہے کہ جب جن انسان آپس میں گتھ جائیں گے اس وقت ابلیس کہیگا کہ میں جاتا ہوں معلوم کرتا ہوں یہ کیا بات ہے؟ مشرق کی طرف بھاگے گا لیکن وہاں فرشتوں کی جماعتوں کو دیکھکر رک جائے گا اور لوٹ کر مغرب کو پہنچیگا وہاں بھی یہی رنگ دیکھکر دائیں بائیں بھاگے گا لیکن ہر طرف سے فرشتوں کا محاصرہ دیکھکر نا امید ہو کر چیخ پکار شروع کر دے گا اچانک اسے ایک چھوٹا سا راستہ دکھائی دے گا اپنی ساری ذریات کو لے کر اس میں چل پڑے گا آگے جا کر دیکھے گا کہ دوزخ بھڑک رہی ہے۔ ایک داروغہ جہنم اس سے کہیگا کہ اے موذی خبیث! کیا اللہ نے تیرا مرتبہ نہیں بڑھایا تھا؟ کیا تو جنتیوں میں نہ تھا؟ یہ کہیگا آج ڈانٹ ڈپٹ کیوں کرتے ہو؟ آج تو چھٹکارے کا راستہ بتلاؤ میں عبادت خدا کے لئے تیار ہوں اگر حکم ہو تو اتنی اور ایسی عبادت کروں کہ روئے زمین پر کسی نے نہ کی ہو داروغہ فرمائے گا خدائے تعالے تیرے لئے ایک فریضہ مقرر کرتا ہے وہ خوش ہو کر کہے گا میں اس کے حکم کی بجا آوری کے لئے پوری مستعدی سے موجود ہوں۔ حکم ہوگا کہ یہی کہ تم سب جہنم میں چلے جاؤ اب یہ خبیث ہکا بکا رہ جائے گا وہیں فرشتہ اپنے پروں سے اسے اور اس کی ذریت کو گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دے گا جہنم انہیں لیکر دبوچیگی اور ایک مرتبہ تو وہ جھلائے گی کہ تمام مقرب فرشتے اور تمام رسول نبی گھٹنوں کے بل خدا کے سامنے عاجزی میں گر پڑیں گے۔ط طبرانی میں ہے حضور فرماتے ہیں یاجوج ماجوج حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اگر وہ چھوڑ دئے جائیں تو دنیا کی معاش میں فساد ڈال دیں ایک ایک اپنے پیچھے ہزار ہزار بلکہ زیادہ چھوڑ کر مرتا ہے پھر ان کے سوا تین امتیں اور ہیں تاویل، تاریس اور منسک۔ یہ حدیث غریب ہے بلکہ منکر اور ضعیف ہے نسائی میں ہے کہ ان کی بیویاں بچے ہیں ایک ایک اپنے پیچھے ہزار ہزار بلکہ زیادہ چھوڑ کر مرتا ہے پھر فرمایا صور پھونکدیا جائے گا حدیث میں ہے کہ وہ ایک قرن ہے جس میں پھونکا جائے گا پھونکنے والے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہوں گے جیسا کہ اس سے پہلے ایک طویل حدیث اس سلسلہ کی بیان ہو چکی ہے۔ اور بھی بہت سی حدیثوں سے اس کا ثبوت ہے حضور فرماتے ہیں میں کیسے چین اور آرام سے بیٹھوں؟ صور والا فرشتہ صور کو منہ سے لگائے ہوئے پیشانی جھکائے ہوئے کان لگائے ہوئے منتظر بیٹھا ہے۔ کہ کب حکم ہو اور میں پھونکدوں لوگوں نے پوچھا حضور پھر ہم کیا کہیں؟ فرمایا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ عَلَی اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا پھر فرماتا ہے ہم سب کو حساب کے لئے جمع کریں گے سب کا حشر ہمارے سامنے ہو گا جیسے سورۂ واقعہ میں ہے کہ اگلے پچھلے سب کے سب مقرر دن کے وقت پر اکٹھے کئے جائیں گے اور آیت میں ہے وَحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ہم سب کو جمع کریں گے ایک بھی تو باقی نہ بچیگا۔

ط روایت ناقابل اعتبار ہے۔

وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِينَ عَرْضًا ﴿۱۰۰﴾ الَّذِينَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي

اور دوزخ کو اس روز کافروں کے سامنے پیش کر دیں گے جن کی آنکھوں پر (دنیا میں) ہماری یاد سے

غِطَآءٍ عَن ذِكْرِي وَكَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا ﴿۱۰۱﴾ أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَن

(یعنی دین حق کے دیکھنے سمجھنے سے) پردہ پڑا ہوا تھا اور سن بھی نہ سکتے تھے سو کیا پھر بھی ان کافروں کا خیال ہے کہ مجھ کو چھوڑ کر

يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِن دُونِي أَوْلِيَآءَ ۚ إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِينَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾

میرے بندوں کو اپنا کارساز (یعنی معبود و حاجت روا) قرار دیں، ہم نے (تو) کافروں کی دعوت کے لئے دوزخ تیار کر رکھا ہے۔

جہنم کافر جہنم میں جائیں اس سے پہلے جہنم کو اور اس کے عذاب کو دیکھ لیں گے اور یہ یقین کر کے کہ وہ اسی میں داخل ہونے والے ہیں داخل ہونے سے پہلے ہی جلنے کڑھنے لگیں گے غم ورنج ڈر خوف کے مارے گھلنے لگیں گے صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ جہنم کو قیامت کے گھسیٹ کر لایا جائے گا جس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی ہر ہر لگام پر ستر ستر ہزار فرشتے ہوں گے: یہ کافر دنیا کی ساری زندگی میں اپنی آنکھوں اور کانوں کو بے کار کئے بیٹھے رہے نہ حق کو دیکھا نہ حق کو سنا نہ مانا نہ عمل کیا شیطان کا ساتھ دیا اور رحمان کے ذکر سے غفلت برتی۔ خدا کے احکام اور ممانعت کو پس پشت ڈالے رہے: یہی سمجھتے رہے کہ ان کے جھوٹے معبود ہی انہیں سارے نفع پہنچائیں گے اور کل سختیاں دور کر دیں گے محض غلط خیال ہے بلکہ وہ تو ان کی عبادت کے بھی منکر ہو جائیں گے۔ اور ان کے دشمن بن کھڑے ہوں گے ان کافروں کی منزل تو جہنم ہی ہے جو ابھی سے تیار ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

آپ (ان سے) کہیے کہ کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل خسارہ میں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا میں کی کرائی محنت سب گئی گزری ہوئی

وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ

اور وہ (بوجہ جہل کے) اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو رب کی آیتوں کا (یعنی کتب الہیہ کا)

وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾ ذٰلِكَ

اور اس کے ملنے کا (یعنی قیامت کا) انکار کر رہے ہیں سو (اسلئے) ان کے سارے کام غارت ہو گئے تو قیامت کے روز ہم ان (کے نیک اعمال) کا ذرا بھی وزن قائم

جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوٓا اٰيٰتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾

نہ کریں گے۔ (بلکہ) ان کی سزا وہی ہوگی یعنی دوزخ اس سبب سے کہ انہوں نے کفر کیا تھا اور (یہ کہ) میری آیتوں اور پیغمبروں کا مذاق بنایا تھا۔

بدترین عمل حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے صاحبزادے مصعب نے سوال کیا کہ کیا اس آیت سے مراد خارجی ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ مراد اس سے یہود و نصاریٰ ہیں یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور نصرانیوں نے جنت کو سچا نہ جانا اور کہا کہ وہاں کھانا پینا کچھ نہیں۔ ہاں خارجیوں نے خدا کے وعدے کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیا پس حضرت سعدؓ خارجیوں کو فاسق کہتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں اس سے مراد خارجی ہیں مطلب یہ ہے کہ جیسے یہ آیت یہود و نصاریٰ وغیرہ کو شامل ہے اسی طرح خارجیوں کا حکم بھی اس میں ہے کیونکہ آیت عام ہے جو بھی خدا کی عبادت و اطاعت اس طریقے سے بجا لائے جو طریقہ خدا کو پسند نہیں تو گو وہ اپنے اعمال سے خوش ہو اور سمجھ رہا ہو کہ میں نے آخرت کا توشہ بہت کچھ جمع کر لیا ہے میرے نیک اعمال خدا کے پسندیدہ ہیں اور مجھے ان پر اجر و ثواب ضرور ملیگا۔ لیکن اس کا یہ گمان غلط ہے اس کے اعمال

مقبول نہیں بلکہ مردود ہیں۔ اور وہ غلط گمان رکھتا ہے۔ آیت مکی ہے اور ظاہر ہے کہ مکے میں یہود و نصاریٰ مخاطب نہ تھے اور خارجیوں کا تو اُس وقت تک وجود بھی نہ تھا۔ پس ان بزرگوں کا یہی مطلب ہے کہ آیت کے عام الفاظ ان سب کو اور ان جیسے اور سب کو شامل ہیں جیسے سورۂ غاشیہ میں ہے کہ قیامت کے دن بہت سے چہرے ذلیل و خوار ہوں گے جو دنیا میں بہت محنت کرنے والے بلکہ اعمال سے تھکے ہوئے تھے اور سخت تکلیفیں اٹھائے ہوئے تھے آج وہ باوجود ریاضت و عبادت کے جہنم واصل ہوں گے اور بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دئے جائیں گے اور آیت میں ہے وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا ان کے تمام کئے کرائے اعمال کو ہم نے آگے بڑھ کر ردی اور بے کار کر دیا۔ اور آیت میں ہے کافروں کے اعمال کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی پیاسا ریت کے تودے کو دور سے پانی سمجھ رہا ہوں لیکن جب پاس آتا ہے تو ایک بوند بھی پانی کی نہیں پاتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے طور پر عبادت ریاضت تو کرتے رہے اور دل میں بھی سمجھتے رہے کہ ہم بہت کچھ نیکیاں کر رہے ہیں اور وہ مقبول اور پسندیدۂ خدا ہیں لیکن چونکہ وہ خدا کے بتلائے ہوئے طریقوں کے مطابق نہ تھیں نبیوں کے فرمان کے مطابق نہ تھیں اس لئے بجائے مقبول ہونے کے مردود ہو گئیں اور بجائے محبوب ہونے کے مبغوض ہو گئے۔ اس لئے کہ وہ خدا کی آیتوں کو جھٹلاتے رہے خدا کی وحدانیت اور اس کے رسول کی رسالت کے تمام ثبوت ان کے سامنے تھے لیکن انہوں نے آنکھیں بند کر لیں اور مان کر نہ دیا۔ ان کا نیکی کا پلڑا بالکل خالی رہے گا بخاری شریف کی حدیث میں ہے قیامت کے دن ایک موٹا تازہ بڑا بھاری آدمی آئے گا لیکن خدا کے نزدیک اُس کا وزن ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہو گا پھر آپ نے فرمایا تم اگر چاہو اس آیت کی تلاوت کر لو فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے بہت زیادہ کھانے پینے والے موٹے تازے انسان کو قیامت کے دن خدا کے سامنے لایا جائے گا لیکن اُس کا وزن اناج کے ایک دانے کے برابر بھی نہ ہو گا۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ بزار میں ہے ایک قریشی کافر اپنے حلے میں اتراتا ہوا حضور کے سامنے سے گذرا تو آپ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا یہ ان میں سے ہے جن کا کوئی وزن قیامت کے دن خدا کے پاس نہ ہو گا۔ مرفوع حدیث کی طرح حضرت کعب کا قول بھی ہے۔ یہ بدلہ ہے ان کے کفر کا اور خدا کی آیتوں اور اس کے رسولوں کو ہنسی مذاق میں اڑانے کا۔ اور ان کے نہ ماننے بلکہ انہیں جھٹلانے کا۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا (۱۰۷)

بے شک جو لوگ ایمان لائے | اور انہوں نے نیک کام کئے | ان کی مہمانی کے لئے فردوس (یعنی بہشت) کے | باغ ہوں گے

خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا (۱۰۸)

جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے (نہ ان کو کوئی نکالے گا اور) نہ وہ وہاں سے کہیں اور جانا چاہیں گے

نیک عمل

اللہ پر ایمان رکھنے والے اُس کے رسولوں کو سچا ماننے والے اُن کی باتوں پر عمل کرنے والے بہترین جنتوں میں ہوں گے صحیحین میں ہے کہ جب تم اللہ سے جنت مانگو تو جنت فردوس کا سوال کرو یہ سب سے اعلیٰ سب سے عمدہ جنت ہے اسی سے اور جنتوں کی نہریں بہتی ہیں۔ یہی ان کی مہمان خانہ ہوگی۔ یہ یہاں ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔ نہ نکالے جائیں نہ نکلنے کا خیال آئے نہ اُس سے بہتر کوئی اور جگہ نہ وہ وہاں کے رہنے سے گھبرائیں کیونکہ ہر طرح کے اعلیٰ عیش مہیا ہیں ایک پر ایک رحمت مل رہی ہے روز بروز رغبت محبت انس والفت بڑھتی جا رہی ہے اس لئے نہ طبیعت اکتاتی ہے نہ دل بھرتا ہے بلکہ روز شوق بڑھتا ہے۔ اور نئی نعمت ملتی ہے۔

قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ

آپ (لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لئے سمندر (کا پانی) روشنائی ہو جائے تو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے

كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾

پہلے سمندر ختم ہو جائے (اور باتیں ماطر ختم ہوں) اگرچہ اس سمندر کی مثل دوسرا سمندر دا سکی مدد کیلئے ہم لے آویں

کلمات رب

حکم ہوتا ہے کہ اللہ کی عظمت سمجھانے کے لئے دنیا میں اعلان کر دیجئے کہ اگر روئے زمین کے سمندروں کی سیاہی بن جائے اور پھر خدا کی کلمات خدائی قدرتوں کے اظہار خدائی باتیں خدائی حکمتیں لکھنی شروع کی جائیں تو یہ تمام سیاہی ختم ہو جائے گی لیکن خدا کی تعریفیں ختم نہ ہوں گی۔ گو پھر ایسے ہی دریا لائے جائیں اور پھر لائے جائیں اور پھر لائے جائیں لیکن ناممکن ہے کہ خدا کی قدرتیں اس کی حکمتیں اس کی دلیلیں ختم ہو جائیں چنانچہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا فرمان ہے وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ ۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ یعنی روئے زمین کے درختوں کے قلم بن جائیں اور تمام سمندروں کی سیاہی ہو جائے پھر ان کے بعد سات سمندر اور بھی لائے جائیں لیکن ناممکن ہے کہ کلمات خدا پورے لکھے جائیں خدا کی عزت اور حکمت اسی کا غلبہ اور قدرت وہی جانتا ہے تمام انسانوں کا علم خدا کے علم کے مقابلہ میں اتنا بھی نہیں جتنا سمندر کے مقابلہ میں قطرہ۔ تمام درختوں کی قلم گھس گھس کر ختم ہو جائیں تمام سمندروں کی سیاہی ختم ہو جائے لیکن کلمات خدا ویسے ہی رہ جائیں گے جیسے تھے وہ اَن گنت ہیں بے شمار ہیں۔ کون ہے؟ جو خدا کی صحیح اور پوری قدرت وعزت جان سکے؟ کون ہے جو اس کی پوری ثنا وصفت بجا لا سکے؟ بیشک ہمارا رب ویسا ہی ہے جیسا وہ خود فرما رہا ہے بیشک ہم جو تعریفیں اس کی کریں وہ ان سب سے سوا ہے اور ان سب سے بڑھ چڑھ کر ہے یاد رکھو جس طرح ساری زمین کے مقابلہ پر ایک رائی کا دانہ ہے اسی طرح جنت کی اور آخرت کی نعمتوں کے مقابل تمام دنیا کی نعمتیں ہیں۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰــهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ

(اور) آپ (یوں بھی) کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (برحق) ایک ہی معبود ہے

كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

سو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے　تو نیک کام　کرتا رہے　اور اپنے رب کی عبادت میں　کسی کو شریک نہ کرے

آپ بھی بشر ہیں

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہ سب سے آخری آیت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری۔[۱] حکم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں سے فرمائیں کہ میں تم جیسا ہی ایک انسان ہوں تم بھی انسان ہو اگر مجھے جھوٹا جانتے ہو تو لاؤ اس قرآن جیسا ایک قرآن تم بھی بنا کر پیش کر دو۔ دیکھو میں کوئی غیب داں تو نہیں تم نے مجھ سے ذوالقرنین کا واقعہ دریافت کیا اصحاب کہف کا قصہ پوچھا تو میں نے ان کے صحیح واقعات تمہارے سامنے بیان کر دئیے جو نفس الامر کے مطابق ہیں اگر میرے پاس خدا کی وحی نہ آتی تو میں ان گذشتہ واقعات کو جس طرح وہ ہوئے ہیں تمہارے سامنے کس طرح بیان کر سکتا؟ سنو تمام تر وحی کا خلاصہ یہ ہے کہ تم موحد بن جاؤ شرک چھوڑ دو میری دعوت یہی ہے جو بھی تم میں سے خدا سے مل کر اجر وثواب لینا چاہتا ہو اسے مطابق شریعت عمل کرنے چاہئیں اور شرک سے بالکل بچنا چاہئے بغیر ان دونوں رکن کے کوئی عمل اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں خلوص ہو اور مطابقت سنت ہو ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ بہت سے نیک کاموں میں باوجود مرضی خدا کی تلاش کے میرا ارادہ یہ بھی ہوتا ہے کہ لوگ میری نیکی دیکھیں تو میرے لئے کیا حکم ہے؟ آپ خاموش رہے اور یہ آیت اتری یہ حدیث مرسل ہے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ ایک شخص نماز روزہ صدقہ خیرات حج زکوٰۃ کرتا ہے خدا کی رضامندی بھی ڈھونڈتا ہے اور لوگوں میں نیک نامی اور بڑائی بھی۔ آپ نے فرمایا اس کی کل عبادت اکارت ہے اللہ تعالیٰ

[۱] یہ قول صحیح نہیں ہے افسوس کہ ابن کثیر ان کی تردید نہیں کرتے اور بلا تردید نقل کر دیتے ہیں۔

شرک سے بیزار ہے جو اس کی عبادت میں اوروں کی نیت بھی کرے تو اللہ تعالیٰ فرما دیتا ہے کہ یہ سب اسی دوسرے کو دیدو مجھے اس کی کسی چیز کی ضرورت نہیں۔
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس باری باری آتے رات گذارتے کبھی آپ کو کوئی کام ہوتا تو
فرما دیتے ایسے لوگ بہت زیادہ تھے ایک شب ہم آپس میں کچھ باتیں کر رہے تھے جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا
یہ کیا چپ چپ باتیں کر رہے ہو؟ ہم نے جواب دیا یا رسول اللہ ہماری توبہ ہے ہم مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے اور دل ہمارے خوفزدہ
تھے آپ نے فرمایا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ دہشتناک بات بتلاؤں؟ وہ پوشیدہ شرک ہے کہ انسان دوسرے انسان کو دکھانے کے لئے
نماز پڑھے مسند احمد میں ہے ابن غنم کہتے ہیں کہ میں اور حضرت ابو درداء جابیہ کی مسجد میں گئے وہیں حضرت عبادہ بن صامت اللہ تعالیٰ عنہ ملے بائیں
ہاتھ سے تو انہوں نے میرا داہنا ہاتھ تھام لیا اور اپنے دائیں ہاتھ سے حضرت ابو درداء کا بایاں ہاتھ تھام لیا اور اسی طرح ہم تینوں وہاں سے
باتیں کرتے ہوئے نکلے۔ آپ فرمانے لگے دیکھو اگر تم دونوں یا تم میں سے جو بھی زندہ رہا تو ممکن ہے کہ اس وقت کو بھی وہ دیکھ لے کہ حضورؐ کی
زبان سے قرآن سیکھا ہوا بھلا آدمی حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھنے والا اور ہر حکم کو مناسب جگہ رکھنے والا آئے اور اس کی قدر و منزلت
لوگوں میں ایسی ہو جیسے مردہ گدھے کے سر کی۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں جو حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ اور حضرت عوف بن مالک رضؓ بھی
آ گئے۔ اور بیٹھتے ہی حضرت شداد رضؓ نے فرمایا۔ لوگو! مجھے تو تمہارے بارے میں سب سے زیادہ اس کا ڈر ہے جو میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا ہے یعنی پوشیدہ خواہش اور شرک کا۔ اس پر حضرت عبادہؓ اور حضرت ابو درداء رضؓ نے فرمایا۔ اللہ معاف فرمائے ہم سے آں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس بات سے شیطان مایوس ہو گیا ہے کہ اس جزیرہ عرب میں اس کی عبادت کی جائے۔ ہاں پوشیدہ شہوت
تو یہی خواہش کی چیزیں عورتیں وغیرہ ہیں۔ لیکن یہ شرک ہماری سمجھ میں تو نہیں آیا جس سے آپ ہمیں ڈرا رہے ہیں۔ حضرت شدادؓ فرمانے لگے۔
اچھا بتلاؤ تو ایک آدمی دوسروں کو دکھانے کے لئے نماز روزہ صدقہ خیرات کرتا ہے اس کا حکم تمہارے نزدیک کیا ہے؟ کیا اس نے شرک
کیا؟ سب نے جواب دیا بیشک ایسا شخص مشرک ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو دنیا دکھاوے کیلئے
نماز پڑھے وہ مشرک ہے جو دنیا دکھاوے کے لئے روزے رکھے وہ مشرک ہے۔ جو لوگوں میں اپنی سخاوت جتانے کے لئے صدقہ خیرات کرے
وہ بھی مشرک ہے۔ اس پر حضرت عوف بن مالک رضؓ نے کہا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایسے اعمال میں جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہوں اللہ تو اسے قبول فرمالے
اور جو دوسرے کے لئے ہو اسے رد کر دے۔ حضرت شدادؓ نے جواب دیا۔ یہ ہرگز نہیں ہونے کا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا
ہے کہ جناب باری عزوجل کا ارشاد ہے کہ میں سب سے بہتر حصے والا ہوں جو بھی میرے ساتھ کسی عمل میں دوسرے کو شریک کرے میں اپنا
حصہ بھی اسی دوسرے کے سپرد کر دیتا ہوں اور نہایت بے پرواہی سے جز و کل سب کچھ چھوڑ دیتا ہوں اور روایت میں ہے کہ حضرت شداد
بن اوس رضی اللہ عنہ ایک دن رونے لگے ہم نے پوچھا حضرت آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمانے لگے ایک حدیث یاد آ گئی اور اس نے رلا دیا۔
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے مجھے اپنی امت کے بارے میں سب سے زیادہ خطرہ شرک اور پوشیدہ شہوت کا ہے۔ میں نے
دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ کیا آپ کی امت آپ کے بعد شرک کرے گی؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ سنو! وہ سورج چاند پتھر بت کو نہ پوجے گی بلکہ اپنے
اعمال میں ریاکاری کرے گی۔ پوشیدہ شہوت یہ ہے کہ صبح روزے سے ہے اور کوئی خواہش سامنے آئی۔ روزہ چھوڑ دیا (ابن ماجہ، مسند احمد)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے میں تمام شریکوں سے بہتر ہوں۔ میرے ساتھ جو بھی کسی کو شریک کرے، میں
اپنا حصہ بھی اسی کو دیدیتا ہوں۔ اور روایت میں ہے کہ جو شخص کسی عمل میں میرے ساتھ دوسرے کو ملائے میں اس سے بری ہوں اور اس کا وہ
پورا عمل اس غیر کے لئے ہی ہے اور حدیث میں ہے مجھے تمہاری نسبت سب سے زیادہ خطرہ چھوٹے شرک کا ہے۔ لوگوں نے پوچھا وہ چھوٹا
شرک کیا ہے؟ فرمایا ریاکاری۔ قیامت کے دن ریاکاروں کو جواب ملے گا کہ جاؤ جن کے لئے اعمال کئے تھے ان ہی کے پاس جزا مانگو۔ دیکھو
پاتے بھی ہو؟ ابو سعید بن ابی فضالہ انصاری صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ

۵ لیکن ظاہر ہے کہ ایسا مشرک نہیں جو خدا تعالیٰ کا منکر، آپؐ کی رسالت کا منکر، اور غیر خدا کا پرستش کرنیوالا یا اس کی خدائی میں دوسروں کو شریک کرنیوالا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو میدان میں جمع کرے گا جس دن کے آنے میں کوئی شک شبہ نہیں، اس دن ایک پکارنے والا پکارے گا کہ جس نے اپنے جس عمل میں خدا تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کو ملایا ہو، اُسے چاہیے کہ اپنے اس عمل کا بدلہ اس دوسرے سے مانگ لے کیونکہ خدائے تعالیٰ شرکت سے بہت ہی بے نیاز ہے۔ ابوبکرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ریاکار کو عذاب بھی سب کو دکھا کر ہو گا۔ اور نیک اعمال لوگوں کے سنانے والے کو عذاب بھی سب کو سنا کر ہو گا۔ (مسند احمد) حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے بھی یہ روایت ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا ہے اپنے نیک اعمال اُچھالنے والے کو اللہ تعالیٰ ضرور رسوا کرے گا۔ اس کے اخلاق بگڑ جائیں گے، اور وہ لوگوں کی نگاہوں میں حقیر و ذلیل ہو گا۔ یہ بیان فرما کر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے (مسند احمد) حضرت انسؓ راوی ہیں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ قیامت کے دن انسان کے نیک اعمال کے مُہر شدہ صحیفے خدا کے سامنے پیش ہوں گے جناب باری عزوجل فرمائے گا اسے پھینک دو، اسے قبول کرو، اسے قبول کرو اسے پھینک دو۔ اس وقت فرشتے عرض کریں گے کہ اے اللہ تبارک وتعالیٰ جہاں تک ہمارا علم ہے تو ہم اس شخص کے اعمال نیک ہی جانتے ہیں۔ جواب ملے گا جن کو میں پھکوا رہا ہوں یہ وہ اعمال ہیں جن میں صرف میری ہی رضامندی مطلوب نہ تھی بلکہ ان میں ریاکاری تھی۔ آج میں تو صرف ان اعمال کو قبول فرماؤں گا جو صرف میرے ہی لئے کئے گئے ہوں (بزار) ارشاد ہے کہ جو دکھاوے سناوے کے لئے کھڑا ہوا ہو، وہ جب تک نہ بیٹھے خدا کے غصے اور غضب میں ہی رہتا ہے۔ ابو یعلیٰ کی حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو شخص لوگوں کے دیکھتے ہوئے تو ٹھہر ٹھہر کر اچھی طرح نماز پڑھے اور تنہائی میں جلدی جلدی بے دلی سے ادا کرے اس نے اپنے پروردگار عزوجل کی توہین کی پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس آیت کو حضرت امیر معاویہؓ قرآن کی آخری آیت بتلاتے ہیں لیکن یہ قول اشکال سے خالی نہیں کیونکہ سورہ کہف پوری کی پوری مکے شریف میں نازل ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے بعد مدینے میں برابر دس سال تک قرآن کریم اُترتا رہا۔ تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہوا کہ یہ آیت آخری ہے یعنی کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں ہوئی۔ اس میں جو حکم ہے وہ آخر تک بدلا نہیں گیا۔ اس کے بعد کوئی ایسی آیت نہیں اُتری جو اس میں تبدیلی اور تغیر کرے۔ واللہ اعلم۔ ایک بہت ہی غریب حدیث حافظ ابوبکر بزار رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص آیت مَنْ کَانَ یَرْجُوْا الخ کو رات کے وقت پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اتنا بڑا نور عطا فرمائے گا جو عدن سے مکہ شریف تک پہنچے۔

الحمدللہ سورہ کہف کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ مریم مکیہ

اس سورت کے شروع کی آیتیں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شاہ حبش کے درباریں بادشاہ کے درباریوں کے سامنے تلاوت فرمائی تھیں (مسند احمد و سیرت محمد بن اسحاق)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

کٓھٰیٰعٓصٓ ① ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّکَ عَبْدَہٗ زَکَرِیَّا ② اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً

کھیعص ۔ یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کے مہربانی فرمانے کا اپنے بندہ زکریا پر ۔ جب کہ انہوں نے اپنے پروردگار کو پوشیدہ طور پر

خَفِیًّا ③ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَھَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّلَمْ

پکارا (جس میں یہ) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میری ہڈیاں (بوجہ پیری کے) کمزور ہو گئیں اور سر میں بالوں کی سفیدی پھیل گئی اور (اس سے پہلے)

أَكُن بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا ④ وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِن وَرَائِي وَكَانَتِ

(قبل کبھی میں آپ سے مانگنے میں اے میرے رب ناکام نہیں رہا ہوں اور میں اپنے بعد (اپنے) رشتہ داروں (کی طرف) سے اندیشہ رکھتا ہوں اور میری بی بی بانجھ ہے سو اس صورت میں آپ

امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا ⑤ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ

مجھ کو خاص اپنے پاس سے ایک ایسا وارث (یعنی بیٹا) دے دیجئے کہ وہ میرے علوم خاصہ میں میرا وارث بنے اور میرے جد یعقوب کے خاندان کا وارث بنے اور اس کو اے

وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ⑥

میرے رب (اپنا) پسندیدہ بنائیے۔

قصہ زکریا علیہ السلام

اس سورت کے شروع میں جو پانچ حروف ہیں انہیں حروفِ مقطعہ کہا جاتا ہے۔ اس کا تفصیلی بیان ہم سورہ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں کر چکے ہیں حضرت زکریا نبی علیہ السلام پر جو لطفِ خداوندی نازل ہوا اس کا واقعہ بیان ہو رہا ہے ایک قرأت میں زکریا ہے یہ لفظ مد سے بھی ہے اور قصر سے بھی۔ دونوں قرأتیں مشہور ہیں۔ آپ بنو اسرائیل کے زبردست پیغمبر تھے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ آپ بڑھئی کا پیشہ کر کے اپنا پیٹ پالتے تھے۔ رب سے دعا کرتے تھے لیکن اس وجہ سے کہ یہ لوگوں کے نزدیک انوکھی دعا تھی کوئی سنتا تو خیال کرتا کہ بڑھاپے میں اولاد کی تمنا ہوئی ہے اور یہ وجہ تھی کہ پوشیدہ دعا خدا کو زیادہ پیاری ہوتی ہے اور قبولیت سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ متقی دل کو بخوبی جانتا ہے اور آہستگی کی آواز کو پوری طرح سنتا ہے۔ بعض سلف کا قول ہے کہ جو شخص ایسے وقت اٹھے جبکہ سونے والے سو رہے ہوں اور پوشیدگی سے خدا کو پکارے کہ اے میرے پروردگار! اے میرے پالنہار! اے میرے رب! اللہ تعالیٰ اسی وقت جواب دیتا ہے کہ لبیک میں موجود ہوں، میں تیرے پاس موجود ہوں۔ دعا میں کہتے ہیں کہ خدایا میرے قویٰ کمزور ہو گئے ہیں میری ہڈیاں کھوکھلی ہو چکی ہیں، میرے سر کے بالوں کی سیاہی اب تو سفیدی سے بدل گئی ہے تمام طاقتیں زائل ہو گئی ہیں۔ ضعف نے گھیر لیا ہے۔ میں تیرے دروازے سے کبھی خالی ہاتھ نہیں گیا۔ جب تجھ کریم سے کچھ مانگا تو نے عطا فرمایا۔

موالی کو کسائی نے مَوَالِیْ پڑھا ہے مراد اس سے عصبہ ہیں۔ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان سے خِفْتُ کو خَفَّتْ پڑھنا منقول ہے۔ یعنی میرے بعد میرے لگ والے بہت کم ہیں۔ پہلی قرأت پر مطلب یہ ہے کہ چونکہ میری اولاد نہیں اور جو میرے رشتہ دار ہیں ان سے مجھے خوف ہے کہ مبادا یہ کہیں میرے بعد کوئی برا معاملہ کر دیں تو تو مجھے اولاد عنایت فرما جو میرے بعد میری نبوت سنبھالے۔ یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ آپ کو اپنے مال املاک کے ادھر ادھر ہو جانے کا خوف تھا۔ انبیاء علیہم السلام اس سے بہت پاک ہیں۔ ان کا مرتبہ اس سے بہت زیادہ ہے کہ وہ اس لئے اولاد مانگیں کہ اگر اولاد نہ ہوئی تو میرا مال دور کے رشتہ داروں میں چلا جائے گا۔ دوسرے بظاہر یہ بھی ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام جو عمر بھر اپنی ہڈیاں پیل کر بڑھئی کا کام کر کے اپنا پیٹ اپنے ہاتھ کے کام سے پالتے رہے ان کے پاس ایسی کونسی بڑی رقم تھی کہ جس کے ورثے کے لئے اس قدر پس وپیش ہوتا کہ کہیں یہ دولت ہاتھ سے نکل نہ جائے۔ انبیاء علیہم السلام تو یوں بھی ساری دنیا سے زیادہ مال سے بے رغبت اور زاہد ہوتے ہیں۔ تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ صحیحین میں کئی سندوں سے حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہمارا ورثہ نہیں بٹتا۔ جو کچھ ہم چھوڑیں سب صدقہ ہے۔ ترمذی میں صحیح سند سے روایت ہے کہ ہم جماعت انبیاء ہیں ہمارا ورثہ نہیں بٹا کرتا۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کا یہ عرض کرنا کہ مجھے بیٹا دے جو میرا وارث ہو اس سے مطلب ورثہ نبوت ہے نہ کہ مالی ورثہ۔ اسی لئے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔ جیسے فرمان ہے کہ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ سلیمان داؤد کے وارث ہوئے یعنی نبوت کے وارث ہوئے نہ کہ مال کے، ورنہ مال میں اور اولاد بھی شریک ہوتی ہے تخصیص نہیں ہوتی چوتھی وجہ یہ بھی ہے اور یہ بھی معقول وجہ ہے کہ اولاد کا وارث ہونا تو عام ہے سب میں ہے تمام مذہبوں میں ہے۔ پھر کوئی ضرورت نہ تھی کہ حضرت زکریا اپنی دعا میں یہ وجہ بیان فرماتے اس سے صاف ثابت ہے کہ وہ ورثہ کوئی خاص ورثہ تھا اور وہ نبوت کا وارث بننا تھا پس ان تمام وجوہ سے ثابت ہے کہ اس سے مراد ورثہ نبوت ہے۔ جیسے کہ حدیث میں ہے کہ ہم جماعت

انبیا کا ورثہ نہیں بٹتا۔ ہم جو چھوڑ جائیں صدقہ ہے۔ مجاہد رح فرماتے ہیں، مراد ورثہ علم ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نسل یعقوب سے تھے۔ ابو صالح فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ وہ بھی اپنے بڑوں کی طرح نبی بنے۔ حسنؒ فرماتے ہیں نبوت اور علم کا وارث بنے۔ سدی کا قول ہے، میری اور آل یعقوب کی نبوت کا وارث بنے۔ زید بن اسلم بھی یہی فرماتے ہیں۔ ابو صالح کا قول یہ بھی ہے کہ میرے مال کا اور خاندان حضرت یعقوب کی نبوت کا وہ وارث ہو۔ عبدالرزاق میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ زکریا علیہ السلام پر رحم کرے، بھلا انہیں وارث مال سے کیا غرض تھی؟ اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام پر رحم کرے کہ وہ کسی مضبوط قلعے کی تمنا کرنے لگے۔ ابن جریر میں ہے کہ آپ نے فرمایا میرے بھائی زکریا پر خدا کا رحم ہو۔ کہنے لگے۔ خدایا مجھے اپنے پاس سے والی عطا فرما جو میرا اور آل یعقوب کا وارث بنے۔ لیکن یہ سب حدیثیں مرسل ہیں جو صحیح حدیثوں کا معارضہ نہیں کر سکتیں واللہ اعلم۔ اور اے اللہ! اسے اپنا پسندیدہ غلام بنالے اور ایسا دیندار دیانتدار بنا کہ تیری محبت کے علاوہ تمام مخلوق بھی اس سے محبت کرے۔ اس کا دین اور اخلاق ہر ایک پسندیدگی اور پیار کی نظر سے دیکھے۔

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨاسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ⑦

اے زکریا ہم تم کو ایک فرزند کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا کہ اسکے قبل ہم نے کسی کو اس کا ہم صفت نہ بنایا ہوگا

بشارت

حضرت زکریاؑ کی دعا مقبول ہوتی ہے اور فرمایا جاتا ہے کہ آپ ایک بچے کی خوشخبری سن لیں جس کا نام یحییٰ ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ الخ یعنی حضرت زکریاؑ نے اپنے رب سے دعا کی کہ خدایا مجھے اپنے پاس سے بہترین اولاد عطا فرما تو دعاؤں کا سننے والا ہے۔ فرشتوں نے انہیں آواز دی اور وہ اس وقت نماز کی جگہ میں نماز میں کھڑے تھے کہ خدائے تعالیٰ آپ کو اپنے ایک کلمے کی بشارت دیتا ہے جو سردار ہوگا اور پاکباز ہوگا اور نبی ہوگا اور پورے نیک کار اعلیٰ درجے کے بھلے لوگوں میں سے ہوگا۔ یہاں فرمایا کہ ان سے پہلے اس نام کا کوئی اور انسان نہیں ہوا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مشابہ کوئی اور نہ ہوگا۔ یہی معنی سَمِيًّا کے آیت هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا میں ہیں۔ یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ اس سے پہلے کسی بانجھ عورت سے ایسی اولاد نہیں ہوئی۔ حضرت زکریا کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ آپ کی بیوی صاحبہ بھی شروع عمر سے بے اولاد تھیں۔ حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ علیہما السلام نے بھی بچے کے ہونے کی بشارت سنکر بے حد تعجب کیا تھا لیکن ان کے تعجب کی وجہ ان کا بے اولاد ہونا اور بانجھ ہونا نہ تھی بلکہ بہت بڑھاپے میں اولاد کا ہونا، یہ تعجب کی وجہ تھی اور حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں تو اب تک کوئی اولاد ہوئی ہی نہ تھی۔ اسی لئے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ مجھے اس بڑھاپے میں تم اولاد کی خبر کیسے دے رہے ہو؟ ورنہ اس سے تیرہ سال پہلے آپ کے ہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام ہوئے تھے آپ کی بیوی صاحبہ نے بھی اس خوشخبری کو سنکر تعجب سے کہا تھا کہ کیا اس بڑھاپے میں میرے ہاں اولاد ہوگی؟ جبکہ میرے میاں بھی غایت درجے کے بوڑھے ہیں۔ یہ تو سخت تر تعجب خیز چیز ہے یہ سنکر فرشتوں نے کہا تھا کہ کیا تمہیں امر خدا سے تعجب ہے۔ اے ابراہیم کے گھرانے والو! تم پر خدا کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہیں۔ خدا تعریفوں اور بزرگیوں والا ہے۔

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ⑧ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ⑨

زکریا نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرے اولاد کس طور پر ہوگی حالانکہ میری بی بی بانجھ ہے اور دادھر میں بڑھاپے کے انتہائی درجہ کو پہنچ چکا ہوں

ارشاد ہوا کہ حالت (موجودہ) یونہی رہے گی (اور پھر اولاد ہوگی) اے زکریا تمہارے رب کا قول ہے کہ یہ امر مجھ کو آسان ہے اور میں نے تم کو پیدا کیا حالانکہ تم پیدائش کے قبل کچھ بھی نہ تھے۔

حیرت

حضرت زکریا علیہ السلام اپنی دعا کی قبولیت اور اپنے ہاں لڑکا ہونے کی بشارت سن کر خوشی اور تعجب سے کیفیت دریافت کرنے لگے کہ بظاہر اسباب تو یہ امر مستبعد اور ناممکن معلوم ہوتا ہے دونوں جانب سے حالت ناامیدی کی ہے۔ بیوی بانجھ جس سے

اب تک اولاد نہیں ہوئی، میں بوڑھا اور بے حد بوڑھا جس کی ہڈیوں میں اب تو گودا بھی نہیں رہا۔ خشک ٹہنی جیسا ہو گیا ہوں۔ پھر ہمارے ہاں اولاد کیسے ہو گی؟ غرض رب العالمین سے کیفیت بوجہ تعجب و خوشی دریافت کی۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں تمام سنتوں کو جانتا ہوں۔ لیکن مجھے یہ معلوم نہیں ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر عصر میں قرات پڑھتے تھے یا نہیں؟ اور نہ یہ معلوم ہے کہ اس لفظ کو عِتِیًّا پڑھتے تھے یا عُسِیًّا (احمد) فرشتے نے جواب دیا کہ یہ تو وعدہ ہو چکا۔ اسی حالت میں اسی بیوی سے تمہارے ہاں لڑکا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کے ذمے یہ کام مشکل نہیں اس سے زیادہ تعجب والا اور اس سے بڑی قدرت والا کام تو تم خود دیکھ چکے ہو اور وہ خود تمہارا وجود ہے جو کچھ نہ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بنا دیا۔ پس جو تمہاری پیدائش پر قادر تھا وہ تمہارے ہاں اولاد دینے پر بھی قادر ہے۔ جیسے فرمان ہے ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا۔ یعنی یقیناً انسان پر اس کے زمانے کا ایسا وقت بھی گذرا ہے جس میں وہ قابلِ ذکر چیز نہ تھا۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ⑩

جب زکریا نے عرض کیا کہ اے پروردگار میرے لئے کوئی علامت مقرر فرما دیجئے ارشاد ہوا کہ تمہاری (وہ) علامت یہ ہے کہ تم تین رات (دو تین دن تک) آدمیوں سے بات نہ کر سکو گے۔ حالانکہ

فَخَرَجَ عَلٰي قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ⑪

تندرست ہو گے پس حجرے میں سے اپنی قوم کے پاس برآمد ہوئے اور ان کو اشارے سے فرمایا کہ تم لوگ صبح اور شام خدا کی پاکی بیان کیا کرو۔

کوئی نشانی

حضرت زکریا علیہ السلام اپنے مزید اطمینان اور تشفیٔ قلب کے لئے خدا سے دعا کرتے ہیں کہ اس بات پر کوئی نشان ظاہر فرما۔ جیسے کہ خلیل اللہ علیہ السلام نے مُردوں کے جی اٹھنے کے دیکھنے کی تمنا اسی لئے ظاہر فرمائی تھی۔ تو ارشاد ہوا کہ تو گونگا نہ ہو گا بیمار نہ ہو گا۔ لیکن اس کے باوجود تیری زبان لوگوں سے باتیں نہ کر سکے گی تین دن رات تک یہی حالت رہے گی۔ یہی ہوا بھی کہ تسبیح استغفار حمد و ثنا وغیرہ پر تو زبان چلتی تھی۔ لیکن لوگوں سے بات نہ کر سکتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ سَوِیًّا کے معنی پے در پے کے ہیں یعنی مسلسل برابر تین شبانہ روز تمہاری زبان دنیوی باتوں سے رُکی رہے گی۔ پہلا قول بھی آپ ہی سے منقول ہے اور جمہور کی تفسیر بھی یہی ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ چنانچہ سورۂ آل عمران میں اس کا بیان بھی گزر چکا ہے کہ علامت طلب کرنے پر فرمان ہوا کہ تین دن تک تم صرف اشاروں کنایوں سے لوگوں سے باتیں کر سکتے ہو۔ ہاں اپنے رب کی یاد بہ کثرت کرو اور صبح و شام اس کی پاکیزگی بیان کیا کرو۔ پس ان تین دن رات میں آپ کسی انسان سے کوئی بات نہیں کر سکتے تھے۔ ہاں اشاروں سے اپنا مطلب سمجھا دیا کرتے تھے۔ لیکن یہ نہیں کہ آپ گونگے ہو گئے ہوں۔ اب آپ اپنے اس حجرے سے جہاں جا کر تنہائی میں اپنے ہاں اولاد ہونے کی دعا کی تھی، باہر آئے اور جو نعمت خدا نے آپ پر انعام کی تھی اور جس تسبیح و ذکر کا آپ کو حکم ہوا تھا وہی قوم کو بھی حکم ہوا لیکن چونکہ بول نہ سکتے تھے اس لئے انھیں اشاروں سے سمجھایا۔ یا زمین پر لکھ کر انھیں سمجھا دیا۔

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ⑫ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا

اے یحییٰ کتاب کو مضبوط پکڑ لو اور ہم نے ان کو (ان کے) لڑکپن ہی میں (دین کی) سمجھ اور خاص اپنے پاس سے رقت قلب اور پاکیزگی (اخلاق کی)

وَزَكٰوةً ۭ وَكَانَ تَقِيًّا ⑬ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ⑭ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ

عطا فرمائی تھی اور وہ بڑے پرہیزگار اور اپنے والدین کے خدمت گذار تھے اور وہ (خلق کے ساتھ) سرکشی کرنے والے (یا حق تعالیٰ کی) نافرمانی کرنے والے نہ تھے اور ان کو اللہ تعالیٰ کا سلام

ع ۱ ۱۵ ۱۴ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ⑮ ع

پہنچے جس دن کہ وہ پیدا ہوئے اور جس دن کہ وہ انتقال کریں گے اور جس دن (قیامت میں) زندہ ہو کر اٹھائے جاویں گے۔

یحییٰ علیہ السلام

بہ مطابق بشارت خداوندی حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں توراۃ سکھا دی جس کے احکام نیک لوگ اور انبیاءؑ دوسروں کو بتلاتے تھے۔ اس وقت ان کی عمر تھوڑی ہی تھی۔

اسی لئے اپنی اس انوکھی نعمت کا بھی ذکر کیا کہ بچہ بھی دیا اور اسے آسمانی کتاب کا عالم بھی بچپن ہی سے کر دیا اور حکم دیدیا کہ کوشش اور استقلال کے ساتھ کتاب خدا سیکھ لے۔ ساتھ ہی ہم نے اسے اسی کم عمری میں فہم و علم، قوت و عزم، دانائی اور حلم عطا فرمایا۔ نیکیوں کی طرف جھپٹنے ہی جھک گئے اور کوشش و خلوص کے ساتھ خدا کی عبادت اور مخلوق کی خدمت میں لگ گئے بچے آپ سے کھیلنے کو کہتے تھے مگر یہ جواب پاتے تھے کہ ہم کھیل کے لئے نہیں پیدا کئے گئے یہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا وجود حضرت زکریا علیہ السلام کے لئے ہماری رحمت کا کرشمہ تھا جس پر بجز ہمارے اور کوئی قادر نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی منقول ہے کہ واللہ میں نہیں جانتا کہ "حنان" کا مطلب کیا ہے لغت میں محبت شفقت رحمت وغیرہ کے معنی میں آیا ہے بظاہر یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے اسے بچپن سے ہی حکم دیا اور اسے شفقت و محبت اور پاکیزگی عطا فرمائی۔ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے ایک شخص جہنم میں ایک ہزار سال تک یاحنان یا منان پکارتا رہے گا۔ پس ہر میل کچیل سے ہر گناہ اور معصیت سے آپ بچے ہوئے تھے صرف نیک اعمال آپ کی عمر کا خلاصہ تھا۔ آپ گناہوں سے اور خدا کی نافرمانیوں سے یکسو تھے۔ ساتھ ہی ماں باپ کے فرمان بردار اطاعت گزار اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے والے تھے کبھی کسی بات میں ماں باپ کی مخالفت نہیں کی کبھی ان کے فرمان سے باہر نہیں ہوئے کبھی ان کی ممانعت کے بعد کسی کام کو نہیں کیا۔ کوئی سرکشی کوئی نافرمانی آپ میں نہ تھی۔ ان اوصافِ جمیلہ اور خصائل حمیدہ کے بدلے تینوں حالتوں میں آپ کو خدا کی طرف سے امن و امان اور سلامتی ملی۔ یعنی پیدائش والے دن، موت والے دن اور حشر والے دن۔ یہی تینوں جگہیں گھبراہٹ کی اور انجان ہوتی ہیں۔ ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی ایک نئی دنیا دیکھتا ہے جو اس کی آج تک کی دنیا سے عظیم الشان اور بالکل مختلف ہوتی ہے۔ موت والے دن اس مخلوق سے واسطہ پڑتا ہے جس سے حیات میں کبھی بھی واسطہ نہیں پڑا نہ انہیں کبھی دیکھا۔ محشر والے دن بھی علیٰ ہذا القیاس اپنے تئیں ایک بہت بڑے مجمع میں جو بالکل نئی جگہ ہے دیکھ کر حیرت زدہ ہوجاتا ہے۔ پس ان تینوں وقتوں میں خدا کی طرف سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو سلامتی ملی۔ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا تمام لوگ قیامت کے دن کچھ نہ کچھ گناہ لے کر جائیں گے سوائے حضرت یحییٰؑ کے حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ آپ نے گناہ تو کیا قصدِ گناہ بھی کبھی نہیں کیا۔ یہ حدیث مرفوعاً اور دو سندوں سے بھی روایت ہے لیکن وہ دونوں سندیں بھی ضعیف ہیں۔ واللہ اعلم۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں۔ حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی ملاقات ہوئی تو حضرت عیسیٰ حضرت یحییٰؑ سے فرمانے لگے۔ آپ میرے لئے استغفار کیجئے آپ مجھ سے بہتر ہیں۔ حضرت یحییٰ نے جواب دیا۔ آپ مجھ سے بہتر ہیں۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا۔ میں نے تو آپ ہی اپنے اوپر سلام کہا اور آپ پر خود خدا نے سلام کہا۔ اب ان دونوں نبی اللہ کی فضیلت ظاہر ہے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا (16) فَاتَّخَذَتْ مِنْ

اور (اے محمد صلعم) اس کتاب میں مریم کا بھی ذکر کیجئے جب کہ وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ (ہو کر) ایک ایسے مکان میں جو مشرق کی جانب میں تھا (غسل کے لئے) گئیں پھر ان (گھر والے)

دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۪ فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (17) قَالَتْ اِنِّيْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ

لوگوں کے سامنے سے انہوں نے پردہ ڈال لیا پس ہم نے ان کے پاس اپنے فرشتہ جبرئیل کو بھیجا اور وہ ان کے سامنے ایک پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا کہنے لگیں میں تجھ سے (اپنے خدائے) رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر

مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا (18) قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا (19) قَالَتْ

تو (کچھ) خدا ترس ہے (تو یہاں سے ہٹ جاویگا) فرشتے نے کہا کہ میں تمہارے رب کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں تاکہ تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں (وہ لجائیں) کہنے لگیں کہ بھلا میرے

اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا (20) قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ

لڑکا کس طرح ہو جاوے گا حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور نہ میں بدکار ہوں فرشتے نے کہا کہ یوں ہی (اولاد) ہو جاوے گی تمہارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ مجھ

ف گناہ سے یہاں وہ گناہ مراد نہیں جو عام انسان کرتے ہیں انبیاء علیہم السلام سے گناہ ہوتے ہی نہیں کچھ بھول چوک ہوتی ہے جس پر انبیاء علیہم السلام ماخوذ عند اللہ نہیں ہوتے اس کے علاوہ بات وہی صحیح ہے جو ابن کثیر نے کہی کہ یہ روایت ہی ضعیف ہے۔

هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا (۲۱)

مجھ کو آسان ہے اور اس طور پر اسے اس لئے پیدا کرینگے تاکہ ہم اس فرزند کو لوگوں کیلئے ایک نشانی (قدرت کی) بنادیں اور باعث رحمت بنادیں اور یہ ایک طے شدہ بات ہے (جو ضرور ہو گی)

قصہ مریم علیہا السلام

اوپر حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر ہوا تھا اور یہ بیان فرمایا گیا تھا کہ وہ اپنے بڑھاپے تک بے اولاد رہے ان کی بیوی ہمیشہ کی بانجھ تھیں جس پر خدائے تعالیٰ نے اس عمر میں ان کے ہاں اپنی قدرت سے اولاد عطا فرمائی۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے جو نیک کار اور وفا شعار تھے۔ اس کے بعد اس سے بھی بڑھ کر اپنی قدرت کا مظہر پیش کرتا ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کا واقعہ بیان کرتا ہے کہ وہ کنواری تھیں کسی مرد کا ہاتھ تک انھیں نہیں لگا تھا۔ اور بے مرد کے اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت کاملہ سے بچہ عطا فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا فرزند انھیں دیا۔ جو خدائے تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر اور روح اللہ اور کلمۃ اللہ تھے۔ چونکہ ان دو قصوں میں پوری مناسبت ہے اسی لئے یہاں بھی اور سورۂ آل عمران میں بھی اور سورۂ انبیاء میں بھی ان دونوں کو متصل بیان فرمایا۔ تاکہ بندے اللہ تعالیٰ کی بے مثال قدرت اور عظیم الشان سلطنت کا معائنہ کرلیں۔ حضرت مریمؑ عمران کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل میں سے تھیں۔ بنو اسرائیل میں یہ گھرانا طیب وطاہر تھا سورۂ آل عمران میں آپ کی پیدائش وغیرہ کا مفصل بیان گزر چکا ہے۔ اس زمانے کے دستور کے مطابق آپ کی والدہ صاحبہ نے آپ کو بیت المقدس کی مسجد قدس کی خدمت کے لئے دنیوی کاموں سے آزاد کردیا تھا۔ خدائے تعالیٰ نے یہ نذر قبول فرمائی۔ اور حضرت مریمؑ کی نشوونما بہترین طور سے کی۔ اور آپ خدا کی عبادتوں میں ریاضتوں میں اور نیکیوں میں مشغول ہوگئیں آپ کی عبادت وریاضت زہد وتقویٰ کی شہرت تھی۔ آپ اپنے خالو حضرت زکریاؑ کی پرورش وتربیت میں تھیں جو اسوقت کے نبی اسرائیلی نبی تھے۔ تمام نبی اسرائیل دینی امور میں انہی کے تابع فرمان تھے حضرت زکریا علیہ السلام پر حضرت مریم علیہا السلام کی بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں خصوصاً یہ کہ جب کبھی آپ ان کے عبادت خانے میں جاتے قسم قسم کے بے موسم کے پھل وہاں موجود پاتے۔ دریافت کیا کہ مریم یہ کہاں سے آئے ہیں۔ جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے۔ وہ ایسا قادر ہے کہ جسے چاہے بے حساب روزیاں عطا فرمائے۔ اب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ حضرت مریم کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کرے جو منجملہ پانچ اولوالعزم پیغمبروں کے ایک ہیں۔ آپ مسجد قدس کی مشرقی جانب گئیں یا تو اس لئے کہ ان کو ماہواری آرہی تھی یا کسی اور سبب سے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب پر بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہونا اور حج کرنا فرض کیا گیا تھا۔ لیکن چونکہ مریم صدیقہ بیت المقدس سے مشرق کی طرف گئی تھیں، جیسے فرمان خدا ہے، اس وجہ سے ان لوگوں نے مشرقی رخ نمازیں شروع کردیں۔ حضرت عیسیٰ کی ولادت گاہ کو انہوں نے از خود قبلہ بنالیا۔ منقول ہے کہ جس جگہ آپ گئی تھیں وہ جگہ یہاں سے دور اور غیر آباد تھی۔ کہتے ہیں کہ وہاں آپ کا کھیت تھا۔ جسے پانی دینے کے لئے آپ گئی تھیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ، وہیں حجرہ بنالیا تھا کہ لوگوں سے الگ تھلگ عبادت خدا میں فراغت کے ساتھ مشغول رہیں۔ واللہ اعلم۔ جب یہ لوگوں سے دور ہوگئیں تو وہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس اپنے امین فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا۔ وہ پوری انسانی شکل میں آپ پر ظاہر ہوئے۔ یہاں روح سے مراد یہی بزرگ فرشتے ہیں جیسے آیت قرآن نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْاَمِينُ الخ

ع پچھلے دنوں غالباً اسٹریلیا سے اطلاع اخبارات میں آئی تھی کہ ایک لڑکی جس کے متعلق تمام ڈاکٹروں نے متفقہ فیصلہ کیا ہے کہ آج تک اسکا کسی بھی مرد سے نہ اختلاط ہوا اور نہ مادہ منویہ کسی ذریعہ سے اسکے اندر داخل ہوا لیکن اس کے باوجود اس کے بچہ پیدا ہوا ہے سبحان اللہ جس یورپ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سب سے زیادہ ٹھوکر کھائی اسی یورپ میں یہ حیرت انگیز واقعہ صدیوں کے بعد پیش آیا اور اس طرح خدا تعالےٰ کی قدرت کا دنیا میں ایک بار پھر مظاہرہ ہوا ع ابن کثیر نے خود ہی اس روایت کو ناقابل اعتبار ٹھہرایا لیکن اس کے ساتھ یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ کسی بھی فرشتہ میں مجامعت کی کوئی صلاحیت ہی نہیں کیونکہ وہ انسان نہیں بلکہ ایک نورانی مخلوق ہے اور جبکہ وہ انسان کی صورت میں آتا ہے تو صرف صورت انسانوں کی سی ہوجاتی ہے خصوصیات انسانی پھر بھی اس میں پیدا نہیں ہوتیں۔ اسوقت بھی وہ نہ مجامعت کر سکتا اور نہ کھاپی

میں ہے۔ ابی ابن کعب کہتے ہیں کہ روزِ ازل میں جبکہ ابن آدم کی تمام روحوں سے خدا تعالیٰ کی خدائی کا اقرار لیا گیا تھا۔ ان روحوں میں حضرت عیسیٰؑ کی روح بھی تھی۔ اسی روح کو بصورت انسان خدا کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ اسی روح نے آپ سے باتیں کیں اور آپ کے جسم میں حلول کر گئی لیکن یہ قول علاوہ غریب ہونے کے بالکل ہی منکر ہے بہت ممکن ہے کہ یہ بنی اسرائیلی روایت ہو۔ آپ نے جب اس تنہائی کے مکان میں ایک غیر شخص کو دیکھا تو یہ سمجھ کر کہ کہیں یہ کوئی برا آدمی نہ ہو اسے اللہ تعالیٰ کا خوف دلایا کہ اگر تو پرہیزگار ہے تو خوفِ خدا کر۔ میں خدا کی پناہ چاہتی ہوں۔ اتنا پتہ تو آپ کو ان کے بشرہ سے مل گیا تھا کہ یہ کوئی بھلا انسان ہے اور یہ جانتی تھیں کہ نیک شخص کو خدا کا ڈر اور خوف کافی ہے۔ فرشتے نے آپ کا خوف و ہراس ڈر اور گھبراہٹ دور کرنے کے لئے صاف کہہ دیا کہ اور کوئی گمان نہ کر میں خدا کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں۔ کہتے ہیں کہ خدا کا نام سنکر حضرت جبرئیلؑ کانپ اٹھے اور اپنی صورت پر آ گئے اور کہہ دیا کہ میں خدا کا قاصد ہوں اس لئے خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے کہ وہ تجھے ایک پاک نفس فرزند عطا کرنا چاہتا ہے لِاَھَبَ کی دوسری قرأت لِیَھَبَ ہے ابو عمر بن علا جو ایک مشہور معروف قاری ہیں ان کی یہی قرأت ہے دونوں قرأتوں کی توجیہ اور مطلب بالکل صاف ہے۔ اور دونوں میں استلزام بھی ہے۔ یہ سنکر مریم صدیقہ کو اور تعجب ہوا کہ سبحان اللہ مجھے بچہ کیسے ہوگا؟ میرا تو نکاح ہی نہیں ہوا اور برائی کا مجھے تصور تک نہیں ہوا میرے جسم پر کسی انسان کا کبھی ہاتھ نہیں لگا۔ میں بدکار نہیں۔ پھر میرے ہاں اولاد کیسی؟ بَغِیًّا سے مراد زناکار ہے۔ جیسے حدیث میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں ہے کہ مَھْرُ الْبَغِیِّ زانیہ کی خرچی حرام ہے۔ فرشتے نے آپ کے تعجب کو یہ فرما کر ٹالا کہ سب سچ ہے لیکن خدا اس پر قادر ہے کہ بغیر خاوند کے اور بغیر کسی اور بات کے بھی اولاد دیدے وہ جو چاہے ہو جاتا ہے۔ خدائے تعالیٰ اس بچہ کو اور اس واقعہ کو اپنے بندوں کی تذکیر کا سبب بنا دے گا۔ یہ قدرتِ خدا کی ایک نشانی ہوگی تاکہ لوگ جان لیں کہ وہ خالق ہر طرح کی پیدائش پر قادر ہے۔ آدمؑ کو بغیر عورت مرد کے پیدا کیا۔ حوا کو صرف مرد سے بغیر عورت کے پیدا کیا باقی تمام انسانوں کو مرد عورت سے پیدا کیا سوائے حضرت عیسیٰؑ کے کہ وہ بغیر مرد کے صرف عورت سے ہی پیدا ہوئے پس تقسیم کی یہ چار ہی صورتیں ہو سکتی تھیں جو سب پوری کر دی گئیں۔ اور اپنی کمال قدرت اور عظیم سلطنت کی مثال قائم کر دی۔ فی الواقع نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ پروردگار۔ اور یہ بچہ خدا کی رحمت بنے گا۔ رب کا پیغمبر ہوگا۔ خدا کی عبادت کی دعوت اس کی مخلوق کو دے گا۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ فرشتوں نے کہا۔ اے مریم اللہ تعالیٰ تجھے اپنے ایک کلمے کی خوشخبری سناتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا جو دنیا اور آخرت میں عزت والا ہوگا اور ہوگا بھی خدا تعالیٰ کا مقرب وہ گہوارے میں ہی بولنے لگے گا اور ادھیڑ عمر میں بھی۔ اور ہوگا بھی صالح لوگوں میں سے۔ یعنی بچپن اور بڑھاپے میں خدا کے دین کی دعوت دے گا۔ منقول ہے کہ حضرت مریم نے فرمایا کہ خلوت اور تنہائی کے موقع پر مجھ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بولتے تھے اور مجمع میں خدا کی تسبیح بیان کرتے تھے۔ یہ حال اس وقت کا ہے جب کہ آپ میرے پیٹ میں تھے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ کام علم خدا میں مقدر اور مقرر ہو چکا ہے وہ اپنی قدرت سے یہ کام پورا کر کے ہی رہے گا۔ بہت ممکن ہے کہ یہ قول بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کا ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ فرمانِ خدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو اور مراد اس سے روح کا پھونکدینا ہو۔ جیسے فرمان ہے کہ عمران کی بیٹی مریم باعصمت بیوی تھیں۔ ہم نے اس میں روح پھونکی تھی اور آیت میں ہے وہ باعصمت عورت جس میں ہم نے اپنی روح پھونکدی۔ پس اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ تو ہو کر ہی رہے گا خدا تعالیٰ اس کا ارادہ کر چکا ہے۔ واللہ اعلم۔

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ

پھر انکے پیٹ میں لڑکا رہ گیا پھر اس حمل کو لئے ہوئے (اپنے گھر سے) کسی دور جگہ میں الگ چلی گئیں پھر دردِ زہ کے مارے کھجور کے درخت کی طرف آئیں

بقیہ صفحہ ۲۷) سکتا۔ دیکھئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں وہ فرشتے جو لوطؑ علیہ السلام" کی قوم پر عذاب لیکر جا رہے تھے انسان کی صورت ہی میں آئے تھے لیکن ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لئے کھانے کا انتظام کیا۔ تو انہوں نے کھانے سے صاف عذر کر دیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ فرشتے انسانی شکل میں آکر بھی انسانی اور بشری خصوصیات سے متصف نہیں ہوتے۔ اسلئے معاذ اللہ حضرت جبرئیل انسانی صورت میں آکر بھی کوئی انسانوں کا سا فعل (مجامعت) نہیں کر سکتے کہ یہ روایت واہیات اور قطعاً ناقابل اعتبار ہے۔

قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾

(مگر اگر) کہنے لگیں کاش میں اس (حالت) سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور ایسی نیست و نابود ہوجاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتی۔

دردِ زہ اور رسوائی کا خطرہ

منقول ہے کہ جب آپ فرمانِ خدا سن چکیں اور اس کے آگے گردن جھکا دی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کے کرتے کے گریبان میں پھونک ماری جس سے انھیں بحکمِ خدا حمل ٹھہر گیا۔ اب تو سخت گھبرائیں اور یہ خیال کلیجہ مسوسنے لگا کہ میں لوگوں کو کیا منہ دکھاؤں گی؟ لاکھ اپنی براءت پیش کروں لیکن اس انوکھی بات کو کون مانے گا؟ اسی گھبراہٹ میں آپ تھیں کسی سے یہ واقعہ بیان نہیں کیا تھا۔ ہاں جب آپ اپنی خالہ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کے پاس گئیں تو وہ آپ سے معانقہ کر کے کہنے لگیں بچی خدا کی قدرت سے اور تمہارے خالو کی دعا سے میں اس عمر میں حاملہ ہوگئی ہوں۔ آپ نے فرمایا خالہ جان میرے ساتھ یہ واقعہ گزرا اور میں بھی اپنے تئیں اسی حالت میں پاتی ہوں چونکہ یہ گھرانا نبی کا گھرانا تھا وہ قدرتِ خدا پر اور صداقتِ مریم پر ایمان لائیں اب سے یہ حالت تھی کہ جب کبھی یہ دونوں پاک عورتیں ملاقات کرتیں تو خالہ صاحبہ یہ محسوس فرمائیں کہ گویا ان کا بچہ بھانجی کے بچے کے سامنے جھکتا ہے اور اس کی عزت کرتا ہے۔ ان کے مذہب میں یہ جائز بھی تھا۔ اسی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اور آپ کے والد نے آپ کو سجدہ کیا تھا اور خدا نے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن ہماری شریعت میں یہ تعظیم اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہوگئی اور کسی دوسرے کو سجدہ کرنا حرام ہوگیا۔ کیونکہ یہ تعظیم خدا کے خلاف[ع۵] ہے۔ اس کی جلالت کے شایان شان نہیں۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ خالہ زاد بھائی تھے دونوں ایک ہی وقت حمل میں تھے۔ حضرت یحییٰ کی والدہ اکثر حضرت مریم سے فرماتی تھیں کہ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرا بچہ تیرے بچے کے سامنے سجدہ کرتا ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں اس سے حضرت عیسیٰؑ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ خدا نے آپ کے ہاتھوں اپنے حکم سے مُردوں کو زندہ کیا۔ اور مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو بھلا چنگا کر دیا۔ جمہور کا قول تو یہ ہے کہ آپ نو مہینے تک حمل میں رہے۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں آٹھ ماہ تک اسی لئے آٹھ ماہ کے حمل کا بچہ عموماً زندہ نہیں رہتا۔ ابن عباس فرماتے ہیں حمل کے ساتھ ہی بچہ ہوگیا۔ یہ قول غریب ہے۔ ممکن ہے آپ نے آیت کے ظاہری الفاظ سے یہ سمجھا ہو۔ کیونکہ حمل کا الگ ہونے کا اور دردِ زہ کا ذکر ان آیتوں میں "ف" کے ساتھ ہے اور "ف" تعقیب کے لئے آتی ہے لیکن تعقیب ہر چیز کی اس کے اعتبار سے ہوتی ہے جیسے عام انسانوں کی پیدائش کا حال آیتِ قرآن وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ الخ میں ہوا ہے کہ ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا پھر اُسے بصورتِ نطفہ رحم میں ٹھہرایا۔ پھر نطفے کو پھٹکی بنائی۔ پھر اس پھٹکی کو لوتھڑا بنایا پھر اس لوتھڑے میں ہڈیاں پیدا کیں۔ یہاں بھی دو جگہ "ف" ہے اور یہ بھی تعقیب کے لئے۔ لیکن حدیث سے ثابت ہے کہ ان دونوں حالتوں میں چالیس دن کا فاصلہ ہوتا ہے۔ قرآن کریم کی اور آیت میں ہے اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً الخ کیا تو نے نہیں دیکھا؟ کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برساتا ہے۔ پس زمین سرسبز ہوجاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ پانی برسنے کے بہت بعد سبزہ اُگتا ہے حالانکہ "ف" یہاں بھی ہے۔ پس تعقیب ہر چیز کی اس چیز کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ سیدھی سی بات تو یہ ہے کہ عورتوں کی عام عادت کے مطابق آپ نے حمل کا زمانہ پورا گزارا مسجد میں ہی مسجد کے خادم ایک صاحب اور تھے جن کا نام یوسف نجار تھا۔ انہوں نے جب حضرت مریم علیہا السلام کا یہ حال دیکھا تو دل میں کچھ شک سا پیدا ہوا۔ لیکن حضرت مریم کے زہد و اتقا عبادت و ریاضت، خدا ترسی اور حق بینی کو خیال کرتے ہوئے انہوں نے یہ وسوسہ دل سے دور کرنا چاہا لیکن جوں جوں دن گذرتے گئے حمل کا اظہار ہوتا گیا۔ اب تو خاموش نہ رہ سکے ایک دن باادب کہنے لگے کہ مریم میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں ناراض نہ ہونا۔ بھلا بغیر بیج کے کسی درخت کا ہونا۔ بغیر دانے کے کھیت کا ہونا۔ بغیر باپ کے بچے کا ہونا ممکن بھی ہے؟ آپ ان کے مطلب کو سمجھ گئیں اور جواب دیا کہ یہ سب ممکن ہے۔ سب سے پہلے جو درخت خدائے تعالیٰ نے اُگایا وہ بغیر بیج کے تھا۔ سب سے پہلے جو

ع۵ افسوس کہ جس مذہب میں یہ سجدہ حرام ہوگیا اس کے نام لیوا زندوں کو ہی نہیں بلکہ مُردوں کو سجدہ کر رہے ہیں۔

کھیتی خدا نے اُگا ہی وہ بغیر دانے کے تھی، سب سے پہلے خدا نے آدم کو پیدا کیا وہ بے باپ کے تھے بلکہ بے ماں کے بھی۔ ان کی تو سمجھ میں آگیا اور حضرت مریم کو اور خدا کی قدرت کو نہ جھٹلا سکے اب حضرت صدیقہ نے جب دیکھا کہ قوم کے لوگ ان پر تہمت لگا رہے ہیں تو آپ ان سبکو چھوڑ چھاڑ کر دور دراز چلی گئیں۔ امام محمد بن اسحٰق فرماتے ہیں۔ جب حمل کے حالات ظاہر ہوگئے تو قوم نے پھبتیاں اور آوازے کسنے اور باتیں بنانی شروع کردیں، اور حضرت یوسف نجار جیسے صالح شخص پر یہ تہمت لگائی تو آپ ان سب سے کنارہ کش ہوگئیں۔ نہ کوئی انھیں دیکھے نہ آپ کسی کو دیکھیں جب دردِ زِہ اُٹھا تو آپ ایک کھجور کے درخت کی جڑ میں آبیٹھیں کہتے ہیں کہ یہ خلوت خانہ بیت المقدس کی مشرقی جانب کا حجرہ تھا۔ یہ بھی قول ہے کہ شام اور مصر کے درمیان جب آپ پہنچ چکی تھیں اُسوقت بچہ ہونے کا درد اُٹھنے لگے۔ اور قول ہے کہ بیت المقدس سے آپ آٹھ میل چلی گئی تھیں۔ اس بستی کا نام بیت لحم تھا۔ پہلے معراج کے واقعہ کے بیان میں ایک حدیث گزری ہے جس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش کی جگہ بھی بیت لحم تھا واللہ اعلم۔ مشہور بات بھی یہی ہے اور نصرانیوں کا تو اس پر اتفاق ہے اور اس حدیث میں بھی ہے اگر یہ صحیح ہو۔ اس وقت آپ موت کی تمنا کرنے لگیں۔ کیونکہ دین کے فتنے کے وقت یہ تمنا بھی جائز ہے۔ جانتی تھیں کہ کوئی انھیں سچا نہ کہے گا۔ ان کے بیان کردہ واقعہ کو ہر شخص غلط سمجھے گا دنیا آپ کو پریشان کردے گی اور عبادت و اطمینان میں خلل پڑے گا۔ ہر شخص برائی سے یاد کریگا اور لوگوں پر بُرا اثر پڑے گا۔ تو فرمانے لگیں کاش کہ میں اس حالت سے پہلے ہی اُٹھا لیجاتی۔ بلکہ کاش کہ میں پیدا ہی نہ کیجاتی۔ اس قدر شرم و حیا دامنگیر ہوئی کہ آپ نے اس تکلیف پر موت کو ترجیح دی اور تمنا کی کہ کاش کہ میں کھوئی ہوئی اور یاد سے اُتری ہوئی چیز ہوجاتی کہ نہ کوئی یاد کرے نہ ڈھونڈے نہ ذکر کرے۔ حدیثوں میں موت مانگنے کی ممانعت وارد ہے۔ ہم نے ان روایتوں کو آیت تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا الخ کی تفسیر میں بیان کردیا ہے۔

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾ وَهُزِّيْٓ

پھر جبرئیل نے انکے (اس) پائیں (مکان) سے پکارا کہ تم مغموم مت ہو۔ تمہارے رب نے تمہارے پائیں میں ایک نہر پیدا کردی ہے اور اس کھجور کے

اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا

تنہ کو (پکڑ کر) اپنی طرف کو ہلاؤ اس سے تم پر خرمائے تر و تازہ جھڑیں گے پھر (اس پھل کو) کھاؤ اور (وہ پانی) پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو پھر اگر تم

تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ

آدمیوں میں سے کسی کو بھی (اعتراض کرتا) دیکھو تو کہدینا میں نے تو اللہ کے واسطے روزے کی منت مان لی رکھی ہے سو آج میں کسی آدمی سے نہیں

اِنْسِيًّا ﴿۲۶﴾ ع

بولوں گی۔

خدائے قادر کی طرف سے تسلّی آمیز ارشاد

مِنْ تَحْتِهَا کی دوسری قرأت مَنْ تَحْتَهَا بھی ہے یہ خطاب کرنے والے حضرت جبرئیلؑ تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کا تو پہلا کام وہی تھا جو آپ نے اپنی والدہ کی براءت دیا کدامنی میں لوگوں کے سامنے کیا تھا۔ اس وادی کے نیچے کے کنارے سے اس گھبراہٹ اور پریشانی کے عالم میں حضرت جبرئیلؑ نے یہ تشفی دی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہی کہی تھی

عـــہ حالانکہ ابھی ذکر ہوا کہ ان کو خود حضرت مریم کے اس حمل پر شبہ تھا عـــہ ابن کثیر یہ اس لئے تاویل کر رہے ہیں کہ شریعت میں موت کی تمنا اور دعا ہرگز جائز نہیں صرف کسی دینی فتنہ سے بچنے کے لئے موت کی دعا کیجا سکتی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ اس تاویل کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ پریشانی کے ادقات میں اس طرح کی دعا، بے اختیار زبان پر آہی جاتی ہے۔

آواز آئی کہ غمگین نہ ہو۔ تیرے قدموں تلے تیرے رب نے صاف شفاف شیریں پانی کا چشمہ جاری کر دیا ہے یہ پانی تم پی لو۔ ایک قول یہ ہے کہ اس چشمے سے مراد خود حضرت عیسیٰؑ ہیں۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ چنانچہ اس پانی کے ذکر کے بعد ہی کھانے کا ذکر ہے کہ کھجور کے اس درخت کو ہلاؤ، اس میں سے تر و تازہ کھجوریں جھڑیں گی، وہ کھاؤ۔ کہتے ہیں یہ درخت سوکھا پڑا ہوا تھا۔ اور یہ قول بھی ہے کہ پھلدار تھا بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت وہ درخت کھجوروں سے خالی تھا لیکن آپ کے ہلاتے ہی اس میں سے قدرتِ خدا سے کھجوریں جھڑنے لگیں۔ کھانا پینا سب کچھ موجود ہو گیا اور اجازت بھی دے دی۔ فرمایا کھا پی اور دل کو مسرور رکھ۔ حضرت عمرو بن میمون کا فرمان ہے کہ نفاس والی عورتوں کے لئے تر کھجوروں اور خشک کھجوروں سے بہتر اور کوئی چیز نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کھجور کے درخت کا اکرام کرو۔ یہ اسی مٹی سے پیدا ہوا ہے۔ جس سے آدمؑ پیدا ہوئے تھے۔ اس کے سوا اور کوئی درخت نر مادہ ملکر نہیں پھلتا۔ عورتوں کی ولادت کے وقت تر کھجوریں کھلاؤ، نہ ملیں تو خشک ہی سہی۔ کوئی درخت اس سے بڑھکر خدا کے نزدیک مرتبے والا نہیں۔ اسی لئے اس کے نیچے حضرت مریمؑ کو اُتارا۔ یہ حدیث بالکل منکر ہے تُسَاقِطْ کی دوسری قرأت تَسَّاقَطْ اور تُسْقِطْ بھی ہے۔ مطلب تمام قرأتوں کا ایک ہی ہے پھر ارشاد ہوا کسی سے بات نہ کرنا۔ اشارے سے سمجھا دینا کہ میں آج روزے سے ہوں۔ یا تو مراد یہ ہے کہ اُن کے روزے میں کلام ممنوع تھا۔ یا یہ کہ میں نے بولنے سے ہی روزہ رکھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس دو شخص آئے۔ ایک نے تو سلام کیا۔ دوسرے نے نہ کیا۔ آپ نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے؟ لوگوں نے کہا اس نے قسم کھائی ہے کہ آج یہ کسی سے بات نہ کرے گا۔ آپ نے فرمایا اسے توڑ دے، سلام کلام شروع کر۔ یہ تو صرف حضرت مریمؑ کے لئے ہی تھا۔ کیونکہ خدا کو آپ کی صداقت و کرامت ثابت کرنی منظور تھی۔ اس لئے اسے عذر بنا دیا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن زید کہتے ہیں۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ گھبرائیو نہیں۔ تو آپ نے کہا میں کیسے نہ گھبراؤں خاوند والی میں نہیں، کسی کی ملکیت کی لونڈی باندی میں نہیں۔ مجھے دنیا نہ کہے گی کہ یہ بچہ کیسے ہوا؟ میں لوگوں کے سامنے کیا جواب دے سکوں گی؟ کونسا عذر پیش کر سکوں گی ہائے کاش کہ میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی۔ کاش کہ میں نسیاً منسیا ہو گئی ہوتی۔ اس وقت حضرت عیسیٰؑ نے کہا اماں! آپ کو کسی سے بولنے کی ضرورت نہیں، میں خود ان سب سے نمٹ لوں گا۔ آپ تو انھیں صرف یہ سمجھا دینا کہ آج آپ نے چپ رہنے کی نذر کر لی ہے۔

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۭ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَـيْـــًٔـا فَرِيًّا ﴿۲۷﴾ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ

پھر وہ اس کو گود میں لئے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں۔ لوگوں نے کہا اے مریمؑ تم نے بڑے غضب کا کام کیا۔ اے ہارون کی بہن

مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿۲۸﴾ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۭ قَالُوْا

تمہارے باپ کوئی بڑے آدمی نہ تھے اور نہ تمہاری ماں بدکار تھیں۔ پس مریمؑ نے بچے کی طرف اشارہ کر دیا

كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ ڣ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ

وہ لوگ کہنے لگے کہ بھلا ہم ایسے شخص سے کیونکر باتیں کریں جو ابھی گود میں بچہ ہی ہے۔ وہ بچہ (خود ہی) بول اٹھا کہ میں اللہ کا (خاص) بندہ ہوں اس نے مجھ کو کتاب

وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴿۳۰﴾ لا وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۠ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ

(یعنی انجیل) دی اور اس نے مجھ کو نبی بنایا (یعنی بنا دے گا) اور مجھ کو برکت والا بنایا میں جہاں کہیں بھی ہوں اور اس نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا

مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿۳۱﴾ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِيْ ۡ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿۳۲﴾ وَالسَّلٰمُ

جب تک میں (دنیا میں) زندہ رہوں اور مجھ کو میری والدہ کا خدمت گزار بنایا اور اس نے مجھ کو سرکش بدبخت نہیں بنایا اور مجھ پر (اللہ کی جانب سے)

عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿۳۳﴾

سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز مروں گا اور جس روز (قیامت) میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔

دنیا میں سب سے پہلا بولنے والا بچہ

حضرت مریمؑ نے خدا کے اس حکم کو بھی تسلیم کرلیا۔ اور اپنے بچے کو گود میں لئے ہوئے لوگوں کے پاس آئیں۔ دیکھتے ہی ہر ایک انگشت بدنداں رہ گیا اور ہر منہ سے نکل گیا کہ مریمؑ تو نے تو بڑا ہی بُرا کام کیا۔ نوف بکالی کہتے ہیں کہ لوگ حضرت مریم کی جستجو میں نکلے تھے۔ لیکن خدا کی شان کہیں انھیں کھوج ہی نہ ملا۔ راستے میں ایک چرواہا ملا۔ اس سے پوچھا کہ ایسی ایسی عورت کو تو نے کہیں جنگل میں دیکھا ہے؟ اُس نے کہا نہیں۔ لیکن میں نے رات کو ایک عجیب بات یہ دیکھی کہ میری یہ تمام گائیں اس وادی کیطرف سجدے میں گر گئیں۔ عـ۵ میں نے اس سے پہلے کبھی ایسا واقعہ دیکھا نہیں اور میں نے اپنی آنکھوں دیکھا ہے کہ اس طرف ایک نور نظر آرہا تھا۔ وہ اس کی نشان دہی پر جارہے تھے جو سامنے سے حضرت عیسٰیؑ کی والدہ بچے کو لئے ہوئے آتی دکھائی دے گئیں۔ انھیں دیکھکر آپ وہیں اپنے بچے کو گود میں لئے ہوئے بیٹھ گئیں۔ ان سبھوں نے آپ کو گھیر لیا۔ اور باتیں بنانے لگے۔ ان کا یہ کہنا کہ اے ہارون کی بہن۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ حضرت ہارونؑ کی نسل سے تھیں یا آپکے گھرانے میں ہارون نامی ایک صالح شخص تھا اور اسی کی عبادت و ریاضت حضرت مریم صدیقہ کی تھی، اس لئے انھیں ہارون کی بہن کہا گیا۔ کوئی کہتا ہے ہارون نامی ایک بدکار شخص تھا اس لئے لوگوں نے طعن کی راہ سے انھیں اس کی بہن کہا ان سب اقوال سے بڑھ کر غریب قول ایک یہ بھی ہے کہ آپ حضرت ہارون و موسٰیؑ کی وہی سگی بہن ہیں جنھیں حضرت موسٰیؑ کی والدہ نے جب حضرت موسٰیؑ کو پیٹی میں ڈال کر دریا میں چھوڑا تھا تو اُن سے کہا تھا کہ تم اس طرح اس کے پیچھے پیچھے کنارے کنارے جاؤ کہ کسی کو خیال بھی نہ گذرے۔ یہ قول تو بالکل غلط معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ قرآن سے ثابت ہے کہ حضرت عیسٰیؑ بنی اسرائیل کے آخری نبی تھے۔ آپ کے بعد صرف ختم الانبیاء حضرت محمد مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی ہوئے ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ عیسٰی بن مریم سے سب سے زیادہ قریب میں ہوں اس لئے کہ مجھ میں اور ان کے درمیان میں کوئی نبی نہیں گزرا۔ پس اگر محمد بن کعب قرظی کا یہ قول کہ آپ حضرت ہارونؑ کی سگی بہن تھیں، ٹھیک ہو تو یہ ماننا پڑے گا کہ آپ حضرت سلیمانؑ اور حضرت داؤدؑ سے بھی پہلے تھے کیونکہ قرآن مجید میں موجود ہے کہ حضرت داؤدؑ حضرت موسٰیؑ کے بعد ہوئے ہیں۔ ملاحظہ ہو آیت اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى الخ۔ ان آیتوں میں حضرت داؤد کا واقعہ اور آپ کا جالوت کو قتل کرنا بیان ہوا ہے۔ اور لفظ موجود ہیں کہ یہ موسٰیؑ کے بعد کا واقعہ ہے انھیں جو غلط فہمی ہوئی ہے اس کی وجہ تورات کی وہ عبارت ہے جس میں ہے کہ جب حضرت موسٰیؑ مع بنی اسرائیل کے دریا سے پار ہو گئے اور فرعون اپنی قوم کے ساتھ ڈوب مرا۔ اس وقت مریم بنت عمران نے جو موسٰی اور ہارون کی بہن تھیں دف پر خدا کے شکر کے ترانے بلند کئے۔ آپ کے ساتھ اور عورتیں بھی تھیں۔ اس عبارت سے قرظی نے سمجھ لیا کہ یہی حضرت عیسٰیؑ کی والدہ ہیں حالانکہ یہ محض غلط ہے۔ ممکن ہے حضرت موسٰیؑ کی بہن کا نام بھی مریم ہو۔ لیکن یہ کہ یہی مریم حضرت عیسٰیؑ کی ماں تھیں اس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ یہ ناممکن ہے۔ ہو سکتا ہے کہ نام دونوں کا ایک ہو۔ ایک نام پر دوسرے نام رکھے جاتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں تو عادت تھی کہ وہ اپنے نبیوں ولیوں کے نام پر اپنے نام رکھتے تھے مسند احمد میں مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران بھیجا۔ وہاں مجھ سے بعض نصرانیوں نے پوچھا کہ تم يَآ اُخْتَ هٰرُوْنَ پڑھتے ہو۔ حالانکہ موسٰیؑ تو عیسٰیؑ سے بہت پہلے گذرے ہیں، مجھ سے تو کوئی جواب نہ بن پڑا۔ جب میں مدینے واپس آیا اور حضورؐ سے یہ ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تم نے انھیں اسی وقت کیوں نہ جواب دیدیا کہ وہ لوگ اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کے نام پر اپنے اور اپنی اولاد کے نام برابر رکھا کرتے تھے۔ صحیح مسلم شریف میں بھی یہ حدیث ہے۔ امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح غریب بتلاتے ہیں ایک مرتبہ حضرت کعب نے کہا تھا کہ یہ ہارون، موسٰیؑ کے بھائی ہارون نہیں۔ اس پر ام المومنین حضرت عائشہؓ نے انکار کیا تو آپ نے کہا کہ اگر تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہو تو ہمیں منظور ہے ورنہ تاریخی طور پر تو ان کے درمیان چھ سو سال کا فاصلہ ہے۔ یہ سن کر حضرت عائشہؓ خاموش ہو گئیں۔ اس تاریخ میں ہمیں قدرے تامل ہے۔ قتادہؒ فرماتے ہیں حضرت مریم کا گھرانا ہی نیک صالح اور دیندار تھا اور یہ دینداری برابر گویا وراثتہً چلی آرہی تھی۔

عـ۵ یہ روایت غلط ہے۔

بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں اور بعض گھرانے اس کے خلاف بھی ہوتے ہیں کہ اُوپر سے نیچے تک سب بدہی بد۔ یہ ہارون بڑے بزرگ آدمی تھے اس وجہ سے بنی اسرائیل میں ہارون نام رکھنے کا عام طور پر رواج ہو گیا تھا یہاں تک مذکور ہے کہ جس دن حضرت ہارون کا جنازہ نکلا ہے تو آپ کے جنازے میں اسی ہارون نام کے چالیس ہزار آدمی تھے۔ الغرض وہ لوگ ملامت کرنے لگے کہ تم سے یہ برائی کیسے سرزد ہو گئی تم تو نیک باپ کی بیٹی ہو، ماں باپ دونوں صالح سارا گھرانا پاک پھر تم نے یہ کیا حرکت کی؟ قوم کی یہ تلخ اور تیز باتیں سُن کر آپ نے حسب فرمان اپنے بچے کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس سے پوچھ لو۔ ان لوگوں کو تاؤ پر تاؤ آیا کہ دیکھو کیسا ڈھٹائی کا جواب دیتی ہے گویا ہمیں پاگل بنا رہی ہے بھلا گود کے بچے سے ہم کیا پوچھیں گے اور وہ ہمیں کیا بتائے گا؟ اتنے میں بن بلائے آپ بول اُٹھے کہ لوگو! میں خدا تعالےٰ کا ایک غلام ہوں سب سے پہلا کام حضرت عیسیٰ کا یہی ہے خدا کی تنزیہ اور تعظیم بیان کی اور اپنی غلامی اور بندگی کا اعلان کیا۔ خدا کی ذات کو اولاد سے پاک بتلایا بلکہ ثابت کر دیا کیونکہ اولاد غلام نہیں ہوتی۔ پھر اپنی نبوت کا اظہار کیا کہ مجھے اس نے ایک کتاب دی ہے اور مجھے اپنا نبی بنایا ہے۔ اس میں اپنی والدہ کی برأت بیان کی بلکہ دلیل بھی دیدی کہ میں تو خدا کا پیغمبر ہوں۔ رب نے مجھے اپنی کتاب بھی عنایت فرما دی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب لوگ آپ کی والدہ ماجدہ سے باتیں کر رہے تھے، آپ اس وقت دودھ پی رہے تھے جسے چھوڑ کر بائیں کروٹ سے ہو کر ان کی طرف توجہ فرما کر یہ جواب دیا کہتے ہیں اس قول کے وقت آپ کی اُنگلی اُٹھی ہوئی تھی اور ہاتھ مونڈھے تک اونچا تھا عکرمہ تو فرماتے ہیں مجھے کتاب دی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دینے کا ارادہ ہو چکا ہے یہ پورا ہو کر رہے گا۔ حضرت انس کہتے ہیں اسی وقت آپ کو یاد تھی سب سیکھے ہوئے ہی پیدا ہوئے تھے لیکن اس قول کی سند ٹھیک نہیں۔ میں جہاں بھی ہوں لوگوں کو بھلائی سکھانے والا انہیں نفع پہنچانے والا ہوں۔ ایک عالم اپنے سے بڑے عالم سے ملے اور دریافت کیا کہ مجھے اپنے کس عمل کے اعلان کی اجازت ہے؟ فرمایا بھلی بات کہنے اور بُری بات کے روکنے کی اس لئے کہ یہی اصل دین ہے۔ اور یہی انبیاء اللہ کا ورثہ ہے۔ یہی کام ان کے سپرد ہوتا رہا۔ پس اجتماعی مسئلہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ کی اس عام برکت سے مراد بھلائی کا حکم اور بُرائی سے روکنا ہے جہاں بیٹھتے اُٹھتے آتے جاتے یہ شغل برابر جاری رہتا کبھی خدا کی باتیں پہنچانے سے نہ رکتے۔ فرماتے ہیں مجھے حکم ملا ہے کہ زندگی بھر تک نماز و زکوٰۃ کا پابند رہوں۔ یہی حکم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا۔ ارشاد ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں لگا رہ۔ پس حضرت عیسیٰ نے بھی فرمایا کہ اس نے مجھ پر یہ دونوں کام میری زندگی کے آخری سانس تک لکھ دیئے ہیں۔ اس سے تقدیر کا ثبوت اور منکرینِ تقدیر کی تردید بھی ہو جاتی ہے۔ رب کی اطاعت کے اس حکم کے ساتھ ہی مجھے اپنی والدہ کی خدمت گزاری کا بھی حکم ملا ہے۔ عموماً قرآن میں یہ دونوں چیزیں ایک ساتھ بیان ہوتی ہیں۔ جیسے آیت وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور آیت اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ میں۔ اس نے مجھے گردن کش نہیں بنایا کہ میں اس کی عبادت سے یا والدہ کی اطاعت سے سرکشی اور تکبر کروں اور بدبخت بن جاؤں۔ کہتے ہیں جبار و شقی وہ ہے جو غصے میں آ کر خونریزی کر دے۔ فرماتے ہیں ماں باپ کا نافرمان وہی ہوتا ہے جو بدبخت اور گردن کش ہو۔ بدخلق وہی ہوتا ہے جو اکڑنے والا اور بننے والا ہو۔ مذکور ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے معجزوں کو دیکھ کر ایک عورت تعجب سے کہنے لگی۔ مبارک ہے وہ پیٹ جس میں تو نے پرورش پائی، اور مبارک ہے وہ سینہ جس سے تو نے دودھ پلایا۔ آپ نے جواب دیا مبارک ہے وہ جس نے کتاب اللہ کی تلاوت کی پھر تابعداری کی اور سرکش اور بدبخت نہ بنا۔ پھر فرماتے ہیں میری پیدائش کے دن میری موت کے دن اور پھر دوبارہ جی اُٹھنے کے دن مجھ پر سلامتی ہے۔ اس سے بھی آپ کی عبودیت اور منجملہ مخلوق کے ایک مخلوقِ خدا ہونا ثابت ہو رہا ہے کہ آپ مثل انسانوں کے عدم سے وجود میں آئے۔ پھر موت کا مزہ بھی چکھیں گے پھر قیامت کے دن دوبارہ اُٹھیں گے بھی۔ لیکن ہاں یہ تینوں موقعے خوب سخت اور کٹھن ہیں۔ آپ پر آسان اور سہل ہوں گے نہ کوئی گھبراہٹ ہوگی نہ پریشانی بلکہ امن چین اور سراسر سلامتی ہی سلامتی صَلَوٰتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ۔

ﻋﮧ یہ روایت غلط ہے۔

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿٣٤﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ

یہ ہیں عیسیٰ ابن مریمؑ میں بالکل سچی بات کہہ رہا ہوں جس میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں

يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٣٥﴾ وَاِنَّ

ہے کہ وہ کسی کو اولاد اختیار کرے وہ بالکل پاک ہے وہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو بس اس کو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے اور بے شک

اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٣٦﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ

اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے سو صرف اسکی عبادت کرو یہی (دین کا) سیدھا رستہ ہے پھر بھی مختلف گروہوں نے اس (بارے میں) باہم

مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٣٧﴾

اختلاف ڈال لیا سو ان کافروں کے لئے ایک بڑے دن کے آنے سے بڑی خرابی ہونے والی ہے

عیسیٰ ابن مریم

اللہ تعالیٰ اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے واقعہ میں جن لوگوں کا اختلاف تھا۔ ان میں جو بات صحیح تھی وہ اتنی ہی تھی جتنی ہم نے بیان فرما دی قَوْلَ کی دوسری قراءت قَوْلُ بھی ہے۔ ابن مسعودؓ کی قراءت میں قَالَ الْحَقَّ ہے قَوْلُ کا رفع زیادہ صحیح ہے۔ جیسے اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ الخ میں یہ بیان فرما کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے نبی تھے اور اس کے بندے۔ پھر اپنے نفس کی پاکیزگی بیان فرماتا ہے کہ خدا کی شان سے گری ہوئی بات ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ یہ جاہل ظالم جو افواہیں اڑا رہے ہیں ان سے خدائے تعالیٰ پاک اور دور ہے۔ وہ جس کام کو کرنا چاہتا ہے۔ اسے سامان اسباب کی ضرورت نہیں پڑتی فرما دیتا ہے کہ ہو جا۔ اسی وقت وہ کام اسی طرح ہو جاتا ہے۔ ادھر حکم ہوا ادھر موجود۔ جیسے فرمان ہے اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۔ یعنی حضرت عیسیٰؑ کی مثال خدا کے نزدیک مثل آدم کے ہے کہ اسے مٹی سے بنا کر فرما دیا ہو جا۔ اسی وقت وہ ہو گیا یہ بالکل سچ ہے اور خدا کا فرمان! تجھے اس میں کسی قسم کا شک نہ کرنا چاہیے۔ حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم سے یہ بھی فرمایا کہ میرا اور تم سب کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ تم سب اسی کی عبادت کرتے رہو سیدھی راہ جسے میں خدا کی جانب سے لے کر آیا ہوں، یہی ہے اس کی تابعداری کرنے والا ہدایت پر ہے اور اس کا خلاف کرنے والا گمراہی پر ہے یہ گفتگو بھی آپ ماں کی گود سے ہی کر رہے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کے اپنے بیان اور حکم کے خلاف بعد والوں نے لب کشائی کی۔ اور ان کے بارے میں مختلف پارٹیوں کی شکل میں یہ لوگ بٹ گئے چنانچہ یہود نے کہا کہ حضرت عیسیٰ نعوذ باللہ ولد الزنا ہیں خدا کی لعنتیں ان پر ہوں کہ انہوں نے خدا کے ایک بہترین رسولؑ پر بدترین تہمت رکھی، اور کہا کہ ان کا یہ کلام وغیرہ سب جادو کے کرشمے تھے۔ اسی طرح نصاریٰ بہک گئے کہنے لگے کہ یہ تو خود خدا ہے یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہی ہے۔ کسی نے کہا یہ خدا کا لڑکا ہے۔ کسی نے کہا تین خداؤں میں سے ایک ہے۔ ہاں ایک جماعت نے واقعہ کے مطابق کہا کہ آپ خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں یہ قول صحیح ہے۔ اہل اسلام کا عقیدہ حضرت عیسیٰؑ کی نسبت یہی ہے اور یہی تعلیم خداوندی ہے کہتے ہیں کہ بنو اسرائیل جمع ہوئے اور اپنے میں سے انہوں نے چار ہزار آدمی چھانٹے۔ ہر قوم نے اپنا اپنا ایک عالم پیش کیا یہ واقعہ حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھ جانے کے بعد کا ہے۔ یہ لوگ آپس میں مختلف ہوئے۔ ایک تو کہنے لگا یہ خود خدا تھا جب تک اس نے چاہا زمین پر رہا جسے چاہا جلایا، جسے چاہا مارا، پھر آسمان پر چلا گیا۔ اس گروہ کو یعقوبیہ کہتے ہیں۔ لیکن اور تینوں نے اسے جھٹلایا اور کہا تو نے جھوٹ کہا اب دو نے تیسرے سے کہا اچھا تو کہہ تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا وہ خدا کے بیٹے تھے اس جماعت کا نام نسطوریہ پڑا۔ دو جو رہ گئے انہوں نے کہا تو نے بھی غلط کہا ہے پھر ان دو میں سے ایک نے کہا تم کہو! اس نے کہا میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہ تین میں سے ایک ہیں۔ ایک تو اللہ جو معبود ہے دوسرے یہ جو معبود ہیں تیسرے ان کی والدہ جو معبودہ ہیں۔ یہ اسرائیلیہ گروہ ہوا اور یہی نصرانیوں کے بادشاہ تھے علیہم لعائن اللہ۔ چوتھے نے کہا تم سب جھوٹے ہو حضرت عیسیٰؑ خدا کے بندے اور رسول تھے خدا ہی کا کلمہ تھے اور اس کے پاس کی بھیجی ہوئی روح۔ یہ لوگ مسلمان کہلائے اور یہی سچے تھے۔ ان میں سے جس کے تابع جو تھے وہ اسی کے قول پر جم گئے

اور آپس میں خوب اختلاف اور جھگڑے ہوئے چونکہ سچے اسلام والے ہر زمانے میں تعداد میں کم ہوتے ہیں ان پر یہ ملعون چھا گئے انہیں دبا لیا انھیں مارنا پیٹنا اور قتل کرنا شروع کر دیا۔ اکثر مورخین کا بیان ہے کہ قسطنطین بادشاہ نے تین بار عیسائیوں کو جمع کیا، آخری مرتبہ کے اجتماع میں انکے دو ہزار ایک سو ستر علماء جمع ہوئے تھے لیکن یہ سب آپس میں حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں مختلف الخیال تھے۔ سو کچھ کہتے تھے تو ستر اور ہی کچھ کہتے تھے پچاس کچھ اور ہی کہہ رہے تھے۔ ساٹھ کا عقیدہ کچھ اور ہی تھا، ہر ایک کا خیال دوسرے کے خلاف تھا۔ سب سے بڑی جماعت تین سو ساٹھ کی تھی، بادشاہ نے اس طرف کثرت دیکھکر اکثریت کا ساتھ دیا۔ مصلحت ملکی اسی میں تھی کہ اس کثیر گروہ کی طرفداری کی جائے۔ پس اس کی پالیسی نے اسے اسی طرف متوجہ کر دیا اور اس نے باقی سب لوگوں کو نکلوا دیا اور ان کے لئے امانت کبریٰ کی رسم ایجاد کی جو در اصل سب سے زیادہ خیانت ہے۔ اب مسائل شرعیہ کی کتابیں ان علماء سے لکھوائیں اور بہت سی رسومات ملکی اور ضروریات شہری کو شرعی صورت میں ان میں داخل کر لیا بہت سی نئی نئی باتیں ایجاد کیں۔ اور اصلی دین مسیحی کی صورت کو مسخ کر کے ایک مجموعہ مرتب کرایا اور اسے لوگوں میں قانوناً رائج کر دیا اور اس وقت سے دین مسیحی یہی سمجھا جانے لگا۔ جب اس پر ان سب کو رضامند کر لیا تو اب ہر طرف گرجے اور عبادت خانے بنوائے اور وہاں ان علماء کو بٹھایا اور ان کے ذریعہ سے اس اپنی نوزائیدہ مسیحیت کو پھیلانے کی کوشش میں لگ گیا۔ شام میں جزیرہ میں روم میں تقریباً بارہ ہزار ایسے مکانات اس کے زمانے میں تعمیر کرائے گئے اس کی ماں ہیلانہ نے جس جگہ سولی گڑی ہوئی تھی۔ وہاں ایک قبر بنوا دیا اور اس کی باقاعدہ پرستش شروع ہو گئی اور سب نے یقین کر لیا کہ حضرت عیسیٰ سولی پر چڑھ گئے حالانکہ ان کا قول غلط ہے خدا نے اپنے اس معزز بندے کو اپنی جانب سے آسمان پر اٹھا لیا ہے یہ ہے عیسائی مذہب کے اختلاف کی ہلکی سی مثال۔ ایسے لوگ جو خدا پر جھوٹ افترا باندھیں اس کی اولاد اور شریک وساجھی ثابت کریں گو وہ دنیا میں مہلت پا لیں۔ لیکن اس عظیم الشان دن ان کی ہلاکت انھیں ہر طرف سے گھیر لے گی، اور برباد ہو جائیں گے۔ اللہ تعالےٰ اپنے نافرمانوں کو جلدی عذاب نہ کرے لیکن بالکل چھوڑتا بھی نہیں۔ صحیحین کی حدیث میں ہے۔ اللہ تعالےٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے لیکن جب اس کی پکڑ نازل ہوتی ہے تو پھر کوئی جائے پناہ باقی نہیں رہتی یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت قرآن وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ تلاوت فرمائی۔ یعنی تیرے رب کی پکڑ کا طریقہ ایسا ہی ہے۔ جب وہ کسی ظلم سے لبریز بستی کو پکڑتا ہے۔ یقین مانو کہ اس کی پکڑ نہایت المناک اور بہت سخت ہے۔ بخاری ومسلم کی اور حدیث میں ہے کہ ناپسندیدہ باتوں کو سن کر صبر کرنے والا خدا سے زیادہ کوئی نہیں لوگ اس کی اولاد بتلاتے ہیں اور وہ انھیں روزیاں دے رہا ہے اور عافیت بھی۔ خود قرآن فرماتا ہے وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْتُهَا وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ بہت سی بستیوں والے وہ ہیں جن کے ظالم ہونے کے باوجود میں نے انھیں ڈھیل دی پھر پکڑ لیا آخر لوٹنا تو میری ہی جانب ہے اور آیت میں ہے کہ ظالم لوگ اپنے اعمال سے خدا کو غافل نہ سمجھیں۔ انھیں جو مہلت ہے وہ اس دن تک ہے جس دن آنکھیں اوپر کو چڑھ جائیں گی۔ یہی فرمان یہاں بھی ہے کہ ان پر اس بہت بڑے دن کی حاضری نہایت سخت دشوار ہوگی۔ صحیح حدیث میں ہے جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ ایک ہی ہے وہی معبود برحق ہے اس کے سوا لائق عبادت اور کوئی نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بندے اور رسول ہیں۔ اور یہ کہ حضرت عیسیٰؑ خدا تعالےٰ کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جسے اس نے حضرت مریم کی طرف ڈالا تھا۔ اور اس کے پاس کی بھیجی ہوئی روح ہیں اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے۔ اس کے خواہ کیسے ہی اعمال ہوں اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت میں پہنچائے گا۔

أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا لَٰكِنِ الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۸﴾

جس روز یہ لوگ (حساب وجزا کے لئے) ہمارے پاس آویں گے کیسے کچھ شنوا اور بینا ہو جاویں گے لیکن یہ ظالم آج (دنیا میں) کیسی صریح غلطی میں ہیں

وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا

اور آپ ان لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرایئے جبکہ (جنت دوزخ کا) اخیر فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ لوگ (آج دنیا میں) ہیں اور وہ

يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾

لوگ ایمان نہیں لاتے　(لیکن آخر ایک دن مریں گے اور) تمام زمین اور زمین کے رہنے والوں کے ہم ہی وارث (یعنی آخر مالک) رہ جاویں گے

کوئی باقی نہ رہے گا

ارشاد ہے کہ گو آج دنیا میں یہ کفار آنکھیں بند کئے ہوئے اور کان بند کئے ہوئے ہیں لیکن قیامت کے دن ان کی آنکھیں خوب روشن ہو جائیں گی۔ اور کان بھی خوب کھل جائیں گے جیسے فرمان خدا ہے وَلَوْ تَرٰى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا الخ کاش کہ تو دیکھتا جب یہ گنہگار لوگ اپنے رب کے سامنے شرمسار سرنگوں کھڑے ہوئے کہہ رہے ہوں گے کہ خدایا ہم نے دیکھا سنا الخ پس اس دن نہ دیکھنا کام آئے نہ سننا، نہ حسرت و افسوس کرنا نہ واویلا کرنا اگر یہ لوگ اپنی آنکھوں اور اپنے کانوں سے دنیا میں کام لیکر دین خدا کو مان لیتے تو آج انہیں حسرت و افسوس نہ کرنا پڑتا۔ اسدن آنکھیں کھولیں گے اور آج اندھے بہرے بنے پھرتے ہیں نہ ہدایت کو طلب کرتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔ نہ بھلی باتیں سنتے ہیں نہ مانتے ہیں۔ مخلوق کو اس حسرت والے دن سے خبردار کر دیجئے۔ جبکہ تمام کام فیصل کر دئے جائیں گے جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں بھیج دئے جائیں گے۔ اس حسرت و ندامت کے دن سے یہ آج غافل ہو رہے ہیں۔ بلکہ ایمان و یقین بھی نہیں رکھتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں چلے جانے کے بعد موت کو ایک بھیڑئیے کی شکل میں لایا جائیگا اور جنت دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا۔ پھر اہل جنت سے پوچھا جائے گا کہ اسے جانتے ہو؟ وہ دیکھکر کہینگے کہ ہاں یہ موت ہے۔ دوزخیوں سے بھی یہی سوال ہوگا اور وہ بھی یہی جواب دیں گے۔ اب حکم ہوگا اور موت کو ذبح کر دیا جائے گا اور ندا کر دی جائے گی کہ اے اہل جنت تمہارے لئے ہمیشگی ہے موت نہیں اے اہل جہنم تمہارے لئے بھی ہمیشگی ہے اور موت نہیں۔ پھر حضور نے یہی آیت وَاَنْذِرْهُمْ الخ تلاوت فرمائی۔ اور آپ نے اشارہ کیا اور فرمایا اہل دنیا غفلت دنیا میں ہیں (مسند امام احمد) ابن مسعودؓ نے ایک واقعہ طویل بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہر شخص اپنے دوزخ اور جنت کے گھر کو دیکھ رہا ہوگا وہ دن ہی حسرت و افسوس کا ہے جہنمی اپنے جنتی گھر کو دیکھ رہا ہوگا اور اس سے کہا جاتا ہوگا کہ اگر تم عمل کرتے تو تمہیں یہ جگہ ملتی وہ حسرت و افسوس کرنے لگینگے ادھر جنتیوں کو انکا جہنم کا گھر دکھا کر فرمایا جائے گا کہ اگر اللہ کا احسان تم پر نہ ہوتا تو تم یہاں ہوتے۔ اور روایت میں ہے کہ موت کو ذبح کر کے جب ہمیشگی کی آواز لگا دی جائے گی اسوقت جنتی تو اسقدر خوش ہوں گے کہ اگر خدا نہ بچائے تو مارے خوشی کے مر جائیں اور جہنمی اسقدر رنجیدہ ہو کر چیخیں گے کہ اگر موت ہوتی تو ہلاک ہو جائیں۔ پس اس آیت کا یہی مطلب ہے۔ یہ وقت حسرت بھی ہوگا۔ اور کام کے خاتمے کا وقت بھی یہی ہوگا پس یوم الحسرت بھی قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے چنانچہ اور آیت میں ہے اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ الخ پھر بتلایا کہ خالق مالک متصرف اللہ ہی ہے سب اسی کی ملکیت ہے اور سب فنا ہے۔ باقی صرف اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ ہی ہے کوئی ملکیت اور تصرف کا سچا دعویدار بجز اس کے نہیں تمام خلق کا وارث حاکم وہی ہے اس کی ذات ظلم سے پاک ہے۔ شاہ اسلام امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عبد الحمید بن عبد الرحمٰن کو کوفے میں خط لکھا جس میں لکھا حمد و صلوٰۃ کے بعد اللہ نے روز اول سے ہی ساری مخلوق پر فنا لکھدی ہے۔ سب کو اس کی طرف پہنچنا ہے۔ اس نے اپنی نازل کردہ اس سچی کتاب میں جسے اپنے علم سے محفوظ کئے ہوئے ہے اور جس کی نگہبانی اپنے فرشتوں سے کرا رہا ہے لکھدیا ہے کہ زمین کا اور اس کے اوپر جو ہیں۔ انکا وارث وہی ہے اور اسی کی طرف سب لوٹائے جائیں گے۔

۵ے وارث وہی ہوتا ہے جو مرنے والے کے بعد زندہ رہتا ہے اور مرنے والے کی تمام چھوڑی ہوئی چیزوں کا مالک ہوتا ہے تو خدا تعالےٰ کے وارث ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تم سب ختم ہو جاؤ گے اور دنیا یونہی چھوڑ کر چلے جاؤ گے ہم ہی باقی رہیں گے اور ہمارے سوا کوئی نہ ہوگا۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ

اور یہ سب ہمارے ہی پاس لوٹائے جاوینگے۔ اور اس کتاب میں ابراہیم کا (قصہ) ذکر کیجیے۔ وہ بڑے راستی والے پیغمبر تھے۔ جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے (جو کہ مشرک تھا) کہا کہ اے

لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَـيْـــًٔا ﴿۴۲﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّىْ قَدْ جَاۗءَنِيْ

میرے باپ تم ایسی چیز کی کیا عبادت کرتے ہو جو نہ کچھ سنے اور نہ کچھ دیکھے اور نہ تمہارے کچھ کام آ سکے۔ اے میرے باپ میرے پاس ایسا علم پہنچا ہے جو

مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ

تمہارے پاس نہیں آیا تو تم میرے کہنے پر چلو میں تم کو سیدھا رستہ بتلاؤں گا اے میرے باپ تم شیطان

الشَّيْطٰنَ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ

کی پرستش مت کرو بے شک شیطان رحمٰن کی نافرمانی کرنے والا ہے اے میرے باپ میں اندیشہ کرتا ہوں کہ تم پر رحمٰن کی طرف سے

عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾

کوئی عذاب نہ آ پڑے پھر تم (عذاب میں) شیطان کے ساتھی ہو جاؤ۔

قصۂ ابراہیم علیہ السلام

مشرکین مکہ جو بت پرست ہیں اور اپنے آپ کو خلیل خدا کا متبع خیال کرتے ہیں ان کے سامنے اے نبی خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان کیجئے۔ اس سچے نبی نے اپنے باپ کی بھی پرواہ نہ کی اور اس کے سامنے بھی حق کو واضح کر دیا اور اسے بت پرستی سے روکا۔ صاف کہا کہ کیوں بتوں کی پوجا پاٹ کر رہے ہو جو نہ نفع پہنچا سکیں نہ ضرر۔ فرمایا کہ میں بیشک آپ کی اولاد ہوں۔ لیکن خدائی علم جو میرے پاس ہے آپ کے پاس نہیں آپ میری اتباع کیجئے۔ میں آپ کو راہ راست دکھاؤں گا۔ برائیوں سے بچا کر بھلائیوں میں پہنچا دوں گا۔ ابا جی یہ بت پرستی تو شیطان کی تابعداری ہے وہی اس کی راہ سجھاتا ہے۔ اور وہی اس سے خوش ہوتا ہے جیسے سورۂ یاسین میں ہے اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ الخ اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ اے انسانوں کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور آیت میں ہے اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا الخ یہ لوگ تو عورتوں کو پکارتے ہیں اور خدا کو چھوڑتے ہیں۔ دراصل یہ سرکش شیطان کے پکارنے والے ہیں آپ نے فرمایا شیطان خدا کا نافرمان ہے مخالف ہے۔ اس کی فرمانبرداری سے تکبر کرنے والا ہے اس وجہ سے راندۂ درگاہ ہوا ہے۔ اگر تو نے بھی اس کی اطاعت کی تو وہ اپنی حالت پر تجھے بھی پہنچا دے گا۔ ابا جان آپ کے اس شرک و عصیان کی وجہ سے مجھے تو خوف ہے کہ کہیں آپ پر خدا کا کوئی عذاب نہ آ جائے اور آپ شیطان کے دوست اور اس کے ساتھی نہ بن جائیں اور خدا کی مدد اور اس کا ساتھ آپ سے چھوٹ نہ جائے۔ دیکھو شیطان خود بیکس بے بس ہے۔ اس کی تابعداری آپ کو بری جگہ پہنچا دیگی جیسے فرمان باری ہے تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ؀ یعنی یہ یقینی اور قسمیہ بات ہے کہ تجھ سے پہلے کی امتوں کی طرف بھی ہم نے رسول بھیجے لیکن شیطان نے ان کی بداعمالیاں انھیں مزین کر کے دکھلائیں اور وہی ان کا ساتھی بن گیا لیکن کام کچھ نہ آیا اور قیامت کے دن عذاب الیم میں پھنس گئے۔

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ

باپ نے جواب دیا کہ کیا تم معبودوں سے پھرے ہوئے ہو اے ابراہیم اگر تم باز نہ آئے تو میں ضرور تمکو پتھروں سے سنگسار کر دوں گا اور ہمیشہ ہمیشہ

مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾ وَ

کے لئے مجھ سے برکنار رہو۔ (ابراہیم) نے کہا میرا سلام لو، میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت کی درخواست کروں گا بیشک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے۔ اور

وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَأَدْعُو رَبِّي عَسَىٰ أَلَّا أَكُونَ بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيًّا ﴿۴۸﴾

میں تم لوگوں سے اور جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کر رہے ہو ان سے کنارہ کرتا ہوں اور اپنے رب کی عبادت کروں گا امید ہے کہ اپنے رب کی عبادت کر کے محروم نہ رہوں گا۔

آذر کی بدنصیبی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس طرح سمجھانے پر ان کے باپ نے جو جہالت کا جواب دیا وہ بیان ہو رہا ہے کہ اس نے کہا ابراہیم تو میرے معبودوں سے بیزار ہے۔ ان کی عبادت سے تجھے انکار ہے۔ اچھا سن رکھ اگر تو اپنی اس حرکت سے باز نہ آیا اور انھیں برا کہتا رہا اور ان کی عیب جوئی کرتا رہا انھیں گالیاں دیتا رہا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا مجھے تو تکلیف نہ دے نہ مجھ سے کچھ کہہ یہی بہتر ہے کہ تو سلامتی کے ساتھ مجھ سے الگ ہو جا ورنہ میں تجھے سخت سزا دوں گا۔ مجھ سے تو تو اب ہمیشہ کے لئے الگ ہو گیا۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا اچھا خوش رہو۔ میری طرف سے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی کیونکہ آپ میرے والد ہیں۔ بلکہ میں خدا تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ وہ آپ کو نیک توفیق دے اور آپ کے گناہ بخشے۔ مومنوں کا یہی شیوہ ہوتا ہے کہ وہ جاہلوں سے بھڑتے نہیں جیسے کہ قرآن میں ہے وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا جاہلوں سے جب ان کا خطاب ہوتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ سلام۔[1] اور آیت میں ہے کہ لغو باتوں سے وہ منہ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ تم کہ ہمارے اعمال ہمارے ساتھ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ۔ تم پر سلام ہو۔[2] ہم جاہلوں کے درپے نہیں ہوتے۔ پھر فرمایا کہ میرا رب میرے ساتھ بہت مہربان ہے اسی کی مہربانی ہے کہ مجھے ایمان و اخلاص کی ہدایت کی۔ مجھے اس سے اپنی دعا کی قبولیت کی امید ہے۔ اسی وعدے کے مطابق آپ[3] ان کے لئے بخشش طلب کرتے رہے۔ شام کی ہجرت کے بعد بھی مسجد حرام بنانے کے بعد بھی آپ کے ہاں اولاد ہو جانے کے بعد بھی آپ کہتے رہے کہ خدایا مجھے میرے ماں باپ کو اور تمام ایمان والوں کو حساب کے قائم ہونے کے دن بخش دے۔ آخر خدائے تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ مشرکوں کے لئے استغفار نہ کرو۔ آپ ہی کی اقتدا میں پہلے پہلے مسلمان بھی ابتدائے اسلام کے زمانے میں اپنے قرابت دار مشرکوں کے لئے طلب بخشش کی دعائیں کرتے رہے۔ آخر آیت نازل ہوئی کہ بیشک ابراہیم علیہ السلام قابل اتباع ہیں۔ لیکن اس بات میں ان کا فعل اس قابل نہیں اور آیت میں فرمایا مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ الخ یعنی نبی کو اور ایمانداروں کو مشرکوں کے لئے استغفار نہ کرنا چاہیئے۔ اور فرمایا کہ ابراہیم کا یہ استغفار صرف اس بنا پر تھا کہ آپ اپنے والد سے اس کا وعدہ کر چکے تھے لیکن جب آپ پر واضح ہو گیا کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو آپ اس سے بری ہو گئے۔ ابراہیم تو بڑے ہی خدا دوست اور حلم والے تھے[4] پھر فرماتے ہیں کہ میں تم سب سے اور تمہارے ان تمام معبودوں سے الگ ہوں۔ میں صرف خدائے واحد کا عابد ہوں اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ میں فقط اسی سے دعائیں اور التجائیں کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ میں اپنی دعاؤں میں محروم نہ رہوں گا۔ واقعہ بھی یہی ہے۔ اور یہاں پر لفظ عسٰی یقین کے معنوں میں ہے اس لئے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سید الانبیاء ہیں صلی اللہ علیہم وسلم۔

فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ

پس جب ان لوگوں سے اور جن کی وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے ان سے علیحدہ ہو گئے (تو) ہم نے ان کو اسحٰق (جو بیٹا) اور یعقوب (جو پوتا) عطا فرمایا

[1] یعنی بحث و مباحثہ کا دروازہ کھولنے کے بجائے سلام کر کے رخصت ہو جاتے ہیں اور اس طرح مناظرہ اور مجادلہ کا دروازہ بند کر دیتے ہیں۔ [2] گویا کہ یہ رخصتی سلام ہوتا ہے مسلمانوں کا باہمی سلام دعائیہ نہیں ہوتا۔ [3] استغفار کسی کے لئے کرنا گویا کہ اس کے لئے دعائے خیر کرنا ہے اور دعا اسی کے لئے ہوتی ہے جس سے دلی تعلق ہو اور کافر سے مسلمان کا دلی تعلق تو درکنار بلا ضرورت شرعی رسمی تعلق بھی نہ ہونا چاہیئے۔ [4] اور ظاہر ہے کہ ان خصوصیات والے انسان سے کیسے ممکن ہے کہ وہ ایک خدا کے دشمن سے تعلق رکھے۔

وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿٤٩﴾ وَوَهَبْنَا لَهُم مِّن رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿٥٠﴾

اور ہم نے ان دونوں بیٹوں میں ہر ایک کو نبی بنایا اور ان سب کو ہم نے اپنی رحمت کا حصہ دیا اور آئندہ نسلوں میں ہم نے ان کا نام نیک اور بلند کیا۔

خلیل اللہ پر انعام واکرام

خلیل خدا ماں باپ کو رشتے کنبے کو قوم وملک کو دین خدا پر قربان کر چکے۔ سب سے یکسو ہو گئے اپنی برأت اور علیحدگی کا اعلان کر دیا تو خدا نے ان کی نسل جاری کر دی۔ آپ کے ہاں حضرت اسحاق پیدا ہو گئے اور حضرت اسحاق کے ہاں حضرت یعقوبؑ ہوئے جیسے فرمان ہے وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً اور آیت میں ہے وَمِن وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ یعنی اسحٰق کے پیچھے یعقوب پس حضرت اسحاق حضرت یعقوب کے والد تھے۔ جیسے سورۂ بقرہ کی آیت أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ الخ میں صاف الفاظ ہیں کہ حضرت یعقوبؑ نے اپنے انتقال کے وقت اپنے بچوں سے پوچھا کہ تم سب میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اسی خدا کی جس کی عبادت آپ کرتے رہے اور آپ کے والد ابراہیم اسمٰعیل اور اسحاقؑ۔ پس یہاں مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کی نسل جاری رکھی بیٹا دیا بیٹے کے ہاں بیٹا دیا اور دونوں کو نبی بنا کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ یہ ظاہر ہے کہ حضرت یعقوبؑ کے بعد آپ کے فرزند حضرت یوسف بھی نبی بنائے گئے تھے۔ ان کا ذکر یہاں نہیں کیا۔ اس لئے کہ حضرت یوسف کی نبوت کے وقت خلیل الرحمٰن علیہ السلام زندہ نہ تھے۔ یہ دونوں نبوتیں یعنی حضرت اسحاقؑ ویعقوب کی نبوت آپ کی زندگی میں آپ کے سامنے تھی۔ اس لئے اسی احسان کا ذکر فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب سوال ہوا کہ سب سے بہتر شخص کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا یوسف نبی اللہ ابن یعقوب نبی اللہ ابن اسحاق نبی اللہ بن ابراہیم نبی اللہ وخلیل اللہ۔ اور حدیث میں ہے کریم بن کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم ہیں۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ ہم نے انہیں اپنی بہت ساری رحمتیں دیں۔ اور ان کا ذکر خیر اور ثنا جمیل کو دنیا میں ان کے بعد ملت کے ساتھ باقی رکھا۔ یہاں تک کہ ہر مذہب والے ان کے گن گاتے ہیں فَصَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ :-

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسَىٰ إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ﴿٥١﴾

اور اس کتاب میں موسیٰ کا بھی ذکر کیجئے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے خاص کئے ہوئے (بندے) تھے اور وہ رسول بھی تھے نبی بھی تھے۔

وَنَادَيْنَاهُ مِن جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا ﴿٥٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ مِن رَّحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا ﴿٥٣﴾

اور ہم نے ان کو طور کی داہنی جانب سے آواز دی اور ہم نے ان کو راز کی باتیں کرنے کے لئے مقرب بنایا اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارونؑ کو نبی بنا کر عطا کیا

موسیٰ وفرعون سعادت کی دعوت اور شقی کا انجام

اپنے خلیلؑ کا بیان فرما کر اب اپنے کلیمؑ کا بیان فرماتا ہے مُخْلَصًا کی دوسری قرأت مُخْلِصًا بھی ہے یعنی وہ با اخلاص عبادت کرنے والے تھے منقول ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اے روح اللہ ہمیں بتلائیے مخلص شخص کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو شخص اللہ کے لئے عمل کرے اسے اس بات کی خواہش نہ ہو کہ لوگ میری تعریف کریں۔ دوسری قرأت میں مُخْلَصًا ہے یعنی خدا کے چیدہ اور برگزیدہ بندے حضرت موسیٰ تھے علیہ الصلوٰۃ السلام جیسے فرمان باری ہے إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ آپ خدا کے نبی اور رسول تھے۔ پانچ بڑے بڑے جلیل القدر اولوالعزم رسولوں میں سے ایک آپ ہیں

یعنی نوح ابراہیم موسیٰ عیسیٰ اور محمد صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْھِمْ وَعَلٰی سَائِرِ الْاَنْبِیَاءِ اَجْمَعِیْنَ ہمنے انہیں مبارک پہاڑ طور کی دائیں جانب سے آواز دی اور سرگوشی کرتے ہوئے اپنے قریب کرلیا۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب آپ آگ کی تلاش میں طور کی طرف یہاں آگ دیکھکر بڑھے تھے۔ ابن عباس وغیرہ فرماتے ہیں اسقدر قریب ہوگئے کہ قلم کی آواز سننے لگے مراد اس سے تورات لکھنے کی قلم ہے۔ سدی کہتے ہیں آسمان میں گئے اور کلام باری سے مشرف ہوئے کہتے ہیں انہی باتوں میں یہ فرمان بھی ہے کہ اے موسیٰ جبکہ میں تیرے دل کو شکر گذار اور تیری زبان کو اپنا ذکر کرنے والی بنادوں اور تجھے ایسی بیوی دوں جو نیکی کے کاموں میں تیری معاون ہو تو سمجھ لے کہ میں نے تجھ سے کوئی بھلائی اٹھا نہیں رکھی۔ اور جسے میں یہ چیزیں نہ دوں سمجھ لے کہ اسے کوئی بھلائی نہیں ملی۔ ان پر ایک مہربانی ہم نے یہ بھی کی کہ ان کے بھائی ہارون کو نبی بناکر ان کی امداد کے لئے ان کے ساتھ کردیا۔ جیساکہ آپ کی تمنا اور تھی۔ فرمایا تھا۔ وَاَخِیْ ھٰرُوْنُ ھُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ الخ اور آیت میں ہے قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی موسیٰ تیرا سوال ہم نے پورا کردیا آپ کی دعا کے لفظ یہ بھی وارد ہیں فَاَرْسِلْ اِلٰی ھٰرُوْنَ الخ ہارون کو بھی رسول بنا الخ کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ بہتر دعا اور اس سے بڑھ کر شفاعت کسی نے کسی کی دنیا میں نہیں کی حضرت ہارون حضرت موسیٰؑ سے بڑے تھے صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْھِمَا۔

وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا

اور اس کتاب میں اسمٰعیل کا بھی ذکر کیجئے بلاشبہ وہ وعدے کے (بڑے) سچے تھے اور وہ رسول بھی تھے

نَّبِیًّا ﴿۵۴﴾ وَكَانَ یَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ

نبی بھی تھے۔ اور اپنے متعلقین کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم کرتے رہتے تھے اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک

مَرْضِیًّا ﴿۵۵﴾

پسندیدہ تھے۔

تذکرہ اسمٰعیل

حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہو رہا ہے۔ آپ سارے حجاز کے باپ ہیں۔ جو نذر خدا کے نام کی مانتے تھے جو عبادت کرنے کا ارادہ کرتے تھے پوری ہی کرتے تھے ہر حق ادا کرتے تھے۔ ہر وعدہ وفا کرتے تھے۔ ایک شخص سے وعدہ کیا کہ میں فلاں جگہ آپ کو ملوں گا وہاں آجانا حسب وعدہ حضرت اسمٰعیل وہاں گئے۔ لیکن وہ شخص نہیں آیا تھا آپ اس کے انتظار میں وہیں ٹھیرے رہے۔ یہاں تک کہ ایک دن رات پوری گذر گئی۔ اب اس شخص کو یاد آیا۔ اس نے آکر دیکھا کہ آپ وہیں انتظار میں ہیں پوچھا کیا آپ کل سے یہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا جب وعدہ ہوچکا تھا تو پھر بن آپ کے آئے بغیر کیسے ہٹ سکتا تھا۔ اس نے معذرت کی کہ میں بالکل بھول گیا تھا۔ سفیان ثوری تو کہتے ہیں یہیں انتظار میں ہی آپ کو ایک سال کامل گذر چکا تھا۔ ابن شوذب کہتے ہیں وہیں مکان لے لیا تھا۔ عبداللہ بن ابو الحما کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے میں نے آپ سے کچھ تجارتی لین دین کیا تھا میں چلا گیا اور کہہ گیا کہ آپ یہیں ٹھیرئے میں ابھی واپس آتا ہوں۔ پھر مجھے خیال ہی نہ رہا وہ دن گذرا وہ رات گذری پھر اگلا دن بھی گذر گیا۔ تیسرے دن مجھے خیال آیا تو دیکھا آپ وہیں تشریف فرما ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تم نے مجھے مشقت میں ڈال دیا۔ میں آج تین دن سے یہیں تمہارا انتظار کرتا رہا (خرائطی) یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اس وعدے کا ذکر ہے جو آپ نے بوقت ذبح کیا تھا کہ اباجی آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ چنانچہ فی الواقع آپ نے وعدہ وفا کیا اور صبر و تحمل سے کام لیا۔ ایفاء عہد نیک کام ہے۔ ایمان والو وہ باتیں زبان سے کیوں نکالتے ہو جن پر خود عمل نہیں کرتے۔ اللہ کے نزدیک یہ بات نہایت ہی بری اور ناگوار ہے کہ تم وہ کہو جو نہ کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ منافق کی تین نشانیاں ہیں باتوں میں جھوٹ وعدہ خلافی امانت میں خیانت

ان باتوں سے مومن الگ تھلگ ہوتے ہیں۔ یہی وعدے کی سچائی حضرت اسماعیل علیہ السلام میں تھی۔ اور یہی پاک صفت جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی تھی کبھی کسی سے کسی وعدے کا خلاف آپ نے نہیں کیا آپ نے ایک مرتبہ ابو العاص بن ربیع کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے مجھ سے جو بات کی سچی کی۔ اور جو وعدہ اس نے مجھ سے کیا پورا کیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے خلیفہ ہوتے ہی یہ اعلان کر دیا کہ جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وعدہ کیا ہو میں اس کے پورا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اور حضور علیہ السلام پر جس کا قرض ہو میں اس کی ادائیگی کے لئے موجود ہوں۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ تشریف لائے اور عرض کیا کہ مجھ سے رسول اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر بحرین کا مال آیا تو میں تجھے تین لپیں بھر کر دوں گا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس جب بحرین کا مال آیا تو آپ نے حضرت جابرؓ کو بلوا کر فرمایا لو لپ بھر لو۔ آپ کی لپ میں پانچسو درہم آئے حکم دیا کہ تین لپوں کے پندرہ سو درہم لے لو۔ پھر حضرت اسمٰعیلؑ کا رسول و نبی ہونا بیان فرمایا۔ حالانکہ حضرت اسحٰقؑ کا صرف نبی ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔ اس سے آپ کی فضیلت اپنے بھائی پر ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ اولاد ابراہیم میں سے خدا نے حضرت اسمٰعیل کو پسند فرمایا۔ پھر آپ کی مزید تعریف بیان ہو رہی ہے کہ آپ خدا کی اطاعت پر صابر تھے۔ اور اپنے گھرانے کو بھی یہی حکم فرماتے رہتے تھے۔ یہی فرمان خدائے تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَوٰةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا الخ اپنی اہل وعیال کو نماز کا حکم کرتا رہ۔ اور خود بھی اس پر مضبوطی سے عامل رہ۔ اور آیت میں ہے۔ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ قُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا الخ اے ایمان والو اپنے کو اور اپنی اہل وعیال کو اس آگ سے بچالو جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر جہاں عذاب کرنیوالے فرشتے رحم سے خالی زور دار اور بڑے سخت ہیں۔ ناممکن ہے کہ خدا کے حکم کا وہ خلاف کریں۔ بلکہ جو ان سے کہا گیا ہے اسی کی تعمیل میں مشغول ہیں۔ پس مسلمانوں کو حکم خدا ہے کہ اپنے گھر بار کو خدا کی باتوں کی ہدایت کرتے رہنا۔ گناہوں سے روکتے رہیں۔ یونہی بے تعلیم نہ چھوڑ دیں کہ وہ جہنم کا لقمہ بن جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس مرد پر خدا کا رحم ہو جو رات کو تہجد پڑھنے کے لئے اپنے بستر سے اٹھتا ہے پھر اپنی بیوی کو اٹھاتا ہے۔ اور اگر وہ نہیں اٹھتی تو اس کے منہ پہ پانی چھڑک کر اسے بیدار کرتا ہے۔ اس عورت پر بھی خدا کی رحمت ہو جو رات کو تہجد پڑھنے کے لئے اٹھتی ہے۔ پھر اپنے میاں کو جگاتی ہے اور وہ نہ جاگے تو اس کے منہ پر پانی کا چھینٹا ڈالتی ہے۔ (ابو داؤد و ابن ماجہ) آپ کا فرمان ہے کہ جب انسان رات کو جاگے اور اپنی بیوی کو بھی جگائے اور دونوں دو رکعت بھی نماز کی ادا کر لیں۔ تو خدا کے ہاں اللہ کا ذکر کرنیوالے مردوں عورتوں میں دونوں کے نام لکھ لئے جاتے ہیں۔ (ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ)

وَاذْكُرْ فِى ٱلْكِتَٰبِ إِدْرِيسَ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ﴿٥٦﴾ وَرَفَعْنَٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿٥٧﴾

اور اس کتاب میں ادریسؑ کا بھی ذکر کر۔ بے شک وہ بڑے راستباز والے نبی تھے۔ اور ہم نے ان کو دو کمالات میں بلند رتبہ تک پہنچایا

نبی صادق

حضرت ادریسؑ کا بیان ہے کہ آپ سچے نبی تھے خدا کے خاص بندے تھے آپ کو ہم نے بلند مکان پر اٹھا لیا۔ صحیح حدیث کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے کہ چوتھے آسمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات کی۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام ابن جریرؒ نے ایک عجیب و غریب اثر وارد کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے حضرت کعبؓ سے سوال کیا کہ اس آیت کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت ادریسؑ کے پاس وحی آئی کہ کل اولاد آدم کے نیک اعمال کے برابر صرف تیرے نیک اعمال ہیں میں اپنی طرف ہر روز چڑھاتا ہوں۔ اس پر آپ کو کیا خیال آیا کہ آپ عمل میں اور سبقت کریں۔ جب آپ کے پاس آپ کا دوست فرشتہ آیا تو آپ نے اس سے ذکر کیا کہ میرے پاس یہ وحی آئی ہے۔ اب تم ملک الموت سے کہو کہ وہ میری موت میں تاخیر کریں تو میں نیک اعمال میں اور بڑھ جاؤں۔ اس فرشتے نے آپ کو اپنے پروں پہ بٹھا کر آسمان پر چڑھا دیا آپ چوتھے آسمان پر ملک الموت کو دیکھا۔ فرشتہ نے آپ سے حضرت ادریسؑ کی بابت سفارش کی تو ملک الموت نے فرمایا وہ کہاں ہیں؟ اس نے کہا یہ ہیں میرے بازو پر بیٹھے ہوئے آپ نے فرمایا سبحان اللہ مجھے ابھی حکم ہوا کہ ادریسؑ کی روح چوتھے آسمان پر قبض کر۔ میں فکر مند تھا کہ وہ زمین پر ہیں اور مجھے یہاں اس آسمان پر اس کی روح

کے قبض کرنے کا حکم ہو رہا ہے۔ چنانچہ اسی وقت ان کی روح قبض کر لی گئی۔ یہ ہیں اس آیت کے معنے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ کعبؓ کا بیان اسرائیلیات میں سے ہے۔ اور یہ تمام قصہ قابل اعتبار نہیں ہے واللہ اعلم یہی روایت اور سند سے ہے اسمیں یہ بھی ہے کہ آپ نے بذریعہ اس فرشتے کے دریافت کیا تھا کہ میری عمر کتنی باقی ہے؟ اور روایت میں ہے کہ فرشتے کے اس سوال پر ملک الموت نے جواب دیا کہ میں دیکھ لوں۔ دیکھ کر فرمایا۔ صرف ایک آنکھ کی پلک جھپکنے کے برابر اب جو فرشتہ اپنے پرتلے دیکھتا ہے تو حضرت ادریسؑ کی روح پرواز ہو چکی تھی۔ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ آپ درزی تھے سوئی کے ایک ایک ٹانکے پر سبحان اللہ کہتے۔ شام کو ان سے زیادہ نیک عمل آسمان پر کسی کے نہ چڑھتے مجاہدؒ تو کہتے ہیں کہ حضرت ادریس آسمانوں پر چڑھا لئے گئے۔ آپ مرے نہیں ہیں۔ بلکہ حضرت عیسیٰ کی طرح بے موت اٹھا لئے گئے ہیں۔ ابن عباسؓ سے بروایت عوفی منقول ہے کہ چھٹے آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ اور وہیں انتقال فرما گئے حسنؒ وغیرہ کہتے ہیں۔ بلند مکان سے مراد جنت ہے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ مِن ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ

یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے (خاص) انعام فرمایا ہے منجملہ (دیگر) انبیاء کے آدم کی نسل سے اور ان لوگوں کی نسل سے جن کو ہم نے

حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِن ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا

نوحؑ کے ساتھ سوار کیا تھا اور ابراہیمؑ اور یعقوب کی نسل سے اور یہ سب حضرات ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت فرمائی

وَاجْتَبَيْنَا ۚ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ۩ ﴿٥٨﴾

اور ان کو مقبول بنایا۔ جب ان کے سامنے (حضرت) رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے (زمین پر)

یہ گروہ انبیاء

فرمانِ خدا ہے کہ یہ ہے جماعتِ انبیاء یعنی جن کا ذکر اس سورت میں ہے یا پہلے گذرا ہے یا بعد میں آئے گا۔ یہ لوگ خدا کے انعام یافتہ ہیں۔ پس یہاں شخصیت سے جنس کیطرف استطراد ہے۔ یہ ہیں اولادِ آدم سے یعنی حضرت ادریس صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ۔ اور اولاد سے ان کے جو حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار کرا دئے گئے تھے۔ اس سے مراد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ ہیں اور ذریت ابراہیم سے مراد حضرت اسحٰق حضرت یعقوب حضرت اسمٰعیل ہیں۔ اور ذریت اسرائیل سے مراد حضرت موسیٰ حضرت ہارون حضرت زکریا حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ ہیں علیہم السلام یہی قول ہے حضرت سدیؒ اور ابن جریرؒ کا۔ اسی لئے ان کے نسب جداگانہ بیان فرمائے گئے۔ گو اولادِ آدم میں سب ہیں مگر ان میں بعض وہ بھی ہیں جو ان بزرگوں کی نسل سے نہیں جو حضرت نوح کے ساتھی تھے کیونکہ حضرت ادریس تو حضرت نوح علیہ السلام کے دادا تھے۔ میرا خیال ہے بظاہر یہی ٹھیک ہے کہ حضرت نوحؑ کے اوپر انکے نسب میں خدا کے پیغمبر حضرت ادریس علیہ السلام ہی ہیں۔ ہاں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت ادریس بھی نبی اسرائیلی نبی ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ معراج والی حدیث میں حضرت ادریس کا بھی حضورؐ سے یہ کہنا مروی ہے کہ مرحبا ہو نبی صالح اور بھائی صالح کو مرحبا ہو۔ تو بھائی صالح کہا نہ کہ صالح۔ لڑکا جیسے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت آدم علیہما السلام نے کہا تھا۔ نقل ہے کہ حضرت ادریسؑ حضرت نوحؑ سے پہلے کے ہیں۔ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ لا الٰہ الا اللہ کے قائل اور معتقد بن جاؤ پھر جو چاہو کرو۔ لیکن انہوں نے اس کا انکار کیا۔ اللہ عزوجل نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔ ہم نے اس آیت کو جنس انبیاء کے لئے قرار دیا ہے۔ اس کی دلیل سورۂ انعام کی وہ آیتیں ہیں جن میں حضرت ابراہیمؑ حضرت اسحٰق حضرت یعقوب حضرت نوح حضرت داؤد حضرت سلیمان حضرت ایوب حضرت یوسف حضرت موسیٰ حضرت ہارون حضرت زکریا حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ حضرت الیاس حضرت اسماعیل حضرت یسع حضرت یونس علیہم السلام وغیرہم کا ذکر اور تعریف کرنے کے بعد فرمایا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جنہیں خدا نے ہدایت دی۔ تو بھی ان کی ہدایت کی اقتدا کر۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ نبیوں میں سے بعض کے واقعات ہم نے بیان کر دئے ہیں اور بعض کے واقعات تم تک پہنچے ہی نہیں صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت مجاہدؒ نے حضرت

ابن عباسؓ سے سوال کیا کہ کیا سورہ صٓ میں سجدہ ہے آپ نے فرمایاہاں پھر اسی آیت کی تلاوت کر کے فرمایا تمہارے نبی کو ان کی اقتدا کا حکم کیا گیا ہے اور حضرت داؤدؑ بھی مقتدا نبیوں میں سے ہیں. فرمان ہے کہ ان پیغمبروں کے سامنے جب کلام اللہ شریف کی آیتیں تلاوت کیجاتی تھیں تو اس کے دلائل و براہین کو سنکر خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان مانتے ہوئے روتے گڑ گڑاتے سجدے میں گر پڑتے تھے. اسی لئے اس آیت پر سجدہ کرنے کا حکم علماء کا متفق علیہ مسئلہ ہے تاکہ ان پیغمبروں کی اتباع اور اقتدا ہو جائے. امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے سورہ مریم کی تلاوت کی اور جب اس آیت پر پہنچے تو سجدہ کیا پھر فرمایا سجدہ تو کیا لیکن وہ رونا کہاں سے لائیں؟ (ابن ابی حاتم اور ابن جریر)

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴿۶۰﴾

پھر ان کے بعد (بعضے) ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو برباد کیا اور (نفسانی ناجائز) خواہشوں کی پیروی کی سو یہ لوگ عنقریب (آخرت میں) خرابی دیکھیں گے ہاں مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک کام کرنے لگا سو یہ لوگ جنت میں جاویں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جاوے گا.

ناخلف اولاد

نیک لوگوں کا خصوصاً انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کیا. جو حدود خداوندی کے محافظ نیک اعمال کے نمونے تھے اور بدیوں سے بچتے تھے اب برے لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان کے بعد کے زمانے والے ایسے ہوئے کہ وہ نماز تک سے بے پرواہ بن گئے اور جب نماز جیسے فریضے کی اہمیت کو بھلا بیٹھے تو ظاہر ہے کہ اور واجبات کی وہ کیا پرواہ کریں گے؟ کیونکہ نماز تو دین کی بنیاد ہے. اور تمام اعمال سے افضل و بہتر ہے یہ لوگ نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے. دنیا کی زندگی پر مطمئن ہو گئے. انہیں قیامت کے دن سخت خسارہ ہوگا بڑے گھاٹے میں رہیں گے. نماز کے ضائع کر لے سے مراد یا تو اسے بالکل ہی چھوڑ بیٹھنا ہے. اسی لئے امام احمد اور بہت سے سلف خلف کا مذہب ہے کہ نماز کا تارک کافر ہے یہی ایک قول امام شافعیؒ کا بھی ہے[ع] . کیونکہ حدیث میں ہے کہ بندے کے اور شرک کے درمیان نماز کا چھوڑنا ہے دوسری حدیث میں ہے کہ ہم میں اور ان میں فرق نماز کا ہے جس نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا. اس مسئلہ کو بسط سے بیان کرنے کا یہ مقام نہیں، یا نماز کے ترک سے مراد نماز کے وقتوں کی صحیح طور پر پابندی کا نہ کرنا ہے. کیونکہ ترک نماز تو کفر ہے حضرت ابن مسعودؓ سے دریافت کیا گیا کہ قرآن کریم میں نماز کا ذکر بہت زیادہ ہے. کہیں نمازوں میں سستی کرنیوالوں کے عذاب کا بیان ہے. کہیں نماز کی مداومت کا فرمان ہے کہیں محافظت کا آپ نے فرمایا ان سے مراد وقتوں میں سستی نہ کرنا اور وقتوں کی پابندی کرنا ہے. لوگوں نے کہا ہم تو سمجھتے تھے کہ اس سے مراد نمازوں کا چھوڑ دینا اور نہ چھوڑنا ہے. آپ نے فرمایا یہ تو کفر ہے. حضرت مسروق فرماتے ہیں پانچوں نمازوں کی حفاظت کرنیوالا غافلوں میں نہیں لکھا جاتا. ان کا ضائع کرنا خود کو ہلاک کرنا ہے. اور ان کا ضائع کرنا ان کے وقتوں کی پابندی نہ کرنا ہے. خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا کہ اس سے مراد سرے سے نماز چھوڑ دینا نہیں بلکہ نماز کے وقت کو ضائع کر دینا ہے. حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں یہ بدترین لوگ قریب بہ قیامت آئیں گے جبکہ اس امت کے صالح لوگ باقی نہ رہے ہوں گے. اسوقت یہ لوگ جانوروں کی طرح کودتے پھاندتے پھرینگے. عطا بن ابی رباح بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ لوگ آخری زمانے میں ہوں گے حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں یہ اس امت کے لوگ ہوں گے جو چوپایوں اور گدھوں کی مانند راستوں میں ہی اچھل کود کریں گے اور خدا سے

ع امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے کہ نماز کا چھوڑنے والا کافر نہیں بلکہ فاسق ہے. خدا کا شکر ہے کہ ابو حنیفہ کے اس مذہب کی بناء پر لاکھوں کیا بلکہ کروڑوں وہ مسلمان جو بھولکر بھی کبھی نماز نہیں پڑھتے دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوئے.

تعالیٰ سے جو آسمان میں ہے بالکل نہ ڈریں گے اور نہ لوگوں سے شرمائیں گے۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے حضورؐ نے فرمایا: خلف لوگ ساٹھ سال کے بعد ہوں گے۔ جو نمازوں کو ضائع کردیں گے اور شہوت رانیوں میں لگ جائیں گے اور قیامت کے دن خمیازہ بھگتیں گے پھر ان کے بعد وہ نالائق لوگ آئیں گے جو قرآن کی تلاوت تو کریں گے۔ لیکن ان کی حلق سے نیچے نہ اتریگا۔ یاد رکھو قاری تین قسم کے ہوتے ہیں۔ مؤمن۔ منافق اور فاجر۔ راوی حدیث حضرت ولید سے جب ان کے شاگرد نے اس کی تفصیل پوچھی تو آپ نے فرمایا۔ ایماندار تو اس کی تصدیق کریں گے نفاق والے اس پر عقیدہ نہ رکھینگے۔ اور فاجر اس سے اپنی شکم پری کرے گا ابن ابی حاتم کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ اصحاب صفہ کے لئے جب کچھ خیرات بھجواتیں تو کہہ دیتیں کہ بربری مرد و عورت کو نہ دینا۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ یہی وہ ناخلف ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔ محمد بن کعب قرظی کا فرمان ہے کہ مراد اس سے مغرب کے بادشاہ ہیں جو بدترین بادشاہ ہیں۔ حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خدا کی قسم میں منافقوں کے وصف قرآن کریم میں پاتا ہوں۔ یہ نشے پینے والے۔ نمازیں چھوڑنے والے شطرنج چوسر وغیرہ کھیلنے والے عشاء کی نمازوں کے وقت سو جانے والے۔ کھانے پینے میں مبالغہ اور تکلف کر کے بہت زیادہ کھانے والے حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔ مسجدیں ان لوگوں سے خالی نظر آتی ہیں اور بیٹھکیں بارونق بنی ہوئی ہیں۔ ابو اشہب عطاردیؒ فرماتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی آئی کہ اپنے ساتھیوں کو ہوشیار کردے کہ وہ اپنی نفسانی خواہشوں سے باز رہیں جنکے دل خواہشوں کی گرفت میں رہتے ہیں۔ میں ان کی عقلوں پر پردے ڈال دیتا ہوں۔ جب کوئی بندہ شہوت میں اندھا ہو جاتا ہے تو سب سے ہلکی سزا میں اسے یہ دیتا ہوں کہ اپنی اطاعت سے اسے محروم کر دیتا ہوں۔ مسند احمد میں ہے مجھے اپنی امت پر دو چیزوں کا بہت ہی خوف ہے۔ ایک تو یہ لوگ جھوٹ کے اور بناوٹ کے اور شہوت کے پیچھے پڑ جائیں گے اور نمازوں کو چھوڑ بیٹھینگے دوسرے یہ کہ منافق لوگ دنیا دکھاوے کو قرآن کے عامل بنکر سچے مؤمنوں سے لڑیں جھگڑیں گے غیّاً کے معنے خسران اور نقصان اور برائی کے ہیں۔ ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ غیّ جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جو بہت گہری ہے اور نہایت ہولناک عذاب والی۔ اس میں خون پیپ بھرا ہوا ہے۔ ابن جریر میں ہے لقمان بن عامر فرماتے ہیں میں حضرت ابو امامہ صدی بن عجلان باہلیؓ کے پاس گیا اور ان سے التماس کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث مجھے سنائیے۔ آپ نے فرمایا سنو حضورؐ نے فرمایا ہے کہ اگر دس اوقیہ کے وزن کا کوئی پتھر جہنم کے کنارے سے جہنم میں پھینکا جائے تو وہ پچاس سال تک تو جہنم کی تہہ میں نہیں پہنچ سکتا۔ پھر وہ غیّ اور اثام میں پہنچیگا غیّ اور اثام جہنم کے نیچے کے دو کنوئیں ہیں جہاں جہنمیوں کا لہو پیپ جمع ہوتا ہے۔ غیّ کا ذکر آیت فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا میں ہے اور اثام کا ذکر آیت يَلْقَ اَثَامًا میں ہے۔ اس حدیث کو فرمانِ رسول سے روایت کرنا منکر ہے اور یہ حدیث سند کی رو سے بھی غریب ہے۔ پھر فرماتا ہے ہاں جو ان کاموں سے توبہ کرلے یعنی نمازوں کی سستی اور خواہش نفسانی کی پیروی چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائیگا۔ اس کی عاقبت سنوار دے گا۔ اسے جہنم سے بچا کر جنت میں پہنچائے گا توبہ اپنے سے پہلے کے تمام گناہوں کو معاف کرا دیتی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ توبہ کرنیوالا ایسا ہے جیسے بیگناہ۔ یہ لوگ جو نیکیاں کریں ان کے اجر انہیں ملیں گے۔ کسی ایک نیکی کا ثواب کم نہ ہوگا۔ توبہ سے پہلے کے گناہوں پر کوئی پکڑ نہ ہوگی یہ ہے کرم اس کریم کا اور یہ ہے حلم اس حلیم کا توبہ کے بعد اس گناہ کو بالکل مٹا دیتا ہے۔ سورۂ فرقان میں گناہوں کا ذکر فرما کر ان کی سزاؤں کا بیان کر کے پھر استثناء کیا اور فرمایا کہ اللہ غفور رحیم ہے۔

جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَیْبِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ

اور ہمیشہ رہنے کے باغ جن کا رحمٰن نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ فرمایا ہے (اور اس کے وعدے کی ہوئی چیز کو یہ لوگ ضرور)

مَاْتِيًّا ﴿۶۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۭ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّ

پہنچیں گے (61) اس (جنت) میں وہ لوگ کوئی فضول بات نہ سننے پاوینگے بجز سلام کے اور ان کو ان کا کھانا صبح و شام

عَشِيًّا ﴿٦٢﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿٦٣﴾

ملا کرے گا یہ جنت (جسکا ذکر ہوا) ایسی ہے کہ ہم اپنے بندوں میں سے اس کا مالک ایسے لوگوں کو بنادیں گے جو کہ خدا سے ڈرنے والا ہو۔

بہشت بریں

جن جنتوں میں گناہوں سے توبہ کرنے والے داخل ہوں گے یہ جنتیں ہمیشگی والی ہوں گی جن کا غائبانہ وعدہ ان سے ان کا رب کر چکا ہے۔ ان جنتوں کو انہوں نے دیکھا نہیں۔ لیکن تاہم دیکھنے سے بھی زیادہ انہیں ان پر ایمان ویقین ہے بات بھی یہی ہے کہ اللہ کے وعدے یقینی ہوتے ہیں وہ حقائق ہیں جو سامنے آکر ہی رہینگے۔ نہ خدا وعدہ خلافی کرے۔ نہ وعدے کو بدلے۔ یہ لوگ وہاں ضرور پہنچائے جائیں گے اور اسے ضرور پائیں گے مَاْتِيًّا کے معنے اٰتِيًا کے بھی آتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ جہاں ہم جائیں وہ ہمارے پاس آہی گیا جیسے کہتے ہیں کہ مجھ پر پچاس سال آئے یا میں پچاس سال کو پہنچا۔ مطلب دونوں جملوں کا ایک ہی ہوتا ہے ناممکن ہے کہ ان جنتوں میں کوئی لغو اور ناپسندیدہ کلام ان کے کانوں میں پڑے۔ صرف مبارک سلامتی کی دھوم ہوگی ہر طرف سے اور خصوصاً فرشتوں کی پاک زبانی یہی مبارک صدائیں کان میں گونجتی رہیں گی۔ جیسے سورہ واقعہ میں ہے لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ۝ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ۝ وہاں کوئی بیہودہ اور خلاف طبع سخن نہ سنینگے۔ بجز سلام اور سلامتی کے یہ استثنا منقطع ہے صبح شام پاک طیب عمدہ خوش ذائقہ روزیاں بلاتکلف و تکلیف بے مشقت و زحمت چلی آئیں گی۔ لیکن یہ نہ سمجھا جائے کہ جنت میں بھی دن رات ہوں گے۔ نہیں بلکہ ان انوار سے ان وقتوں کو جنتی پہچان لیں گے جو خدا کی طرف سے مقرر ہیں۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند جیسے روشن اور نورانی ہوں گے نہ وہاں انھیں تھوک آئے گا نہ ناک آئے گی نہ پیشاب پاخانہ۔ ان کے برتن اور فرنیچر سونے کے ہوں گے ان کا بخور خوشبودار اگر کی طرح ہوگا ان کے پسینے مشک جیسے ہوں گے۔ ہر ایک جنتی مرد کی دو بیویاں تو ایسی ہوں گی کہ ان کی صفائی سے ان کی پنڈلیوں کی نلی کا گودا تک باہر سے نظر آئے۔ ان سب جنتوں میں نہ تو کسی کو کسی سے عداوت ہوگی نہ بغض سب ایک دل ہوں گے کوئی اختلاف باہم گر نہ ہوگا۔ صبح شام خدا کی تسبیح میں گذریگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں شہید لوگ اسوقت جنت کی ایک نہر کے کنارے جنت کے دروازے کے پاس سرخ رنگ قبوں میں ہیں۔ صبح و شام روزی پہنچائے جاتے ہیں (مسند) پس صبح شام باعتبار دنیا کے ہے وہاں رات نہیں بلکہ ہر وقت نور کا سماں ہے پردے گر جانے اور دروازے بند ہو جانے سے اہل جنت وقتِ شام کو اور اسی طرح پردوں کے ہٹ جانے اور دروازوں کے کھل جانے سے صبح کے وقت کو جان لیں گے ان دروازوں کا کھلنا بند ہونا بھی جنتیوں کے اشاروں اور حکموں پر ہوگا۔ یہ دروازے بھی اسقدر صاف شفاف آئینہ نما ہیں کہ باہر کی چیزیں اندر سے نظر آئیں چونکہ دنیا میں دن رات کی عادت تھی اس لئے جو وقت جب چاہیں گے پائیں گے۔ چونکہ عرب صبح شام ہی کھانا کھانے کے عادی تھے اس لئے جنتی رزق کا وقت بھی وہی بتلایا گیا ہے ورنہ جنتی جو چاہیں جب چاہیں موجود پائیں گے چنانچہ ایک غریب منکر حدیث میں ہے کہ صبح شام کی کیا پابندی ہے رزق تو بیشمار ہر وقت موجود ہے۔ لیکن خدا کے دوستوں کے پاس ان اوقات میں حوریں آئیں گی جنمیں ادنی درجے کی وہ ہوں گی جو صرف زعفران سے پیدا کیگئی ہیں۔ یہ نعمتوں والی جنتیں انہیں ملیں گی جو ظاہر باطن خدا کے فرمانبردار تھے جو غصہ پی جانیوالے اور لوگوں سے درگذر کرنیوالے تھے جن کی صفتیں قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ کے شروع میں بیان ہوئی ہیں۔ اور فرمایا گیا ہے کہ یہی وارثِ فردوس بریں ہیں جن کے لئے دوامی طور پر جنت الفردوس خدا نے لکھدی ہے (اللہ اے اللہ ہمیں بھی آپ اپنی رحمت کاملہ سے فردوس بریں میں پہنچا دیجئے آمین)

وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ ۖ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ

اور ہم (یعنی فرشتے) بدون آپکے رب کے حکم کے وقتاً فوقتاً نہیں آسکتے اسی کی (ملک) ہیں ہمارے آگے کی سب چیزیں اور ہمارے پیچھے کی

ذٰلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

سب چیزیں اور جو چیزیں ان کے درمیان ہیں ہیں اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں وہ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو ان دونوں کے درمیان ہیں سو اسکی عبادت

فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾

کیا کر اور اس کی عبادت پر قائم رہ بھلا تو کسی کو اس کا ہم صفت جانتا ہے۔

انس کی عبادت

صحیح بخاری شریف میں ہے آنحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت جبرئیل سے فرمایا آپ جتنا ہمارے پاس آتے ہیں اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟ اس کے جواب میں یہ آیت اتری ہے۔ یہ بھی منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل کے آنے میں بہت تاخیر ہو گئی جس سے حضور غمگین ہوئے۔ پھر آپ یہ آیت لیکر نازل ہوئے روایت میں ہے کہ بارہ دن یا اس سے کچھ کم تک نہیں آئے تھے جب آئے تو حضور نے کہا اتنی تاخیر کیوں ہوئی؟ مشرکین تو کچھ اور ہی اڑانے لگے تھے اس پر یہ آیت اتری۔ پس گویا یہ آیت وَالضُّحٰی کی آیت جیسی ہے۔ کہتے ہیں کہ چالیس دن تک ملاقات نہ ہوئی تھی۔ جب ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا میرا شوق تو بہت ہی بے چین کئے ہوئے تھا حضرت جبرئیل نے فرمایا اس سے زیادہ شوق خود مجھے آپ کی ملاقات کا تھا۔ لیکن میں خدا کے حکم کا مامور اور پابند ہوں وہاں سے جب بھیجا جاؤں۔ تب ہی آسکتا ہوں ورنہ نہیں۔ اسیوقت یہ وحی نازل ہوئی۔ لیکن یہ روایت غریب ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت جبرئیل نے آنے میں دیر لگائی۔ پھر جب آئے تو حضور نے نہ آنے کی وجہ دریافت کی آپ نے جواب دیا کہ جب لوگ ناخن نہ کتروائیں مسواک نہ کریں تو ہم کیسے آسکتے ہیں؟ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ مسند امام احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ سے فرمایا مجلس درست اور ٹھیک ٹھاک کر لو آج وہ فرشتہ آرہا ہے جو آج سے پہلے زمین پر کبھی نہیں آیا۔ ہمارے آگے پیچھے کی تمام چیزیں اسی خدا کی ہیں۔ یعنی دنیا و آخرت اور اس کے درمیان کی یعنی دونوں نفخوں کے درمیان کی چیزیں بھی اسی کی ملکیت ہیں۔ آنے والے امور آخرت اور گذرے ہوئے امور دنیا اور دنیا آخرت کے درمیان کے امور سب اسی کے قبضے میں ہیں۔ تیرا رب بھولنے والا نہیں۔ اس نے آپ کو اپنی یاد سے فراموش نہیں کیا نہ اس کی یہ صفت ہے جیسے فرمان ہے وَالضُّحٰى وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ قسم ہے چاشت کے وقت کی اور رات کی جبکہ ڈھانپ لے نہ تو تیرا رب تجھ سے دستبردار ہوا ہے نہ ناخوش۔ ابن ابی حاتم میں ہے آپ فرماتے ہیں جو کچھ خدا نے اپنی کتاب میں حلال کر دیا وہ حلال ہے اور جو حرام کر دیا حرام ہے اور جس سے خاموش رہا وہ عافیت ہے تم خدا کی عافیت کو قبول کر لو خدا کسی چیز کا بھولنے والا نہیں۔ پھر آپ نے یہی جملہ تلاوت فرمایا۔ آسمان و زمین اور ساری مخلوق کا خالق مالک مدبر متصرف وہی ہے کوئی نہیں جو اس کے کسی حکم کو ٹال سکے تو اسی کی عبادت کر اور اسی پر جما رہ۔ اس کا مثیل شبیہ ہمنام ہم پلہ کوئی نہیں، وہ بابرکت ہے۔ وہ بلندیوں والا ہے اس کے نام میں تمام خوبیاں ہیں۔ جل جلالہٗ۔

وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ

اور انسان (منکر بعث) یوں کہتا ہے جب میں مر جاؤں گا تو کیا پھر زندہ کر کے (قبر سے) نکالا جاؤں گا کیا یہ انسان اس بات کو نہیں

اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـــًٔا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ

سمجھتا کہ ہم اس کو اس سے قبل (عدم سے) وجود میں لا چکے ہیں اور (وہ اسوقت) کچھ بھی نہ تھا سو قسم ہے آپ کے رب کی ہم ان کو (اس وقت میں) جمع کریں گے اور

لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ

شیاطین کو بھی پھر ان کو دوزخ کے گرداگرد اس حالت سے حاضر کریں گے کہ گھٹنوں کے بل گرے ہوں گے پھر (ان کفار کے) ہر گروہ میں سے ان لوگوں کو جدا کریں گے جو ان میں سب سے

عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾

زیادہ اللہ تعالیٰ سے سرکشی کیا کرتا تھا پھر ہم (خود) ایسے لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو دوزخ میں جانیکے زیادہ (یعنی اول) مستحق ہیں۔

انکار قیامت اور انسان کی بھول

بعض منکرین قیامت قیامت کا آنا اپنے نزدیک محال سمجھتے تھے اور موت کے بعد کا جینا ان کے خیال میں ناممکن تھا۔ وہ قیامت کا اور اس دن کی دوسری زندگی کا حال سنکر سخت تعجب کرتے تھے۔ جیسے قرآن کا فرمان ہے وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ الخ یعنی اگر تجھے تعجب ہے تو ان کا یہ قول بھی تعجب سے خالی نہیں کہ کیا ہم جب مرکر مٹی ہو جائیں گے۔ پھر ہم از سرنو پیدا کئے جائیں گے؟ سورہ یاسین میں فرمایا کیا انسان اسے نہیں دیکھتا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا پھر وہ ہم سے صاف صاف جھگڑا کرنے لگا اور ہم پر ہی باتیں بنانے لگا۔ اور اپنی پیدائش کو بھلا کر کہنے لگا کہ ان ہڈیوں کو جو سڑ گل گئی ہیں کون زندہ کر دے گا؟ تو جواب دے کہ انہیں وہ خالق حقیقی زندہ کریگا جس نے انہیں اول بار پیدا کیا تھا وہ ہر ایک اور ہر طرح کی پیدائش سے پورا باخبر ہے۔ یہاں بھی کافروں کے اسی اعتراض کا ذکر ہے کہ ہم مر کر پھر زندہ ہو کر کیسے کھڑے ہو سکتے ہیں؟ جواباً فرمایا جا رہا ہے کہ کیا اسے یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کچھ نہ تھا اور ہم نے اسے پیدا کر دیا۔ شروع پیدائش کا قائل اور دوسری پیدائش کا منکر؟ جب کچھ نہ تھا تب تو خدا اسے کچھ کر دینے پر قادر تھا تو اب جبکہ کچھ نہ کچھ ضرور ہو گا کیا خدا قادر نہیں کہ اسے پھر سے پیدا کر دے؟ پس ابتداء آفرینش دلیل ہے دوبارہ کی پیدائش پر جس نے ابتدا کی ہے وہی اعادہ کریگا اور اعادہ بہ نسبت ابتداء کے ہمیشہ آسان ہوا کرتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے ابن آدم جھٹلا رہا ہے اور اسے یہ لائق نہ تھا۔ مجھے ابن آدم ایذا دے رہا ہے اور اسے یہ بھی لائق نہیں اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ کہتا ہے کہ جسطرح خدا نے میری ابتدا کی اعادہ نہ کریگا حالانکہ ظاہر ہے کہ ابتداء بہ نسبت اعادہ کے مشکل ہوتی ہے اور اسکا مجھے ایذا دینا یہ ہے کہ میرے لئے اولاد ثابت کرتا ہے حالانکہ میں احد ہوں صمد ہوں نہ میرے ماں باپ نہ اولاد نہ میری جنس کا کوئی اور۔ مجھے اپنی ہی قسم ہے کہ میں ان سب کو جمع کروں گا اور جن جن شیطانوں کی یہ لوگ میرے سوا عبادت کرتے تھے انھیں بھی میں جمع کروں گا۔ پھر انہیں جہنم کے سامنے لاؤں گا جہاں وہ گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے جیسے فرمان ہے وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ہر امت کو تو دیکھے گا کہ گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی ایک قول یہ بھی ہے کہ قیام کی حالت میں ان کا حشر ہوگا۔ جب تمام اول آخر جمع ہو جائیں گے تو ہم ان میں سے بڑے بڑے مجرموں اور سرکشوں کو الگ کر لیںگے ان کے رئیس وامیر اور بدیوں اور برائیوں کے پھیلانے والے ان کے پیشوا انہیں شرک و کفر کی تعلیم دینے والے انہیں خدا کے گناہوں کی طرف مائل کرنیوالے علیحدہ کر لئے جائیں گے جیسے فرمان ہے حَتّٰى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا الخ جب وہاں سب جمع ہو جائیں گے تو پچھلے اگلوں کی بابت کہیں گے کہ خدایا انہیں لوگوں نے ہمیں بہکا رکھا تھا تو انہیں دگنا عذاب کر الخ پھر خبر کا خبر پر عطف ڈالکر فرماتا ہے کہ خدا خوب جانتا ہے کہ سب سے زیادہ عذاب کا اور جہنم کی آگ کا مستحق کون کون ہے۔ جیسے دوسری آیت میں ہے کہ فرمائے گا لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝ ہر ایک کے لئے دوہرا عذاب ہے لیکن تم علم سے کورے ہو۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ

اور تم میں سے کوئی بھی نہیں جس کا اس پر سے گذر نہ ہو یہ آپکے رب کے اعتبار سے لازم ہے جو (ضرور) پورا ہو کر رہے گا پھر ہم ان لوگوں کو نجات دیدینگے جو

اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾

خدا سے ڈر کر ایمان لاتے تھے اور ظالموں کو اس میں ایسی حالت میں رہنے دینگے کہ گھٹنوں کے بل گرے پڑینگے

جہنم پر سے

مسند امام احمد بن حنبل کی ایک غریب حدیث میں ہے۔ ابو سمیہ فرماتے ہیں جس ورود کا اس آیت میں ذکر ہے۔ اس بارے میں ہم میں اختلاف ہوا کوئی کہتا تھا مومن اس میں داخل نہ ہوں گے کوئی کہتا تھا داخل تو ہوں گے۔ لیکن پھر بہ سبب

اپنے تقوے کے نجات پا جائیں گے میں نے حضرت جابرؓ سے ملکر اس بات کو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا وارد تو سب ہوں گے۔ اور روایت میں ہے کہ داخل تو سب ہوں گے نیک بھی اور بد بھی، لیکن مومنوں پر وہ آگ ٹھنڈی اور سلامتی بن جائے گی جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ پر تھی یہاں تک کہ اس ٹھنڈک کی شکایت خود آگ کرنے لگیگی۔ پھر ان متقی لوگوں کا وہاں سے چھٹکارا ہو جائے گا۔ خالد بن معدانؒ فرماتے ہیں کہ جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے کہینگے کہ خدا نے تو فرمایا تھا کہ ہر ایک جہنم پر وارد ہونیوالا ہے اور ہمارا ورود تو ہوا ہی نہیں تو ان سے فرمایا جائے گا کہ تم اس میں سے گذر کر تو آرہے ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے اسوقت آگ ٹھنڈی کر دی تھی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ ایک بار اپنی بیوی صاحبہ کے گھٹنے پر سر رکھ کر لیٹے ہوئے تھے کہ رونے لگے آپ کی اہلیہ صاحبہ بھی رونے لگیں تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم کیسے روئیں۔ اہلیہ نے جواب دیا کہ آپ کو روتا دیکھ کر۔ آپ نے فرمایا مجھے تو آیت وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا یاد آگئی اور رونا آگیا مجھے کیا معلوم کہ میں نجات پاؤنگا یا نہیں۔ اسوقت آپ بیمار تھے حضرت ابو میسرہؒ جب رات کو اپنے بستر پر سونے کیلئے جاتے تو رونے لگتے۔ اور زبان سے بیساختہ نکل جاتا کہ کاش کہ میں پیدا ہی نہ ہوتا۔ ایک مرتبہ آپ سے پوچھا گیا کہ آخر اس رونے کی کیا وجہ ہے؟ تو فرمایا یہی آیت ہے، یہ تو ثابت ہے کہ وہاں جانا ہوگا اور یہ نہیں معلوم کہ نجات بھی ہوگی یا نہیں؟ ایک بزرگ شخص نے اپنے بھائی سے فرمایا کہ آپ کو یہ معلوم ہے کہ ہمیں جہنم پر سے گذرنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں یقیناً معلوم ہے۔ پھر پوچھا کیا یہ بھی جانتے ہو کہ وہاں سے پار ہو جاؤ گے؟ انہوں نے فرمایا اس کا کوئی علم نہیں۔ پھر ہمارے لئے ہنسی خوشی کیسی؟ یہ سنکر جب سے لیکر موت کی گھڑی تک انکے ہونٹوں پر ہنسی نہیں آئی۔ نافع بن ازرق حضرت ابن عباسؓ کا اس بارے میں مخالف تھا کہ یہاں ورود سے مراد داخل ہونا ہے تو آپ نے دلیل میں آیت قرآن اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ○ پیش کر کے فرمایا دیکھو! یہاں ورود سے مراد داخل ہوتا ہے یا نہیں؟ پھر آپ نے دوسری آیت تلاوت فرمائی يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ فرمایا بتلاؤ فرعون اپنی قوم کو جہنم میں لیجائے گا یا نہیں؟ پس اب غور کرو کہ ہم اس میں داخل تو ضرور ہوں گے اب نکلیں گے بھی یا نہیں؟ غالباً تجھے تو اللہ نہ نکالیگا۔ اس لئے کہ تو اسکا منکر ہے۔ یہ سن کر نافع کھسیانا ہو کر ہنس دیا۔ یہ نافع خارجی تھا۔ اس کی کنیت ابوراشد تھی۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے اسے سمجھاتے ہوئے آیت وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا بھی پڑھی تھی۔ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ پہلے بزرگ لوگوں کی ایک دعا یہ بھی تھی کہ اَللّٰهُمَّ اَخْرِجْنِيْ مِنَ النَّارِ سَالِمًا وَّاَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ غَانِمًا خدایا مجھے جہنم سے صحیح سالم نکال لے اور جنت میں ہنسی خوشی پہنچا دے۔ حضرت ابن عباسؓ سے ابوداؤد طیالسی میں یہ بھی منقول ہے کہ اس کے مخاطب کفار ہیں۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں یہ ظالم لوگ ہیں، اسی طرح ہم اس آیت کو پڑھتے تھے۔ یہ بھی حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ نیک بد سب وارد ہوں گے۔ دیکھو فرعون اور اس کی قوم کے لئے اور گنہگاروں کے لئے بھی ورود کا لفظ دخول کے معنے میں خود قرآن کریم کی دو آیتوں میں موجود ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وارد تو سب ہوں گے پھر گذر اپنے اپنے اعمال کے مطابق ہوگا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پلصراط سے سب کو گذرنا ہوگا یہی آگ کے پاس کھڑا ہونا ہے۔ اب بعض تو بجلی کیطرح گذر جائینگے۔ بعض ہوا کیطرح بعض پرندوں کی طرح۔ بعض تیز رفتار گھوڑوں کیطرح بعض تیز رفتار اونٹوں کی طرح۔ بعض تیز چالی والے پیدل انسان کیطرح۔ یہاں تک کہ سب سے آخر جو مسلمان اس سے پار ہوگا یہ وہ ہوگا جس کے صرف پیر کے انگوٹھے پر نور ہوگا گرتا پڑتا نجات پائے گا۔ پلصراط پھسلنی چیز ہے جس پر ببول جیسے اور گوکھرو جیسے کانٹے ہیں دونوں طرف فرشتوں کی صفیں ہوں گی جن کے ہاتھوں میں جہنم کے آنکس ہونگے جیسے وہ پکڑ پکڑ کر لوگوں کو جہنم میں دھکیل دیں گے الخ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں یہ تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہوگا۔ پہلا گروہ تو بجلی کی طرح آن کی آن میں پار ہو جائے گا۔ دوسرا گروہ ہوا کی طرح جائے گا تیسرا تیز رفتار گھوڑوں کی طرح۔ چوتھا تیز رفتار جانوروں کی طرح۔ فرشتے ہر طرف سے دعائیں کر رہے ہوں گے کہ خدایا سلامت رکھ۔ الہی بچا لے۔ صحیحین کی بہت سی مرفوع حدیثوں میں بھی یہ مضمون ہے حضرت کعبؓ کا بیان ہے کہ جہنم اپنی پیٹھ پر تمام لوگوں کو جما لے گی جب سب نیک و بد جمع ہو جائیں گے تو حکم باری ہوگا کہ اپنے والوں کو تو پکڑ لے اور جنتیوں کو چھوڑ دے۔ اب جہنم سب برے لوگوں کو نوالہ بنالے گی۔ وہ برے لوگوں کو اسطرح جانتی پہچانتی ہے جسطرح تم اپنی اولاد کو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ مومن صاف بچ جائیں گے۔ سنو جہنم کے

داروغوں کے قد ایک سو سال کی راہ کے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس گرز ہیں۔ ایک مارتے ہیں تو سات لاکھ آدمیوں کا چورا ہو جاتا ہے۔ مسند میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا مجھے اپنے رب کی ذات پاک سے بعید ہے کہ بدر اور حدیبیہ کے جہاد میں جو ایماندار شریک تھے ان میں سے ایک بھی دوزخ میں نہ جائے گا۔ یہ سنکر حضرت حفصہؓ نے کہا یہ کیسے؟ قرآن تو کہتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک اس پر وارد ہونے والا ہے تو آپ نے اس کے بعد کی دوسری آیت پڑھ دی کہ متقی لوگ اس سے نجات پا جائیں گے اور ظالم لوگ اسی میں رہ جائیں گے۔ صحیحین میں ہے کہ جس کے تین بچے فوت ہو گئے ہوں اسے آگ نہ چھوئے گی۔ مگر صرف قسم پوری ہونے کے طور پر۔ اس سے مراد یہی آیت ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک صحابیؓ کو بخار چڑھا ہوا تھا جسکی عیادت کے لئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ تشریف لے چلے۔ آپ نے فرمایا کہ جناب باری عزوجل کا فرمان ہے کہ یہ بخار بھی ایک آگ ہے میں اپنے مومن بندوں کو اسمیں اسلئے مبتلا کرتا ہوں کہ یہ جہنم کی آگ کا بدلہ ہو جائے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ حضرت مجاہدؒ نے بھی یہی فرما کر پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص سورہ قل ھو اللہ احد دس مرتبہ پڑھ لے اس کیلئے جنت میں ایک محل تعمیر ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا پھر تو ہم بہت سے محل بنالیں گے۔ آپ نے جواب دیا خدا کے پاس کوئی کمی نہیں وہ بہتر سے بہتر اور بہت دینے والا ہے۔ اور جو شخص خدا کی راہ میں ایک ہزار آیتیں پڑھ لے، اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اسے نبیوں صدیقوں شہیدوں اور صالحوں میں لکھ لیگا فی الواقع انکا ساتھ بہترین ساتھیوں کا ساتھ ہے۔ اور جو شخص کسی تنخواہ کیوجہ سے نہیں بلکہ خدا کی خوشی کیلئے مسلمان لشکر یا مسلمانوں کی حفاظت کرنے کیلئے پہرہ دے۔ وہ اپنی آنکھ سے بھی جہنم کی آگ کو نہ دیکھیگا۔ مگر صرف قسم پوری کرنے کیلئے، کیونکہ خدا کا فرمان ہے تم میں سے ہر ایک اس پر وارد ہونیوالا ہے۔ خدا کی راہ میں اس کا ذکر کرنا خرچ کرنے سے بھی سات سو گنا زیادہ اجر رکھتا ہے۔ اور روایت میں ہے سات ہزار گنا۔ ابو داؤد میں ہے کہ نماز روزہ اور ذکر اللہ خدا کی راہ کے خرچ پر سات سو گنا درجہ رکھتے ہیں۔ قتادہؒ فرماتے ہیں۔ مراد اس آیت سے گذرنا ہے۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں، مسلمان تو پلصراط سے گذر جائیں گے۔ اور مشرک جہنم میں جائیں گے۔ حضورؐ فرماتے ہیں اسدن بہت سے مرد و عورت اس پر سے پھسل پڑینگے۔ اس کے دونوں کناروں پر فرشتوں کی صف بندی ہوگی جو خدا سے سلامتی کی دعائیں کر رہے ہونگے یہ تو خدا کی قسم ہے جو پوری ہو کر رہیگی۔ اس کا فیصلہ ہو چکا اور خدائے تعالےٰ اسے اپنے ذمے لازم کر چکا ہے۔ پلصراط پر جانے کے بعد پرہیزگار تو پار ہو جائینگے۔ ہاں کافر گنہگار اپنے اپنے اعمال کے مطابق جہنم میں جھڑ جھڑ جائینگے۔ مومن بھی اپنے اپنے اعمال کے مطابق نجات پائیں گے جیسے عمل ہوں گے اتنی دیر وہاں لگ جائیگی۔ پھر یہ نجات یافتہ اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کی سفارش کریں گے ملائکہ شفاعت کرینگے اور انبیاء بھی۔ پھر بہت سے لوگ تو جہنم میں سے اس حالت میں نکلینگے کہ آگ انہیں کھا چکی ہوگی مگر چہرے پر سجدے کی جگہ بچی ہوئی ہوگی۔ پھر اپنے اپنے باقی ایمان کے حساب سے دوزخ سے نکالے جائینگے جنکے دلوں میں بقدر دینار کے ایمان ہوگا وہ اول نکلینگے پھر اس سے کم والے پھر اس سے کم والے۔ یہانتک کہ رائی کے دانے کے برابر ایمان والے۔ پھر اس سے کم والے پھر اس سے بھی کمی والے۔ پھر وہ جس نے اپنی پوری عمر میں لا الٰہ الا اللہ کہدیا ہو گو کچھ بھی نیکی نہ کی ہو۔ پھر تو جہنم میں وہی رہ جائیں گے جن کیلئے ہمیشہ کیلئے جہنم ہی رہنا لکھا جا چکا ہے۔ یہ تمام خلاصہ ہے ان حدیثوں کا جو صحت کے ساتھ آچکی ہیں۔ پس پلصراط پر جانیکے بعد نیک لوگ پار ہو جائینگے۔ اور بد لوگ کٹ کٹ کر جہنم میں گر پڑینگے۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا

اور جب ان کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو یہ کافر لوگ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ دونوں فریقوں

أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَأَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن

میں مکان کس کا زیادہ اچھا ہے اور محفل کس کی اچھی ہے اور ہم نے ان سے پہلے بہت سے ایسے ایسے گروہ ہلاک

قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثًا وَرِئْيًا ﴿٧٤﴾

کئے ہیں جو سامان اور نمود میں ان سے بھی (کہیں) اچھے تھے

کفار کی بیہودہ گوئی

خدا کی صاف صریح آیتوں سے پروردگار کے دلیل و برہان والے کلام سے کفار کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ وہ ان سے منہ موڑ لیتے ہیں دیدے پھیر لیتے ہیں۔ اور اپنی ظاہری شان و شوکت سے انہیں مرعوب کرنا چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں بتاؤ کس کے مکانات پرتکلف ہیں اور کس کی بیٹھکیں سجی ہوئی ہیں؟ اور آباد اور بارونق ہیں؟ پس ہم جو کہ مال و دولت شان و شوکت عزت و آبرو میں ان سے بڑھے ہوئے ہیں ہم خدا کے پیارے ہیں؟ یا یہ جو کہ چھپتے پھرتے ہیں کھانے پینے کو نہیں پاتے۔ کہیں ارقم بن ابوارقم کے گھر میں چھپتے ہیں اور کہیں ادھر ادھر بھاگتے پھرتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ کافروں نے کہا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَا اِلَيْهِ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو اسے پہلے ہم مانتے یا یہ؟ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے بھی یہی کہا تھا کہ اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ تیرے ماننے والے تو سب غریب محتاج لوگ ہیں۔ ہم تیرے تابعدار نہیں بن سکتے۔ اور آیت میں ہے کہ اسی طرح انہیں دھوکہ لگ رہا ہے۔ اور کہہ اٹھتے ہیں کہ کیا یہی وہ خدا کے پیارے بندے ہیں جنہیں خدا نے ہم پر فضیلت دی ہے؟ پھر ان کے اس مغالطے کا جواب دیا کہ ان سے پہلے ان سے بھی بڑھے ہوئے اور مالداری میں ممتاز لوگ تھے۔ لیکن ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ہم نے انہیں تہس نہس کر دیا۔ انکی مجلسیں انکے مکانات انکی قوتیں ان کی مالداریاں ان سے سوا تھیں۔ شان و شوکت میں ٹیپ ٹاپ میں تکلفات میں امارت اور عزت میں ان سے کہیں زیادہ تھے۔ ان کے تکبر اور عناد کی وجہ سے ہم نے ان کا نام و نشان تک مٹا دیا اور ان کو بالکل ہی برباد کر دیا۔ فرعونیوں کو دیکھ لو ان کے باغات ان کی نہریں ان کی کھیتیاں ان کے شاندار مکانات اور عالیشان محلات اب تک موجود ہیں اور وہ غارت کر دیئے گئے مجلسیں کا لقمہ بن گئے۔ مقام سے مراد مسکن اور نعمتیں ہیں ندی سے مراد مجلسیں اور بیٹھکیں ہیں۔ عرب میں بیٹھکوں اور لوگوں کے جمع ہونے کی جگہوں کو نادی اور ندی کہتے ہیں جیسے آیت وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ میں ہے۔ یہی ان مشرکین کا قول تھا کہ ہم باعتبار دنیا کے تم سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ لباس میں مال میں متاع میں صورت شکل میں ہم تم سے افضل ہیں۔

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا

آپ فرما دیجئے کہ جو لوگ گمراہی میں ہیں (بجوزتم) رحمٰن ان کو ڈھیل دیتا چلا جا رہا ہے یہاں تک کہ جس چیز کا ان سے وعدہ کیا

يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ۭ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ

گیا ہے اس کو دیکھ لیں گے خواہ عذاب کو (دنیا میں) خواہ قیامت کو (دوسرے عالم میں) سو (اس وقت) ان کو معلوم ہو جاوے گا کہ برا مکان کس کا ہے

اَضْعَفُ جُنْدًا ﴿٧٥﴾

اور کمزور مددگار کس کے ہیں۔

عنقریب معلوم ہو جائے گا

ان کافروں کو جو تمہیں ناحق پر اور خود کو حق پر سمجھ رہے ہیں اور اپنی خوشحالی اور فارغ البالی پر اعتماد کئے بیٹھے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ گمراہوں کی رسی دراز ہوتی ہے انہیں خدا کی طرف سے ڈھیل دی جاتی ہے۔ جب تک کہ قیامت نہ آ جائے یا انکی موت نہ آ جائے۔ اس وقت انہیں پورا پتہ چل جائے گا کہ فی الواقع برا شخص کون تھا۔ اور کس کے ساتھی کمزور تھے۔ دنیا تو ڈھلتی چڑھتی چھاؤں ہے نہ خود اسکا اعتبار نہ اس کے سامان اسباب کا یہ تو اپنی سرکشی میں بڑھتے ہی رہیں گے۔ گویا اس آیت میں مشرکوں سے مباہلہ ہے جیسے یہودیوں سے سورۂ جمعہ میں مباہلہ کی آیت ہے کہ آؤ ہمارے مقابلے میں موت کی تمنا کرو۔ اسیطرح سورۂ آل عمران میں مباہلے کا ذکر ہے کہ جب تم اپنے خلاف دلیلیں سنکر بھی عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کے مدعی رہو تو آؤ بال بچوں سمیت میدان میں جا کر جھوٹے پر لعنت خدا پڑنے کی دعا کریں۔ پس نہ تو مشرکین مقابلے پر آئے نہ یہود کی ہمت پڑی نہ نصرانی مرد میدان بنے۔

وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى ۗ وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ

اللہ تعالیٰ ہدایت والوں کی ہدایت بڑھاتا ہے اور جو نیک کام ہمیشہ کے لئے باقی رہنے والے ہیں وہ تمہارے

رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ مَرَدًّا (۷۶)

رب کے نزدیک ثواب میں بھی بہتر ہیں اور انجام میں بھی بہتر ہیں۔

باقیات صالحات

جس طرح گمراہوں کی گمراہی بڑھتی رہتی ہے اسی طرح ہدایت والوں کی ہدایت بڑھتی رہتی ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ جہاں کوئی سورت اترتی ہے تو بعض لوگ کہنے لگتے ہیں تم میں سے کسے اس نے ایمان میں زیادہ کر دیا؟ الخ باقیات صالحات کی پوری تفسیر ان ہی لفظوں کی تشریح میں سورۂ کہف میں گذر چکی ہے۔ یہاں فرماتا ہے کہ یہی باقی رہنے والی نیکیاں جزا اور ثواب کے لحاظ سے اور انجام اور بدلے کے لحاظ سے نیکیوں کیلئے بہتر ہیں عبدالرزاق میں ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک خشک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے۔ اس کی شاخ پکڑ کر ہلائی تو سوکھے پتے جھڑنے لگے آپ نے فرمایا دیکھو اسی طرح انسان کے گناہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنے سے جھڑ جاتے ہیں۔ اے ابو درداء انکا ورد رکھ اس سے پہلے کہ وہ وقت آئے کہ تو انہیں نہ کہہ سکے یہی باقیات صالحات ہیں۔ یہی جنت کے خزانے ہیں اس کو سنکر حضرت ابو درداء کا یہ حال تھا کہ اس حدیث کو بیان فرما کر فرماتے کہ واللہ میں تو ان کلمات کو پڑھتا ہی رہوں گا کبھی ان سے زبان نہ روکونگا گو لوگ مجھے مجنون کہنے لگیں۔ ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث دوسری سند سے ہے۔

أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا (۷۷) أَطَّلَعَ الْغَيْبَ

بھلا آپ نے اس شخص (کی حالت) کو بھی دیکھا جو کفر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ کو (آخرت میں) مال اور اولاد ملیں گے کیا یہ شخص غیب پر مطلع ہو گیا ہے

أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا (۷۸) كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ

کیا اس نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد (اس بات کا) لے لیا ہے ہرگز نہیں یہ شخص غلط کہتا ہے ہم اس کا کہا ہوا بھی لکھ لیتے ہیں اور

الْعَذَابِ مَدًّا (۷۹) وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا (۸۰)

اس کے لئے عذاب بڑھاتے چلے جائیں گے اور اس کی کہی ہوئی چیز دل کے ہم مالک رہ جاویں گے اور وہ ہمارے پاس (مال و اولاد سے) تنہا ہو کر آئے گا۔

ضرور پوچھا جائے گا

حضرت خباب بن ارت رضہ فرماتے ہیں میں لوہار تھا اور میرا قرض عاص بن وائل کے ذمے کچھ تھا میں اس سے تقاضا کرنے کو گیا تو اس نے کہا میں تو تیرا قرض اسوقت تک ادا نہ کروں گا جبتک کہ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے نہ نکل جائے۔ میں نے کہا میں تو یہ کفر اسوقت تک بھی نہیں کر سکتا کہ تو مر کر دوبارہ زندہ ہو۔ اس کافر نے کہا بس تو پھر یہی رہی جب میں مرنے کے بعد زندہ ہوں گا تو ضرور مجھے میرا مال اور میری اولاد بھی ملیگی وہیں تیرا قرض بھی ادا کر دوں گا تو آجانا اس پر یہ آیت اتری۔ (بخاری مسلم) دوسری روایت میں ہے کہ میں نے مکے میں اسکی تلوار بنائی تھی۔ اس کی اجرت میری ادھار تھی۔ تو فرماتا ہے کہ کیا اسے غیب کی خبر مل گئی؟ یا اس نے خدائے رحمان سے کوئی قول قرار لے لیا؟ اور روایت میں ہے کہ اس پر میرے بہت سے درہم بطور قرض کے چڑھ گئے تھے۔ اس نے مجھے جو جواب دیا میں نے اس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ اور روایت میں ہے کہ کئی ایک مسلمانوں کا قرض اس کے ذمے تھا۔ ان کے تقاضوں پر اس نے کہا کہ کیا تمہارے دین میں یہ نہیں کہ جنت میں سونا چاندی ریشم پھل پھول وغیرہ ہوں گے؟ ہم نے کہا ہاں ہے تو کہا بس تو یہ چیزیں مجھے ضرور ملیں گی میں وہیں تم سب کو دیدوں گا۔ پس یہ آیتیں فرد آ تک اتریں وَلَدًا کی دوسری قرأت واؤ کے پیش سے بھی ہے معنی دونوں کے ایک ہی ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زبر سے تو مفرد کے معنے میں ہے اور پیش سے جمع کے معنے میں ہے۔ قیس قبیلے کی یہی لغت ہے واللہ اعلم۔ اس مغرور کو جواب ملتا ہے کہ کیا اسے غیب پر اطلاع ہے؟ اسے آخرت کے اپنے انجام

کی خبر ہے؟ جو یہ قسمیں کھا کر کہہ رہا ہے؟ یا اس نے خدا سے کوئی قول قرار عہد پیمان لیا ہے؟ یا اس نے خدا کی توحید مان لی ہے؟ کہ اس کی وجہ سے اسے دخولِ جنت کا یقین ہے؟ چنانچہ آیت اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۵۱ میں خدا کی واحدانیت کے کلمے کا قائل ہونا ہی مراد لیا گیا ہے۔ پھر اس کے کلام کی تاکید کے ساتھ نفی کیجاتی ہے اور اس کے خلاف بیان ہو رہا ہے کہ اس کا یہ غرور کا کلمہ بھی ہمارے ہاں لکھا جا چکا ہے اس کا کفر بھی ہم پر روشن ہے۔ دار آخرت میں تو اس کے لئے عذاب ہی عذاب ہے۔ جو ہر وقت بڑھتا رہے گا۔ اسے مال و اولاد وہاں ملنا تو کجا! اس کے برعکس دنیا کا مال و متاع اور اولاد و کنبہ بھی اس سے چھین لیا جائے گا۔ وہ تن تنہا ہمارے حضور میں پیش ہوگا۔ ابن مسعود رضؓ کی قرأت میں وَنَرِثُهٗ مَا عِنْدَهٗ ہے۔ اس کی جمع جتھا اور اس کے عمل ہمارے قبضے میں ہیں۔ یہ تو خالی ہاتھ سب کچھ چھوڑ چھاڑ ہمارے سامنے پیش ہوگا۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ

اور ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود تجویز کر رکھے ہیں تاکہ ان کیلئے وہ (عند اللہ) باعث عزت ہوں (ایسا)

بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَي

ہرگز نہیں ہوگا بلکہ) وہ تو انکی عبادت ہی کا انکار کر بیٹھیں گے اور انکے مخالف ہوجائیں گے کیا آپکو معلوم نہیں کہ ہم نے شیطانوں کو کفار پر (ا ۔۔۔ چھوڑ)

الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿۸۳﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿۸۴﴾

چھوڑ رکھا ہے کہ وہ ان کو (کفر و ضلال پر) خوب ابھارتے رہتے ہیں سو آپ ان کے لئے جلدی نہ کیجئے ہم ان کی باتیں خود شمار کر رہے ہیں۔

جلدی مت کیجئے

کافروں کا خیال ہے کہ ان کے خدا کے سوا اور معبود ان کی مددگار رہوں گے۔ غلط خیال ہے بلکہ محال ہے بلکہ معاملہ اس کے برعکس اور بالکل برعکس ہے۔ ان کی پوری محتاجی کے دن یعنی قیامت میں یہ صاف منکر ہو جائیں گے۔ اور اپنے عابدوں کے دشمن بلکہ کھڑے ہوں گے۔ جیسے فرمایا اس سے بڑھ کر بدراہ اور گم کردہ راہ کون ہے۔ جو خدا کو چھوڑ انہیں پکار رہا ہے؟ جو قیامت تک جواب نہ دے سکیں۔ ان کی دعا سے بالکل غافل ہوں۔ اور روز محشر ان کے دشمن بنجائیں۔ اور ان کی عبادت کا بالکل انکار کر جائیں کلّا کی دوسری قرأت کُلّا بھی ہے۔ خود یہ کفار بھی اسدن خدا کے سوا اوروں کی پوجا پاٹ کا انکار کریں گے۔ یہ سب عابد و معبود جہنمی ہونگے۔ ایک دوسرے کے ساتھی ہوں گے۔ وہ اُس پر یہ اس پر لعنت و پھٹکار کرے گا۔ ہر ایک قصور دوسرے کے سر ڈالیگا۔ ایک دوسرے کو برا کہیگا۔ سخت جھگڑے ہوں گے۔ سارے تعلقات کٹ جائیں گے۔ ایک دوسرے کے کھلے دشمن ہو جائیں گے مدد تو کہاں؟ مروت تک نہ ہوگی۔ معبود عابدوں کے لئے اور عابد معبودوں کیلئے بلائے بے درماں حسرت بے پایاں ہو جائیں گے کیا تجھے نہیں معلوم کہ ان کافروں کو ہر وقت شیاطین نافرمانیوں پر آمادہ کرتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف اکساتے رہتے ہیں۔ آرزوئیں بڑھاتے رہتے ہیں۔ طغیان اور سرکشی میں آگے کرتے رہتے ہیں جیسے فرمان ہے کہ ذکر رحمان سے منہ موڑنے والے شیطان کے حوالے ہو جاتے ہیں۔ تو جلدی نہ کر ان کے لئے کوئی بد دعا نہ کر۔ ہم نے خود عمداً انہیں ڈھیل دے رکھی ہے۔ انہیں بڑھتا رہنے دے۔ آخر وقت مقررہ پر دبوچ لئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔ انہیں تو کچھ یونہی سی ڈھیل ہے جس میں یہ اپنے گناہوں میں بڑھے چلے جا رہے ہیں۔ آخر سخت عذاب کی طرف بے بسی کے ساتھ جا پڑیں گے۔ تم فائدہ حاصل کر لو۔ لیکن یاد رکھو کہ تمہارا اصلی ٹھکانہ دوزخ ہی ہے۔ ہم ان کے سال مہینے دن اور وقت شمار کر رہے ہیں۔ ان کے سانس بھی ہمارے گنے ہوئے ہیں۔ مقررہ وقت پورا ہوتے ہی عذاب میں پھنس جائیں گے۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى

(اور) جس روز ہم متقیوں کو رحمن (کے دار النعیم) کی طرف مہمان بنا کر جمع کریں گے اور مجرموں کو دوزخ کی طرف

جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿۸۶﴾ لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۸۷﴾

پیاسا ہانکیں گے (وہاں) کوئی سفارش کا اختیار نہ رکھے گا مگر ہاں جس نے رحمٰن کے پاس (سے) اجازت لی ہے۔

مجال دم زدن نہیں

جو لوگ خدا کی باتوں پر ایمان لائے، پیغمبروں کی تصدیق کی خدا کی فرمانبرداری کی۔ گناہوں سے بچتے رہے پروردگار کا ڈر دل میں رکھا۔ وہ خدا کے ہاں بطور معزز مہمانوں کے جمع ہوں گے۔ نورانی سواریوں پر آئیں گے۔ اور خدا کے مہمان خانے میں بعزت داخل کئے جائیں گے۔ ان کے برخلاف ناخدا ترس گنہگار رسولوں کے دشمن دھکے کھا کھا کر اوندھے منہ گھسیٹتے ہوئے پیاس کے مارے زبان نکالے ہوئے جبراً قہراً جہنم کے پاس جمع کئے جائیں گے۔ اب بتلاؤ کہ کون مرتبے والا اور کون اچھے ساتھیوں والا ہے؟ مومن اپنی قبر سے منہ اٹھا کر دیکھیگا کہ اس کے سامنے ایک حسین خوبصورت شخص پاکیزہ پوشاک پہنے خوشبو سے مہکتا چمکتا دمکتا چہرہ لئے کھڑا ہے۔ پوچھے گا کہ تم کون ہو؟ وہ کہیگا آپ نے پہچانا نہیں میں تو آپ کے نیک اعمال کا مجسمہ ہوں آپ کے عمل نورانی حسین اور مہکتے ہوئے تھے آیئے اب آپکو میں اپنے کندھوں پر چڑھا کر بعزت و اکرام محشر میں لے چلوں گا۔ کیونکہ دنیا کی زندگی میں میں آپ پر سوار رہا ہوں۔ پس مومن خدا کے پاس سواری پر سوار جائے گا۔ ان کی سواری کے لئے نورانی اونٹ بھی مہیا ہوں گے یہ سب ہنسی خوشی آبرو و عزت کے ساتھ جنت میں جائیں گے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں وفد کا یہ دستور ہی نہیں کہ وہ پیدل آئے یہ متقی حضرات ایسی نورانی اونٹنیوں پر سوار ہونگے کہ مخلوق کی نگاہوں میں ان سے بہتر کوئی سواری کبھی نہیں آئی۔ ان کے پالان سونے کے ہوں گے یہ جنت کے دروازوں تک ان ہی سواریوں پر جائیں گے۔ ان کی نکیلیں زبرجد کی ہونگی۔ ایک مرفوع روایت میں ہے۔ لیکن حدیث بہت ہی غریب ہے۔ ابن ابی حاتم کی روایت ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے اس آیت کی تلاوت کی اور کہا کہ یا رسول اللہؐ وفد تو سواری پر سوار آیا کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا قسم اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہ پارسا لوگ قبروں سے اٹھائیں جائیں گے۔ اور اسی وقت سفید رنگ نورانی پردار اونٹنیاں اپنی سواری کے لئے موجود پائیں گے جن پر سونے کے پالان ہوں گے۔ جن کے پیروں سے نور بلند ہو رہا ہوگا جو ایک ایک قدم اتنی دور رکھیں گے جہانتک نگاہ کام کرے۔ یہ ان پر سوار ہو کر ایک جنتی درخت کے پاس پہنچینگے جہاں سے دو نہریں جاری دیکھینگے ایک کا پانی پیئیں گے جس سے ان کے دلوں کے میل دور ہو جائیں گے۔ دوسری میں غسل کریں گے جس سے ان کے جسم نورانی ہو جائیں گے۔ اور بال جم جائیں گے۔ اس کے بعد نہ کبھی ان کے بال الجھیں نہ خراب و رنیلے ہوں۔ ان کے چہرے چمک اٹھیں گے۔ اور یہ جنت کے دروازے پر پہنچینگے سرخ یاقوت کا حلقہ سونے کے دروازے پر ہوگا جسے یہ کھٹکھٹائیں گے۔ نہایت سریلی آواز اس سے نکلے گی اور حوروں کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کے خاوند آ گئے۔ خازن جنت آئینگے۔ دروازے کھولیں گے۔ جنتی ان کے نورانی جسموں اور شگفتہ چہروں کو دیکھکر سجدے میں گر پڑنا چاہیں گے لیکن وہ فوراً کہہ اٹھیگا۔ کہ میں تو آپ کا تابع ہوں۔ آپ کا حکم بردار ہوں اب ان کے ساتھ یہ چلیں گے۔ ان کی حوریں تاب نہ لا سکیں گی۔ اور خیموں سے نکل ان سے چمٹ جائیں گی اور کہینگی کہ آپ ہمارے سرتاج ہیں ہمارے محبوب ہیں۔ ہم ہمیشگی والی ہوں جو موت سے دور ہوں۔ ہم نعمتوں والی ہوں کہ کبھی میری نعمتیں ختم نہ ہوں گی۔ ہم خوش رہنے والی ہوں کہ کبھی نہ روٹھوں گی۔ ہم یہیں رہنے والی ہوں کہ کبھی آپ سے دور نہ ہوں گی۔ یہ اندر داخل ہوں گے دیکھینگے کہ سو سو گز بلند بالا خانے ہیں۔ لؤلؤ اور موتیوں پر زرد سرخ سبز رنگ کی دیواریں سونے کی ہیں۔ ہر دیوار ایک دوسرے کی ہمشکل ہے ہر مکان میں ستر تخت ہیں۔ ہر تخت پر ستر حوریں ہیں، ہر حور پر ستر جوڑے ہیں۔ تاہم ان کا پنڈا جھلک رہا ہے۔ ان کے جماع کی مقدار دنیا کی پوری ایک رات کے برابر ہوگی۔ صاف شفاف پانی کی خالص دودھ کی جو جانوروں کے تھن سے نہیں نکلا۔ بہترین خوش ذائقہ بے ضرر شراب طہور کی جسے کسی انسان نے نہیں نچوڑا۔ عمدہ خالص شہد کی جو مکھیوں کے پیٹ سے نہیں نکلا۔ بہہ رہی ہوں گی۔ پھلدار درخت میووں سے لدے ہوئے جھوم رہے ہوں گے۔ چاہیں تو کھڑے کھڑے میوے توڑ لیں چاہیں بیٹھے بیٹھے چاہیں لیٹے لیٹے۔ سبز سفید پرند اڑ رہے ہیں۔ جس کے گوشت کھانے کو جی چاہا وہ خود بخود حاضر ہو گیا۔ جہاں کا گوشت کھانا چاہا کھا لیا۔ اور پھر وہ قدرتِ خدا سے زندہ چلا گیا۔

ہر طرف سے فرشتے آ رہے ہیں، اور سلام کہہ رہے ہیں، اور بشارتیں سنا رہے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو، یہی وہ جنت ہے جس کی تم خوشخبریاں دیئے جاتے رہے اور آج اس کے مالک بنا دیئے گئے ہو، یہ ہے بدلہ تمہارے نیک اعمال کا جو تم دنیا میں کرتے رہے۔ ان کی حوروں میں سے اگر کسی کا ایک بال بھی زمین پر ظاہر کر دیا جائے تو سورج کی روشنی ماند پڑ جائے۔ یہ حدیث تو مرفوع بیان ہوئی ہے لیکن تعجب نہیں کہ یہ موقوف ہی ہو۔ جیسے کہ حضرت علیؓ کے اپنے قول سے بھی روایت ہے۔ واللہ اعلم۔ ٹھیک اس کے برعکس گنہگار لوگ اوندھے منہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے جانوروں کی طرح دھکے کھا کر جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے۔ اس وقت پیاس کے مارے ان کی حالت بری ہو رہی ہوگی۔ کوئی ان کی شفاعت کرنیوالا ان کے حق میں ایک لفظ نکالنے والا نہ ہوگا، مومن تو ایک دوسرے کی شفاعت کریں گے لیکن یہ بدنصیب اس سے محروم ہیں۔ یہ خود کہیں گے کہ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ہمارا کوئی سفارشی نہیں۔ نہ سچا دوست ہے ہاں جنہوں نے خدا سے عہد لے لیا ہے یہ استثنا منقطع ہے۔ مراد اس عہد سے خدا کی توحید کی گواہی اور اس پر استقامت ہے۔ یعنی صرف خدا کی عبادت دوسروں کی پوجا سے برأت، مدد کی اسی سے امید۔ تمام آرزوؤں کے پورا ہونیکی اسی سے آس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ ان موحدین نے خدا کا وعدہ حاصل کر لیا ہے قیامت کے دن اللہ تعالٰے فرمائے گا کہ جس سے میرا عہد ہے وہ کھڑا ہو جائے۔ لوگوں نے کہا حضرت ہمیں بھی وہ بتا دیجئے آپ نے فرمایا یوں کہو اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَاِنِّیْ اَعْهَدُ اِلَيْكَ فِیْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اِنَّكَ اِنْ تَكِلْنِیْ اِلٰى عَمَلِیْ تُقَرِّبْنِیْ مِنَ الشَّرِّ وَتُبَاعِدْنِیْ مِنَ الْخَيْرِ وَاِنِّیْ لَا اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِكَ فَاجْعَلْ لِّیْ عِنْدَكَ عَهْدًا تُؤَدِّيْهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ اور روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے خَائِفًا مُّسْتَجِيْرًا مُّسْتَغْفِرًا رَاهِبًا رَاغِبًا اِلَيْكَ (ابن ابی حاتم)

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ

اور یہ (کافر) لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے اولاد (بھی) اختیار کر رکھی ہے (اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ) تم نے (جو یہ بات کہی تو) ایسی سخت حرکت کی ہے کہ اس کے سبب کچھ بعید نہیں

يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ

کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین کے ٹکڑے اڑ جائیں اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں اس بات سے کہ یہ لوگ خدا تعالٰی کی طرف اولاد

وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَمَا يَنْۢبَغِیْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ

کی نسبت کرتے ہیں حالانکہ خدا تعالٰی کی شان نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے (کیونکہ) جتنے بھی کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں

فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ

سب خدا تعالٰے کے روبرو غلام ہو کر حاضر ہوتے ہیں (اور) اس نے سب کو (اپنی قدرت میں) احاطہ کر رکھا ہے اور سب کو شمار

عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾

کر رکھا ہے اور قیامت کے روز سب کے سب اس کے سامنے تنہا تنہا حاضر ہوں گے۔

نفرت انگیز کلمہ

اس مبارک سورت کے شروع میں اس بات کا ثبوت گذر چکا کہ حضرت عیسٰیؑ خدا کے بندے ہیں، انہیں اللہ تعالٰے نے باپ کے بغیر اپنے حکم سے حضرت مریم صدیقہؑ کے بطن سے پیدا کیا ہے۔ اس لئے یہاں ان لوگوں کی نادانی بیان ہو رہی ہے جو انکو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں جس سے ذات خدا پاک ہے۔ ان کے قول کو بیان فرمایا، پھر فرمایا یہ بڑی بھاری بات ہے اِدًّا اور اَدًّا اور اٰدًّا تینوں لغت ہیں لیکن مشہور اِدًّا ہے۔ ان کی یہ بات اتنی بری ہے کہ آسمان تھرتھرا کر ٹوٹ پڑے اور زمین پھٹ جائے۔ اس لئے کہ زمین و آسمان خدا تعالٰی کی عزت و عظمت جانتے ہیں، ان میں رب کی توحید سمائی ہوئی ہے، انہیں معلوم ہے کہ بدکار بے سمجھ انسانوں نے خدا کی ذات پر تہمت باندھی ہے

۵۷ اگر میں آپ سے عرض کروں کہ والی نجد و حجاز کے شاہی محل میں تین سو کمرے ہیں، ہر کمرہ کا طول و عرض اتنا ہے، سنگ مرمر سے (بقیہ صفحہ ۵۵ پر)

نہ اس کی جنس کا کوئی نہ اس کے ماں باپ نہ اولاد نہ اس کا کوئی شریک نہ اس جیسا کوئی مخلوق تمام اس کی وحدانیت کی شاہد ہے۔ کائنات کا ایک ایک ذرہ اس کی توحید پر دلالت کرنے والا ہے۔ خدا کے ساتھ شرک کرنے والوں کے شرک سے ساری مخلوق کانپ اٹھتی ہے۔ قریب ہوتا ہے کہ انتظام کائنات درہم برہم ہو جائے۔ شرک کے ساتھ کوئی نیکی کارآمد نہیں ہوتی۔ کیا عجب کہ اس کے برعکس توحید کے ساتھ کے گناہ کل کے کل خدائے تعالیٰ معاف فرما دے۔ جیسے کہ حدیث میں ہے اپنے مرنے والوں کو لا الٰہ الا اللہ کی شہادت کی تلقین کرو۔ موت کے وقت جس نے اسے کہہ لیا۔ اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ صحابہؓ نے کہا۔ اور حضور جس نے زندگی میں کہہ لیا۔ فرمایا اس کے لئے اور زیادہ واجب ہو گئی قسم اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ زمین و آسمان اور ان کی اور ان کے درمیان کی اور ان کے نیچے کی تمام چیزیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں۔ اور لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دوسرے پلڑے میں رکھی جائے تو وہ ان سب سے وزن میں بڑھ جائے۔ اس کی مزید دلیل وہ حدیث ہے جس میں توحید کے ایک چھوٹے سے پرچے کا گناہوں کے بڑے بڑے دفتروں سے وزنی ہو جانا آیا ہے واللہ اعلم ۔ پس ان کا یہ مقولہ اتنا بد ہے کہ آسمان بوجہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے کانپ اٹھیں۔ اور زمین بوجہ غضب کے پھٹ جائے۔ اور پہاڑوں کا چورا ہو جائے۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں۔ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ سے دریافت کرتا ہے کہ کیا آج کوئی ایسا شخص بھی تجھ پر چڑھا جس نے اللہ کا ذکر کیا ہو؟ وہ خوشی سے جواب دیتا ہے کہ ہاں۔ پس پہاڑ بھی باطل اور جھوٹی بات کو اور بھلی بات کو سنتے ہیں۔ اور اور کلام نہیں سنتے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ منقول ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جب زمین کو اور اس کے درختوں کو پیدا کیا تو ہر درخت ابن آدم کو پھل پھول اور نفع دیتا تھا۔ مگر جب زمین پر رہنے والے لوگوں نے خدا کے لئے اولاد کا لفظ بولا تو زمین ہل گئی اور درختوں میں کانٹے پڑ گئے۔ کعب کہتے ہیں۔ ملائکہ غضبناک ہو گئے اور جہنم زور شور سے بھڑک اٹھی۔ مسند احمد میں فرمان رسول ہے صلی اللہ علیہ وسلم کہ ایذا دہ باتوں پر خدا سے زیادہ صابر کوئی نہیں لوگ اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔ اس کی اولادیں مقرر کرتے ہیں اور وہ انہیں عافیت دے رہا ہے، روزیاں پہنچا رہا ہے۔ برائیاں ان سے ٹالتا رہتا ہے۔ پس ان کی اس بات سے کہ خدا کی اولاد ہے۔ زمین و آسمان اور پہاڑ تک تنگ ہیں۔ خدا کی عظمت و شان کے لائق نہیں کہ اس کے ہاں اولاد ہو۔ اس کے لڑکے لڑکیاں ہوں۔ اس لئے کہ تمام مخلوق اس کی غلامی میں ہے۔ اس کی جوڑ کا یا اس جیسا کوئی اور نہیں زمین و آسمان میں جو ہیں سب اس کے زیر فرمان اور حاضر باش غلام ہیں وہ سب کا آقا سب کا پالنہار سب کا خبر گیر ہے۔ سب کی گنتی اس کے پاس ہے۔ سب کو اس کے علم نے گھیر رکھا ہے۔ سب اس کی قدرت کے احاطے میں ہیں۔ ہر مرد و عورت چھوٹے بڑے کی اسے اطلاع ہے شروع پیدائش سے ختم دنیا تک کا اسے علم ہے۔ اس کا کوئی مددگار نہیں۔ نہ شریک و ساجھی۔ ہر ایک بے یار و مددگار اس کے سامنے قیامت کے روز پیش ہونیوالا ہے۔ ساری مخلوق کے فیصلے اس کے ہاتھ میں ہیں۔ وہی وحدہٗ لاشریک لہٗ عادل ہے ظالم نہیں۔ کسی کی حق تلفی اس کی شان سے بعید ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾ فَاِنَّمَا

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ ان کے لئے محبت پیدا کر دے گا سو ہم نے

يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾ وَكَمْ

اس قرآن کو آپ کی زبان (عربی) میں اسلئے آسان کیا ہے کہ آپ اس سے متقیوں کو خوشخبری سنا دیں اور ڈرا دیں اس سے جھگڑالو آدمیوں کو خوف دلا دیں اور ہم نے

(بقیہ صفحہ ۵۲) مرصع اور قیمتی موتیوں سے بھر پور ہے، ہر کمرہ کے ساتھ ایک پائیں باغ ہے جسمیں طرح طرح کے پھل پھول، میوے اور فروٹ ہیں۔ جدول اور دہلی رنگیں ہیں چھوٹے چھوٹے حوض ہیں جن میں صاف اور شفاف پانی ہے حسین لڑکیاں ہیں جن کے جمال و حسن کی نظیر نہیں وہ شاہ سے ملنے والوں کی اس محبت سے پذیرائی کرتی ہیں کہ باید و شاید، بتائیے آپ میرے اس پورے بیان پر اعتماد کریں گے یا نہیں پھر کیا بات ہے کہ دنیا کے ایک بادشاہ کے محل کے متعلق تو آپ سب کچھ تسلیم کرلیں، لیکن احکم الحاکمین کے دربار کے متعلق ان چیزوں پر آپ کو شبہ ہو۔

ع ۵ چاہا کوئی اگر مددگار نہ ہو تو یہ اس کے لئے ایک عیب کی بات ہے، لیکن خدا تعالیٰ کی خوبی اور بڑائی، عظمت اور قہاریت اسی میں ہے کہ اس کا کوئی بھی مددگار نہ ہو۔

أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُم مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ۝٩٨

ان کے قبل بہت سے گروہوں کو (عذاب قہر سے) ہلاک کر دیا ہے (سو) کیا آپ ان میں سے کسی کو دیکھتے ہیں یا ان کی کوئی آہستہ آواز سنتے ہیں۔

ایمان کی حلاوت اور باہمی محبت

فرمان ہے کہ جنکے دلوں میں توحید رچی ہوئی ہے۔ اور جن کے اعمال میں سنت کا نور ہے۔ ضروری بات ہے کہ ہم اپنے بندوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالٰے کسی بندے سے محبت کرنے لگتا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ۔ خدا کا یہ امین فرشتہ بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ پھر آسمانوں میں ندا کی جاتی ہے۔ کہ خدائے تعالٰے فلاں انسان سے محبت رکھتا ہے۔ اے فرشتوں تم بھی اس سے محبت رکھو۔ چنانچہ کل آسمانوں کے فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر اس کی مقبولیت زمین پر اتاری جاتی ہے۔ اور جب کسی بندے سے خدائے تعالٰے ناراض ہوتا ہے تو جبرئیل سے فرماتا ہے کہ اس سے میں ناخوش ہوں تو بھی اس سے عداوت رکھ۔ حضرت جبرئیل بھی اس کے دشمن بن جاتے ہیں پھر آسمانوں میں ندا کر دیتے ہیں کہ فلاں دشمن خدا ہے تم سب اس سے بیزار رہنا۔ چنانچہ آسمان والے اس سے بگڑ بیٹھتے ہیں۔ پھر وہی غضب و ناراضگی زمین پر نازل ہوتی ہے (بخاری مسلم وغیرہ) مسند احمد میں ہے کہ جو بندہ اپنے مولا کی مرضی کا طالب ہو جاتا ہے اور اس کی پسندیدگی کے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے۔ تو اللہ عزوجل جبرئیل سے فرماتا ہے کہ میرا فلاں بندہ مجھے خوش کرنا چاہتا ہے سنو میں اس سے خوش ہو گیا۔ میں نے اپنی رحمتیں اس پر نازل کرنی شروع کر دیں۔ پس حضرت جبرئیل علیہ السلام ندا کرتے ہیں کہ فلاں پر رحمت خدا ہو گئی۔ پھر حاملان عرش بھی یہی منادی کرتے ہیں۔ پھر ان کے پاس والے غرض ساتوں آسمانوں میں یہ آواز گونج جاتی ہے۔ پھر زمین پر اس کی مقبولیت اترتی ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ایسی ہی ایک اور حدیث بھی مسند احمد میں غرابت والی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ محبت اور شہرت کسی کی برائی یا بھلائی کے ساتھ یہ آسمانوں سے خدا کی جانب سے اترتی ہے۔ ابن ابی حاتم میں اسی قسم کی حدیث کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس آیت قرآنی کو پڑھنا بھی منقول ہے پس مطلب آیت کا یہ ہوا کہ نیک عمل کرنیوالے ایمانداروں سے خدا خود محبت کرتا ہے۔ اور زمین پر بھی ان کی محبت اور مقبولیت اتاری جاتی ہے مومن ان سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ ان کا ذکر خیر ہوتا ہے۔ اور ان کی موت کے بعد بھی ان کی بہترین شہرت باقی رہتی ہے۔ ہرم بن حبان کہتے ہیں کہ جو بندہ سچے اور مخلص دل سے اللہ کیطرف جھکتا ہے۔ اللہ تعالٰی مومنوں کے دلوں کو اس کیطرف جھکا دیتا ہے۔ وہ اس سے محبت و پیار کرنے لگتے ہیں۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ بندہ جو بھلائی برائی کرتا ہے اللہ تعالٰی اسے اسی کی چادر اوڑھا دیتا ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ارادہ کیا کہ میں اللہ تعالٰی کی عبادت اس طرح کروں گا کہ تمام لوگوں میں میری نیکی کی شہرت ہو جائے۔ اب وہ عبادت خدا میں لگ گیا۔ جب دیکھو نماز کیلئے مسجد میں سب سے اول آئے۔ اور سب کے بعد جائے۔ اسیطرح سات ماہ اسے گذر گئے لیکن اس نے جب بھی سنا یہی سنا کہ لوگ اسے ریاکار کہتے ہیں۔ اس نے یہ حالت دیکھکر اپنے جی میں عہد کر لیا کہ میں صرف خدا کی خوشنودی کے لئے عمل کروں گا۔ کسی عمل میں تو نہ بڑھا لیکن خلوص کے ساتھ اعمال شروع کر دئے نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں ہر شخص کی زبان سے نکلنے لگا اللہ تعالٰی فلاں شخص پر رحم فرمائے اب تو وہ واقعی اللہ والا بن گیا۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ ابن جریر میں ہے کہ یہ آیت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں اس لئے کہ یہ پوری سورت مکے میں

ف قارئین سے ایک عاجزانہ درخواست ہے خدا کے واسطے اس حقیر قشتی کے لئے خلوص سے دعا کریں کہ محبوبیت کا یہ مقام اس عاجز کو بھی حاصل ہو کیا عجیب ہے کہ کسی مسلمان بھائی کی دعا اس فقیر کے حق میں مقبول ہو وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

نازل ہوئی ہے، ہجرت کے بعد اس سورت کی کسی آیت کا نازل ہونا ثابت نہیں۔ اور جو اثر امام صاحب نے ذکر کیا ہے وہ سنداً بھی صحیح نہیں۔ واللہ اعلم
ہم نے اس قرآن کو اے نبی تیری زبان میں یعنی عربی زبان میں بالکل آسان کرکے نازل فرمایا ہے جو فصاحت و بلاغت والی بہترین زبان ہے تاکہ
تو انہیں جو خدا کا خوف رکھتے ہیں دلوں میں ایمان اور ظاہر میں نیک اعمال رکھتے ہیں۔ خدائی بشارتیں سنا دے اور جو حق سے ہٹے ہوئے باطل
پر جمے ہوئے استقامت سے دور خود بینی میں مخمور جھگڑالو جھوٹے اندھے بہرے فاسق فاجر ظالم گنہگار بدکردار ہیں انہیں خدائی پکڑ سے اور
اس کے عذاب سے متنبہ کر دے جیسے قریش کے کفار وغیرہ۔ بہت سی امتوں کو جنہوں نے خدا کے ساتھ کفر کیا تھا نبیوں کا انکار کیا تھا ہم نے
ہلاک کر دیا ہے جنمیں سے ایک بھی باقی نہیں بچا ایک کی آواز بھی دنیا میں نہیں رہی۔ رِکزٌ کے لفظی معنی ہلکی اور دھیمی آواز کے ہیں۔ الحمد للہ سورۂ مریم
کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ

طٰہٰ ۰ مکیّہ

امام الائمہ حضرت محمد بن اسحٰق بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب التوحید میں حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ایک ہزار سال پہلے سورۂ طٰہٰ اور سورۂ یٰسٓ کی تلاوت فرمائی جسے سنکر فرشتے کہنے لگے۔ وہ امت بہت ہی خوش نصیب ہے جس پر یہ کلام نازل ہوگا۔ وہ زبانیں یقیناً مستحق مبارکباد ہیں جن سے کلام خدا کے یہ الفاظ ادا ہوں گے۔ یہ روایت غریب ہے اور اس میں نکارت بھی ہے۔ اور اس کے راوی ابراہیم بن مہاجر اور ان کے استاد پر جرح بھی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

طٰهٰ ۝١ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى ۝٢ اِلَّا تَذۡكِرَةً لِّمَنۡ يَّخۡشٰى ۝٣

طٰہٰ (کے معنی تو اللہ کو معلوم ہیں) ہم نے آپ پر قرآن مجید اسلئے نہیں اتارا کہ آپ تکلیف اٹھائیں بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کیلئے (اتارا ہے) جو اللہ سے ڈرتا ہو

تَنۡزِيۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَالسَّمٰوٰتِ الۡعُلٰى ۝٤ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ

یہ اس (ذات) کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ہے (اور وہ) بڑی رحمت والا عرش پر

اسۡتَوٰى ۝٥ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا وَمَا تَحۡتَ

قائم ہے اسی کی ملک ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں اور جو چیزیں ان دونوں کے درمیان میں ہیں اور جو چیزیں

الثَّرٰى ۝٦ وَاِنۡ تَجۡهَرۡ بِالۡقَوۡلِ فَاِنَّهٗ يَعۡلَمُ السِّرَّ وَاَخۡفٰى ۝٧ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ

تحت الثریٰ میں ہیں اور (اس کی شان یہ ہے کہ) اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ تو چپکے سے کہی ہوئی بات کو اور اس سے زیادہ مخفی کو جانتا ہے (وہ) اللہ ایسا ہے کہ اس کے

اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰى ۝٨

سوا کوئی معبود نہیں اس کے اچھے اچھے نام ہیں۔

یہ مقدس صحیفہ	سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں سورتوں کے اول حروف مقطعات کی تفسیر پوری طرح بیان ہو چکی ہے۔ جسے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ گو یہ بھی منقول ہے کہ مراد طٰہٰ سے "اے شخص" ہے کہتے ہیں کہ یہ نبطی کلمہ ہے کوئی

کہتا ہے معرب ہے، یہ بھی منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ایک پاؤں زمین پر ٹیکتے اور دوسرا اٹھا لیتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری یعنی طٰہٰ یعنی زمین پر دونوں پاؤں رکھا کر، ہم نے یہ قرآن تجھ پر اس لئے نہیں اتارا کہ تجھے مشقت و تکلیف میں ڈال دیں۔ کہتے ہیں کہ جب قرآن پر عمل حضورؐ نے اور آپ کے صحابہؓ نے شروع کر دیا تو مشرکین کہنے لگے کہ یہ لوگ تو اچھی خاصی مصیبت میں پڑ گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ یہ پاک قرآن تمہیں مشقت میں ڈالنے کو نہیں اتارا۔ بلکہ یہ نیکوں کیلئے عبرت ہے یہ خدائی علم ہے جسے یہ ملا اسے بہت بڑی دولت مل گئی۔

چنانچہ بخاری مسلم میں ہے کہ جس کے ساتھ خدا کا ارادہ بھلائی کا ہو جاتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ حافظ ابو القاسم طبرانی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرفوع صحیح حدیث لائے ہیں کہ قیامت کے دن جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے فیصلے فرمانے کے لئے اپنی کرسی پر اجلاس فرمائیگا کہ میں نے اپنا علم اور اپنی حکمت تمہیں اس لئے عطا فرمائی تھی کہ تمہارے گناہوں کو بخش دوں اور کچھ پرواہ نہ کروں کہ تم نے کیا کیا ہے؟ پہلے لوگ خدا کی عبادت کے وقت خود کو رسیوں میں لٹکا لیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مشقت اپنے اس کلام پاک کے ذریعہ آسان کر دی اور فرمایا کہ یہ قرآن تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ جیسے فرمان ہے جس قدر آسانی سے پڑھا جائے پڑھ لیا کرو۔ یہ قرآن شقاوت اور بدبختی کی چیز نہیں بلکہ رحمت و نور و دلیل جنت ہے۔ یہ قرآن نیک لوگوں کے لئے جن کے دلوں میں خوف خدا ہے تذکرہ وعظ و ہدایت و رحمت ہے اسے سنکر خدا کے نیک بندے حلال حرام سے واقف ہو جاتے ہیں اور اپنے دونوں جہاں سنوار لیتے ہیں۔ یہ قرآن تیرے رب کا کلام ہے اسی کی طرف سے نازل شدہ ہے جو ہر چیز کا خالق مالک رازق قادر ہے جس نے زمین نیچی اور کثیف بنائی ہے اور جس نے آسمان کو اونچا اور لطیف بنایا ہے۔ ترمذی وغیرہ کی صحیح حدیث میں ہے کہ ہر آسمان کی جسامت پانچسو سال کی راہ ہے۔ اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک کا فاصلہ بھی پانچسو سال کا ہے حضرت عباس والی حدیث امام ابن ابی حاتم نے اسی آیت کی تفسیر میں ذکر کی ہے۔ وہ رحمان خدا اپنے عرش پر مستوی ہے اس کی پوری تفسیر سورۂ اعراف میں گذر چکی ہے۔ یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ سلامتی بھرا طریقہ یہی ہے کہ آیات و احادیث صفات کو بطریق سلف صالحین ان کے ظاہری الفاظ کے مطابق ہی مانا جائے۔ بغیر کیفیت طلبی کے اور بغیر تحریف و تشبیہ اور تعطیل و تمثیل کے۔ تمام چیزیں خدا کی ہی ملک ہیں۔ اسی کے قبضے اور ارادے اور مرضی تلے ہیں وہی سب کا خالق مالک الٰہ اور رب ہے۔ کسی کو اس کے ساتھ کسی طرح کی شرکت نہیں۔ ساتویں زمین کے نیچے بھی جو کچھ ہے سب اسی کا ہے کعب کہتے ہیں اس زمین کے نیچے پانی ہے۔ پانی کے نیچے پھر زمین ہے۔ پھر اس کے نیچے پانی ہے۔ اسی طرح مسلسل پھر اس کے نیچے ایک پتھر ہے۔ اس کے نیچے ایک فرشتہ ہے اس کے نیچے ایک مچھلی ہے جس کے دونوں بازو عرش تک ہیں۔ اس کے نیچے ہوا خلا اور ظلمت ہے۔ یہیں تک انسان کا علم ہے باقی خدا جانے۔ حدیث میں ہے ہر دو زمینوں کے درمیان پانسو سال کا فاصلہ ہے۔ سب سے اوپر کی زمین مچھلی کی پشت پر ہے جسکے دونوں بازو آسمان سے ملے ہوئے ہیں۔ یہ مچھلی ایک پتھر پر ہے وہ پتھر فرشتے کے ہاتھ میں ہے۔ دوسری زمین ہواؤں کا خزانہ ہے۔ تیسری میں جہنم کے پتھر ہیں چوتھی میں جہنم کی گندھک ہے پانچویں میں جہنم کے سانپ ہیں۔ چھٹی میں جہنمی بچھو ہیں۔ ساتویں میں دوزخ ہے۔ وہیں ابلیس جکڑا ہوا ہے۔ ایک ہاتھ آگے ہے ایک پیچھے ہے جب خدا چاہتا ہے اسے چھوڑ دیتا ہے۔ یہ حدیث بہت ہی غریب ہے۔ اور اس کا فرمان رسول سے ہونا بھی غور طلب ہے[ع۵]۔ مسند ابو یعلیٰ میں ہے حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم غزوۂ تبوک سے لوٹ رہے تھے۔ گرمی سخت پڑ رہی تھی۔ دو دو چار چار آدمی منتشر ہو کر چل رہے تھے۔ میں لشکر کے شروع میں تھا۔ اچانک ایک شخص آیا اور سلام کر کے پوچھنے لگا تم میں سے کون محمد ہیں؟ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کے ساتھ لگ گیا۔ میرے ساتھی آگے بڑھ گئے۔ جب لشکر کے درمیان کا حصہ آیا تو اسی میں حضورؐ تھے۔ میں نے اسے بتلایا کہ یہ ہیں حضورؐ سرخ رنگ اونٹنی پر سوار ہیں۔ سر پر بوجہ دھوپ کے کپڑا ڈالے ہوئے ہیں۔ وہ آپ کی سواری کے پاس گیا۔ اور نکیل تھام کر عرض کرنے لگا کہ آپ ہی محمد ہیں؟ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے جواب دیا کہ ہاں۔ اس نے کہا میں چند باتیں آپ سے دریافت کرنی چاہتا ہوں جنہیں زمین والوں میں سے بجز ایک دو آدمیوں کے اور کوئی نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا تمہیں جو کچھ پوچھنا ہو۔ پوچھ لو۔ اس نے

ع۵ بلکہ واہی روایت اور موضوع داستان ہے۔

کہا بتلائیے۔ انبیاء اللہ سوتے بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا ان کی آنکھیں سو جاتی ہیں۔ لیکن دل جاگتا رہتا ہے۔ اس نے کہا بجا ارشاد ہوا۔ اب یہ فرمائیے کہ کیا وجہ ہے کہ بچہ کبھی تو باپ کی شباہت پر ہوتا ہے کبھی ماں کی؟ آپ نے فرمایا سنو مرد کا پانی سفید اور غلیظ ہے۔ اور عورت کا پانی پتلا ہے جونسا پانی غالب آگیا اسی پر شبیہ جاتی ہے۔ اس نے کہا یہ بھی بجا ارشاد ہوا۔ اچھا یہ بھی فرمائیے بچے کے کون سے اعضاء مرد کے پانی سے بنتے ہیں اور کون سے عورت کے پانی سے؟ فرمایا مرد کے پانی سے ہڈیاں رگ اور پٹھے۔ اور عورت کے پانی سے گوشت خون اور بال۔ اس نے کہا یہ بھی صحیح جواب ملا۔ اچھا یہ بتلائیے کہ اس زمین کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا ایک مخلوق ہے۔ کہا ان کے نیچے کیا ہے فرمایا زمین کہا اس کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا پانی۔ کہا پانی کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا اندھیرا کہا اس کے نیچے؟ فرمایا ہوا۔ کہا ہوا کے نیچے فرمایا تر مٹی۔ کہا اس کے نیچے؟ آپ کے آنسو نکل آئے اور ارشاد فرمایا کہ مخلوق کا علم تو یہیں تک پہنچکر ختم ہو گیا۔ اب خالق کو ہی اس کے آگے کا علم ہے۔ اے سوال کرنے والے اس کی بابت تو جس سے سوال کر رہا ہے وہ تجھ سے زیادہ جاننے والا نہیں۔ اس نے آپ کی صداقت کی گواہی دی۔ آپ نے فرمایا اسے پہچانا بھی؟ لوگوں نے کہا خدا اور اس کے رسول کو ہی پورا علم ہے۔ آپ نے فرمایا یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے۔ یہ حدیث بھی بہت ہی غریب ہے اور اس میں جو واقعہ ہے بڑا ہی عجیب ہے۔ اس کے راویوں میں قاسم بن عبدالرحمٰن کا تفرد ہے جنہیں امام یحییٰ بن معین رح کہتے ہیں کہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ امام ابو حاتم رازی بھی انہیں ضعیف کہتے ہیں۔ امام ابن عدی فرماتے ہیں یہ معروف شخص نہیں۔ اور اس حدیث میں خلط ملط کر دیا ہے خدا ہی جانتا ہے کہ جان بوجھ کر ایسا کیا ہے یا ایسی ہی کسی سے لی ہے عہ۔ خدا وہ ہے جو ظاہر و باطن اونچی نیچی چھوٹی بڑی سب کچھ جانتا ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ اعلان کر دے کہ اس قرآن کو اس نے نازل فرمایا ہے جو آسمانوں زمین کی چھپی اور ظاہر چیزوں سے واقف ہے جو غفور و رحیم ہے۔ ابن آدم خود جو چھپائے اور جو اس پر خود پر بھی چھپا ہوا ہو خدا کے پاس کھلا ہوا ہے۔ اس کے عمل کو اس کے علم سے بھی پہلے اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ تمام گذشتہ موجودہ اور آئندہ مخلوق کا علم اس کے پاس ایسا ہی ہے۔ جیسا ایک شخص کا علم سب کی پیدائش اور مار کر جِلانا بھی اس کے نزدیک ایک شخص کی پیدائش اور اس کی موت کے بعد کی دوسری بار کی زندگی کے مثل ہے۔ تیرے دل کے خیالات کو اور جو خیالات نہیں آتے ان کو بھی وہ جانتا ہے تجھے زیادہ سے زیادہ آج کے پوشیدہ اعمال کی خبر ہے۔ اور اسے تو کل کیا کرے گا ان کا علم بھی ہے۔ ارادے ہی نہیں بلکہ وسوسے بھی اس پر ظاہر ہیں کئے ہوئے عمل اور جو کرے گا وہ عمل سب اس پر ظاہر ہیں۔ وہی معبود برحق ہے۔ اعلیٰ صفتیں اور بہترین نام اسی کے ہیں۔ سورۂ اعراف کی تفسیر کے آخر میں اسماء حسنیٰ کے متعلق حدیثیں گذر چکی ہیں فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ⑨ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا اِنِّيْ

اور کیا آپ کو موسیٰ (علیہ السلام کے قصہ) کی خبر پہنچی ہے جبکہ انہوں نے (مدین سے آتے ہوئے رات کو) ایک آگ دیکھی سو اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ تم ٹھیرے رہو میں نے آگ دیکھی ہے

اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ⑩

شاید اس میں سے تمہارے پاس کوئی شعلہ لاؤں یا (وہاں) آگ کے پاس رستہ کا پتہ مجھ کو مل جائے۔

حدیث موسیٰ

یہاں سے حضرت موسیٰ کا قصہ شروع ہوتا ہے۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ آپ اس مدت کو پورا کر چکے تھے جو آپ کے اور آپ کے خسر صاحب کے درمیان طے ہوئی تھی۔ اور آپ اپنے اہل و عیال کو لیکر دس سال سے زیادہ عرصہ کے بعد اپنے وطن مصر کی طرف جا رہے تھے۔ سردی کی رات تھی۔ راستہ بھول گئے تھے۔ پہاڑیوں کی گھاٹیوں کے درمیان تھے اندھیرا تھا ابر چھایا ہوا تھا۔ ہر چند چقماق سے آگ نکالنا چاہا۔ لیکن اس سے بالکل آگ نہ نکلی۔ اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں تو دائیں جانب کے پہاڑ پر کچھ آگ دکھائی دی تو بیوی صاحبہ سے فرمایا کہ اس طرف آگ سی نظر آ رہی ہے میں جاتا ہوں کہ وہاں سے کچھ انگارے لے آؤں تاکہ تم

عہ یہ روایت بھی اعتماد کے قطعاً قابل نہیں۔

سینک لاؤں اور کچھ روشنی بھی ہو جائے۔ اور شاید کہ وہاں کوئی آدمی مل جائے جو راستہ بھی بتلا دے بہر صورت راستے کا پتہ یا آگ مل ہی جائیگی۔

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۱﴾ اِنِّىٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ

سو وہ جب اس (آگ) کے پاس پہنچے تو ان کو منجانب اللہ آواز دی گئی کہ اے موسیٰ میں تمہارا رب ہوں پس تم اپنی جوتیاں اتار ڈالو کیونکہ تم ایک پاک میدان یعنی طویٰ میں ہو (یہ اس کا

الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۲﴾ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿۱۳﴾ اِنَّنِىْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ

نام ہے) اور میں نے تم کو نبی بنانے کیلئے منتخب فرمایا ہے سو (اس وقت) جو کچھ وحی کی جا رہی ہے اس کو سن لو (وہ یہ ہے کہ) میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی

اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِىْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ ﴿۱۴﴾ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا

معبود نہیں تم میری ہی عبادت کیا کرو اور میری ہی یاد کی نماز پڑھا کرو (دوسری بات یہ سنو) کہ بلاشبہ قیامت آنیوالی ہے میں اسکو (تمام خلائق سے)

لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ﴿۱۵﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ

پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ مل جائے سو تم کو قیامت سے ایسا شخص باز نہ رکھنے پائے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی (نفسانی) خواہشوں پر چلتا ہے کہیں تم

هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿۱۶﴾

(اس بے فکری کی وجہ سے) تباہ نہ ہو جاؤ۔

انا ربک

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے تو اس مبارک میدان کے دائیں جانب کے درختوں کی طرف سے آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں تیرا رب ہوں تو جوتیاں اتار دے۔ یا تو اس لئے یہ حکم ہوا کہ آپ کی جوتیاں گدھے کے چمڑے کی تھیں یا اس لئے کہ تعظیم کرانی مقصود تھی۔ جیسے کہ کعبے جانے کے وقت لوگ جوتیاں اتار کر جاتے ہیں۔ یا اس لئے کہ اس بابرکت جگہ پہ پاؤں پڑیں۔ اور بھی جوہ بیان کئے گئے ہیں طویٰ اس وادی کا نام تھا یا یہ مطلب کہ اپنے قدم اس زمین سے ملا دو۔ یا یہ مطلب کہ یہ زمین کئی کئی بار پاک کی گئی ہے اور اس میں برکتیں بھر دی گئی ہیں اور بار بار دہرائی گئی ہیں لیکن زیادہ صحیح پہلا قول ہی ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى۔ میں نے تجھے اپنا برگزیدہ کر لیا ہے۔ دنیا میں سے تجھے منتخب کر لیا ہے۔ اپنی رسالت اور اپنے کلام سے تجھے ممتاز فرما رہا ہوں۔ اس وقت کے روئے زمین کے تمام لوگوں سے تیرا مرتبہ بڑھا رہا ہوں۔ کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ؏ سے پوچھا گیا جانتے بھی ہو کہ میں نے تجھے اور تمام لوگوں میں سے مختار اور پسندیدہ کر کے شرف ہمکلامی کیوں بخشا؟ آپ نے جواب دیا خدایا مجھے اس کی وجہ معلوم نہیں۔ فرمایا گیا اس لئے کہ تیری طرح اور کوئی میری طرف نہیں جھکا۔[عـ۵] اب تو میری وحی کو کان لگا کر دھیان سے سن۔ میں ہی معبود ہوں۔ کوئی اور نہیں۔ یہی پہلا فریضہ ہے تو صرف میری ہی عبادت کئے چلے جانا کسی اور کی کسی قسم کی عبادت نہ کرنا۔ میری یاد کے لئے نمازیں قائم کرنا میری یاد کا یہ بہترین اور افضل ترین طریقہ ہے یا یہ مطلب کہ جب میں یاد آؤں نماز پڑھو۔ جیسے حدیث میں ہے کہ تم میں سے اگر کسی کو نیند آ جائے یا غفلت ہو جائے تو جب یاد آ جائے نماز پڑھ لے کیونکہ فرمان خدا ہے۔ میری یاد کے وقت نماز قائم کرو۔ صحیحین میں ہے جو شخص سوتے میں یا بھول کر نماز کا وقت گذار دے اس کا کفارہ یہی ہے کہ یاد آتے ہی نماز پڑھ لے۔ اس کے سوا اور کفارہ نہیں۔ قیامت یقیناً آنیوالی ہے ممکن ہے میں اس کے وقت کے صحیح علم کو ظاہر نہ کروں۔ ایک قرأت میں اُخْفِيْهَا کے بعد مِنْ نَّفْسِىْ کے لفظ بھی ہیں۔ کیونکہ خدا کی ذات سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ یعنی اس کا علم بجز اپنے کسی کو نہیں دوں گا۔ پس روئے زمین پر کوئی ایسا نہیں ہوا جسے قیامت کے قائم ہونے کا مقررہ وقت معلوم ہو یہ وہ چیز ہے کہ اگر ہو سکے تو خود میں اپنے سے بھی اسے چھپا دوں لیکن رب سے کوئی چیز مخفی نہیں چنانچہ یہ ملائکہ سے پوشیدہ ہے۔ انبیاء اس سے بے علم ہیں جیسے فرمان ہے قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ

عـ۵ اگرچہ نبوت پھر بھی عطیہ الٰہی ہے اور عبادت و ریاضت سے یہ مقام ہرگز نہیں ملتا۔ ہاں بات یہ ہے کہ جسکو خدا تعالیٰ نبوت کیلئے منتخب فرما دیتا ہے اسکے تمام کام ہی قدرتی طور پر اچھے ہو جاتے ہیں۔

وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ زمین آسمان والوں میں سے سوائے خدائے واحد کے کوئی اور غیب داں نہیں۔ اور آیت میں ہے قیامت زمین و آسمان پر بھاری پڑ رہی ہے۔ وہ اچانک آجائے گی یعنی اس کا علم کسی کو نہیں۔ ایک قرات میں اُخْفِیْھَا ہے مجھے ورقہ فرماتے ہیں مجھے حضرت سعد بن جبیرؓ نے اسی طرح پڑھایا ہے اس کے معنے ہیں اُظْھِرُھَا اسدن ہر عامل اپنے عمل کا بدلہ دیا جائیگا۔ خواہ ذرہ برابر نیکی ہو خواہ بدی ہو۔ اپنے کئے کا بدلہ اس دن ضرور ملنا ہے۔ پس کسی کو بھی بے ایمان لوگ بہکا نہ دیں۔ قیامت کے منکر دنیا کے مفتون مولا کے نافرمان خواہش کے غلام کسی بندہ خدا کو اس کے پاک عقیدے میں اسے ڈھل مل نہ کرنے پائیں۔ اگر وہ اپنی چاہت میں کامیاب ہو گئے۔ تو یہ غارت ہوا۔ اور نقصان میں پڑا۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۷﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا

اور تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰؑ انہوں نے کہا کہ یہ میری لاٹھی ہے میں کبھی اس پر سہارا لگاتا ہوں اور کبھی اپنی بکریوں پر سے پتے

عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿۱۸﴾ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا

جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کام (نکلتے) ہیں ارشاد ہوا کہ اسے زمین پر ڈال دو اے موسیٰؑ سو انہوں نے اس کو ڈال دیا تو یک

هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿۲۰﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۫ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿۲۱﴾

(خدا کی قدرت سے) ایک دوڑتا ہوا سانپ بن گیا ارشاد ہوا کہ پکڑ لو اور ڈرو نہیں ہم ابھی اس کو اس کی پہلی حالت پر کر دیں گے

عصاء موسوی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک بہت بڑے اور صاف کھلے معجزے کا ذکر ہو رہا ہے۔ جو بغیر خدا کی قدرت کے ناممکن اور جو غیر نبی کے ہاتھ پر بھی ناممکن طور پہاڑ پر دریافت ہو رہا ہے کہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ یہ سوال اس لئے تھا کہ حضرت موسیٰؑ کی گھبراہٹ دور ہو جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سوال بطور تقریر کے ہے۔ یعنی تیرے ہاتھ میں لکڑی ہی ہے۔ یہ جیسی ہے تجھے معلوم ہے۔ اب یہ جو ہو جائے گی۔ وہ دیکھ لینا۔ اس سوال کے جواب میں کلیم خدا عرض کرتے ہیں یہ ایک لکڑی ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں۔ یعنی چلنے میں مجھے یہ سہارا دیتی ہے۔ اس سے میں اپنی بکریوں کا چارہ درخت سے جھاڑ لیتا ہوں۔ ایسی لکڑیوں میں ذرا بلدار دہانگا یا کرتے ہیں تاکہ پتے پھل آسانی سے اتر آئیں۔ اور لکڑی ٹوٹے بھی نہیں۔ اور بھی بہت سے فوائد اس میں ہیں۔ ان فوائد کے بیان میں بعض لوگوں نے یہ بھی کہدیا ہے کہ یہی لکڑی رات کے وقت روشن چراغ بنجاتی تھی۔ دن کو جب آپ سو جاتے تو یہی لکڑی آپ کی بکریوں کی رکھوالی کرتی جہاں کہیں سایہ دار جگہ نہ ہوتی۔ آپ اسے گاڑ دیتے۔ یہ خیمے کی طرح آپ پر سایہ کرتی وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ قول تو بنی اسرائیل کا افسانہ معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ پھر آج اسے بصورت سانپ دیکھ کر حضرت موسیٰؑ اسقدر کیوں گھبراتے ہیں وہ تو اس لکڑی کے عجائبات دیکھتے ہی چلے آتے تھے پھر بعضوں کا قول ہے کہ دراصل یہ لکڑی حضرت آدم علیہ السلام کی تھی۔ کوئی کہتا ہے یہی لکڑی قیامت کے قریب دابۃ الارض کی صورت میں ظاہر ہوگی کہتے ہیں اس کا نام ماشا تھا خدا ہی جانے ان اقوال میں کہاں تک جان ہے؟ حضرت موسیٰؑ کو لکڑی کا لکڑی ہونا جتا کر انہیں بخوبی بیدار اور ہوشیار کر کے حکم ملا کر اسے زمین پر ڈالدو۔ زمین پر پڑتے ہی وہ ایک زبردست اژدھے کی صورت میں پھنپھناتی ہوئی ادھر ادھر چلنے پھرنے لگی۔ بلکہ دوڑنے بھاگنے لگی ایسا خوفناک اژدھا اس سے پہلے کسی نے دیکھا ہی نہ تھا۔ اس کی تو یہ حالت تھی کہ ایک درخت سامنے آگیا تو اسے ہضم کر گیا۔ ایک چٹان پتھر کی راستے میں آگئی تو اس کا لقمہ بنالیا۔ یہ حال دیکھتے ہی حضرت موسیٰؑ الٹے پاؤں بھاگے۔ آواز دی گئی کہ موسیٰ پکڑ لے۔ لیکن ہمت نہ پڑی۔ پھر فرمایا موسیٰ ڈر نہیں پکڑ لے۔ پھر بھی جھجک باقی رہی۔ تیسری مرتبہ فرمایا تو ہمارے امن میں ہے۔ اب ہاتھ بڑھا کر پکڑ لیا کہتے ہیں فرمانِ خدا کے ساتھ ہی آپ نے لکڑی زمین پر ڈالدی پھر ادھر ادھر آپ کی نگاہ ہو گئی ...

ع افسوس ان مسلمانوں پر جو نجومیوں اور رکھشنو کو قیافہ شناسوں اور ہاتھ کے دیکھنے والوں کو یا پیر مرشد کو قبر میں سوتے مردوں کو عالم الغیب جانتے اور تصور کرتے ہیں۔ عہ تمام اقوال واہی افسانہ اور حقیقت سے دور ہیں۔ سہ یہ باتیں بھی محققین کی نظر میں اسرائیلی افسانے ہیں۔

جو نظر ڈالی بجائے لکڑی کے ایک خوفناک اژدھا دکھائی دیا۔ جو اسطرح چل پھر رہا ہے، جیسے کسی کی جستجو میں ہو گیا بھن اونٹنی جیسے بڑے بڑے پتھروں کو آسمان سے باتیں کرتے ہوئے اونچے اونچے درختوں کو ایک لقمے میں ہی پیٹ میں پہنچا رہا ہے۔ آنکھیں انگاروں کی طرح چمک رہی ہیں۔ اس ہیبتناک خونخوار اژدھے کو دیکھکر حضرت موسیٰؑ سہم گئے اور پیٹھ موڑ کر زور سے بھاگے۔ پھر خدا تعالیٰ کی ہمکلامی یاد آ گئی تو شرما کر ٹھیر گئے۔ وہیں آواز آئی کہ موسیٰ لوٹ کر وہیں آجاؤ جہاں تھے۔ آپ لوٹے لیکن نہایت خوفزدہ تھے، تو حکم ہوا کہ اپنے داہنے ہاتھ سے اسے تھام لو۔ کچھ بھی خوف نہ کرو۔ ہم اسے اس کی اسی اصلی حالت میں لوٹا دینگے۔ اسوقت حضرت موسیٰ علیہ السلام صوف کا کمبل اوڑھے ہوئے تھے جسے ایک کانٹے سے اٹکا رکھا تھا۔ آپ نے اسی کمبل کو اپنے ہاتھ پر لپیٹ کر اس ہیبتناک اژدھے کو پکڑنا چاہا فرشتے نے کہا موسیٰ اگر خدا تعالیٰ اسے کاٹنے کا حکم دیدے۔ تو کیا تیرا یہ کمبل بچا سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا ہرگز نہیں۔ لیکن یہ حرکت مجھ سے بسبب میرے ضعف کے سرزد ہو گئی۔ میں ضعیف اور کمزور ہی پیدا کیا گیا ہوں۔ اب دلیری کے ساتھ کمبل ہٹا کر ہاتھ بڑھایا اور اسکے سر کو تھام لیا۔ اسیوقت وہ اژدھا پھر لکڑی بن گیا جیسے پہلے تھا۔ اسوقت جبکہ آپ اس گھاٹی پر چڑھ رہے تھے، اور آپ کے ہاتھ میں یہ لکڑی تھی جس پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ اسی حال میں آپ نے پہلے دیکھا تھا۔ اسی حالت پر اب ہاتھ میں بصورت عصا موجود تھی۔

وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ ﴿٢٢﴾

اور تم اپنا (داہنا) ہاتھ اپنی (بائیں) بغل میں دے لو (پھر نکالو) وہ بلا کسی عیب یعنی بلا کسی مرض برص وغیرہ کے نہایت روشن ہو کر نکلیگا کہ یہ دوسری نشانی ہو گی

لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَىٰ ﴿٢٣﴾ اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿٢٤﴾

تاکہ ہم تم کو اپنی (قدرت) کی بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دکھلائیں (اب یہ نشانیاں لے کر) تم فرعون کے پاس جاؤ وہ بہت حد سے نکل گیا ہے

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿٢٥﴾ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴿٢٦﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً

عرض کیا اے میرے رب میرا حوصلہ فراخ کر دیجئے اور میرا (یہ) کام (تبلیغ کا) آسان فرما دیجئے اور میری زبان پر سے

مِنْ لِسَانِي ﴿٢٧﴾ يَفْقَهُوا قَوْلِي ﴿٢٨﴾ وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي ﴿٢٩﴾

بستگی (لکنت کی) ہٹا دیجئے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے واسطے میرے کنبہ میں سے ایک معاون مقرر کر دیجئے

هَارُونَ أَخِي ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ﴿٣١﴾ وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ﴿٣٢﴾

یعنی ہارونؑ کو کہ میرے بھائی ہیں ان کے ذریعہ سے میری قوت کو مستحکم کر دیجئے اور ان کو میرے (اس تبلیغ کے) کام میں شریک کر دیجئے تاکہ ہم دونوں

كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ﴿٣٣﴾ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ﴿٣٤﴾ إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا ﴿٣٥﴾

آپ کی خوب کثرت سے پاکی (شرک ونقائص سے) بیان کریں اور آپ کا خوب کثرت سے ذکر کریں بیشک آپ ہمکو دیکھتے ہیں

کچھ اور معجزات

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دوسرا معجزہ دیا جاتا ہے حکم ہوتا ہے کہ اپنا ہاتھ اپنی بغل میں ڈال کر پھر اسے نکال لو تو وہ چاند کی طرح چمکتا ہوا روشن بنکر نکلیگا۔ یہ نہیں کہ برص کی سفیدی ہو۔ یا کوئی بیماری اور عیب ہو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے جب ہاتھ ڈالکر نکالا۔ تو وہ چراغ کیطرح روشن نکلا جس سے آپ کا یہ یقین کہ آپ خدائے تعالےٰ سے کلام کر رہے ہیں اور بڑھ گیا۔ یہ دونوں معجزے یہاں اسی لئے ملے تھے کہ آپ خدا کی ان زبردست نشانیوں کو دیکھکر یقین کر لیں۔ پھر حکم ہوا کہ فرعون نے ہماری بغاوت پر کمر کس لی ہے۔ اس کے پاس جا کر اسے سمجھاؤ۔ وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ خدائے تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قریب ہونے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ آپ اس درخت کے تنے سے لگ کر

کھڑے ہو گئے دل مطمئن ہو گیا خوف وخطر دور ہو گیا۔ دونوں ہاتھ اپنی لکڑی پر رکھ کر سر جھکا کر گردن خم کرکے باادب ارشاد خداوندی سننے لگے۔ تو فرمایا گیا کہ ملک مصر کے بادشاہ فرعون کیطرف ہمارا پیغام لیکر جاؤ۔ یہیں سے تم بھاگ کر آئے ہو۔ اس سے کہو کہ وہ ہماری عبادت کرے۔ کسی کو شریک نہ بنائے۔ بنی اسرائیل کے ساتھ سلوک و احسان کرے۔ انہیں تکلیف و ایذا نہ دے۔ فرعون بڑا باغی ہو گیا ہے دنیا کا مفتون بنکر آخرت کو فراموش کر بیٹھا ہے۔ اور اپنے پیدا کرنے والے کو بھول گیا ہے۔ تو میری رسالت لیکر اس کے پاس جا۔ میرے کان اور میری آنکھیں تیرے ساتھ ہیں۔ میں تجھے دیکھتا بھالتا اور تیری باتیں سنتا سناتا رہوں گا۔ میری مدد تیرے ساتھ ہوگی۔ میں نے اپنی طرف سے تجھے حجتیں عطا فرما دی ہیں اور تجھے قوی اور مضبوط کر دیا ہے۔ تو اکیلا ہی میرا پورا لشکر ہے۔ اپنے ایک ضعیف بندے کیطرف تجھے بھیج رہا ہوں۔ جو میری نعمتیں پاکر بھول گیا ہے۔ اور میری پکڑ کو بھول گیا ہے۔ دنیا میں پھنس گیا ہے۔ غرور و تکبر میں مبتلا ہو گیا ہے میری ربوبیت سے بیزار میری الوہیت سے برسرپیکار ہے مجھ سے آنکھیں پھیر لی ہیں۔ میری پکڑ سے غافل ہو گیا ہے۔ میرے عذاب سے بیخوف ہو گیا ہے۔ مجھے اپنی عزت کی قسم اگر میں اسے ڈھیل دینا نہ چاہتا تو آسمان اس پر ٹوٹ پڑتے۔ زمین اسے نگل جاتی۔ دریا اسے ڈبو دیتے۔ لیکن چونکہ وہ میرے مقابلے کا نہیں۔ ہر وقت میرے بس میں ہے میں اسے ڈھیل دئے ہوئے ہوں۔ اور اس سے بے پرواہی برت رہا ہوں۔ میں ہوں بھی ساری مخلوق سے بے پرواہ حق تو یہ ہے کہ بے پرواہی صرف میری ہی صفت ہے تو میری رسالت ادا کر۔ اسے میری عبادت کی ہدایت کر۔ اسے توحید و اخلاص کی دعوت دے۔ میری نعمتیں یاد دلا۔ میرے عذاب سے ڈرا میرے غضب سے ہوشیار کر دے جب میں غضب کر بیٹھتا ہوں۔ تو امن نہیں ملتا۔ اسے نرمی سے سمجھا۔ تاکہ نہ ماننے کا عذر ختم ہو جائے۔ میری بخشش کی میرے رحم و کرم کی اسے خبر دے۔ کہدے کہ اب بھی اگر میری طرف جھکیگا تو میں تمام بداعمالیوں سے قطع نظر کر لوں گا۔ میری رحمت میرے غضب سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ خبردار اس کا دنیوی ٹھاٹھ دیکھکر رعب میں نہ آ جانا۔ اس کی چوٹی میرے ہاتھ میں ہے۔ اس کی زبان چل نہیں سکتی۔ اس کے ہاتھ اٹھ نہیں سکتے اس کی آنکھ پھڑک نہیں سکتی۔ اس کا سانس چل نہیں سکتا۔ جبتک میری اجازت نہ ہو۔ اسے سمجھا کہ میری مان لے تو میں بھی مغفرت سے پیش آؤں گا۔ چار سو سال اسے سرکشی کرتے۔ میرے بندوں پر ظلم ڈھاتے۔ میری عبادت سے لوگوں کو روکتے گذر چکے ہیں۔ تاہم نہ میں نے اس پر بارش بند کی نہ پیداوار روکی نہ بیمار ڈالا نہ بوڑھا کیا۔ نہ مغلوب کیا۔ اگر چاہتا ظلم کے ساتھ ہی پکڑ لیتا۔ لیکن میرا حلم بہت بڑھا ہوا ہے۔ تو اپنے بھائی کے ساتھ ملکر اس سے پوری طرح جہاد کر۔ اور میری مدد پر بھروسہ رکھ میں اگر چاہوں تو اپنے لشکروں کو بھیجکر اس کا بھیجا نکال دوں۔ لیکن اس بے بودے بندے کو دکھانا چاہتا ہوں۔ کہ میری جماعت کا ایک فرد بھی روئے زمین کی طاقتوں پر غالب آ سکتا ہے۔ مدد میرے اختیار میں ہے۔ دنیاوی جاہ و جلال کی تو پرواہ نہ کرنا۔ بلکہ آنکھ بھر کر دیکھنا بھی نہیں۔ میں اگر چاہوں تو تمہیں اتنا دیدوں کہ فرعون کی دولت اس کے پاسنگ میں بھی نہ آ سکے لیکن میں اپنے بندوں کو عموماً غریب ہی رکھتا ہوں۔ تاکہ ان کی آخرت سنوری رہے یہ اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ میرے نزدیک قابل اکرام نہیں بلکہ صرف اس لئے ہوتا ہے کہ دونوں جہان کی نعمتیں آنیوالے جہان میں جمع ملجائیں میرے نزدیک بندے کا کوئی عمل اتنی وقعت والا نہیں جتنا زہد اور دنیا سے دوری۔ میں اپنے خاص بندوں کو سکینت اور خشوع خضوع کا لباس پہنا دیتا ہوں۔ ان کے چہرے سجدوں کی چمک سے روشن ہو جاتے ہیں۔ یہی سچے اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے ہر ایک کو باادب رہنا چاہئے۔ اپنی زبان اور دل کو ان کا تابع رکھنا چاہئے۔ سن لے میرے دوستوں سے دشمنی رکھنے والا گویا مجھ سے لڑائی کا اعلان کرتا ہے۔ کیا مجھ سے لڑنے کا ارادہ رکھنے والا کبھی سرسبز ہو سکتا ہے؟ میں نے قہر کی نظر سے اسے دیکھا۔ اور اسکا نہس نہس ہوا۔ میرے دشمن مجھ پر غالب نہیں آ سکتے۔ میرے مخالف میرا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے۔ میں اپنے دوستوں کی آپ مدد کرتا ہوں۔ انہیں دشمنوں کا شکار نہیں ہونے دیتا۔ دنیا آخرت میں انہیں سرخرو رکھتا ہوں اور ان کی مدد کرتا ہوں۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنا بچپن کا زمانہ فرعون کے گھر میں بلکہ اس کی گود میں گذارا تھا۔ جوانی تک ملک مصر میں اسی کی بادشاہت میں ٹھیرے رہے تھے پھر ایک قبطی بے ارادہ آپ کے ہاتھ سے مر گیا تھا۔ جس سے آپ یہاں سے بھاگ نکلے تھے۔ تب سے لیکر آج تک مصر کی صورت نہیں دیکھی تھی۔ فرعون ایک سخت دل بدخلق اکھڑ مزاج آوارہ انسان تھا۔ غرور اور تکبر اتنا بڑھ گیا تھا کہ کہتا تھا کہ میں خدا کو جانتا ہی نہیں۔ اپنی رعایا سے کہتا تھا کہ تمہارا

خدا میں ہی ہوں ملک و مال میں دولت و متاع میں لاؤ لشکر اور کرو فر میں کوئی روئے زمین پر اس کے مقابلے کا نہ تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسے ہدایت کرنے کا حکم ہوا۔ تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرا سینہ کھول دے ۔ اور میرے کام میں آسانی پیدا کر دے۔ اگر آپ میری مدد نہ کریں گے تو یہ سخت بار میرے کندھے نہیں اٹھا سکتے ۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ چونکہ آپ کے بچپن کے زمانے میں آپ کے سامنے کھجور اور انگارے رکھے گئے تھے۔ آپ نے انگارا لیکر منہ میں رکھ لیا تھا۔ اس لئے زبان میں لکنت ہو گئی تھی۔ تو دعا کی کہ میری زبان کی گرہ کھل جائے۔ حضرت موسیٰؑ کے اس ادب کو دیکھئے کہ بقدر حاجت سوال کرتے ہیں یہ نہیں عرض کرتے کہ میری زبان بالکل صاف ہو جائے ۔ بلکہ دعا یہ کرتے ہیں کہ گرہ کھل جائے ۔ تا کہ لوگ میری بات سمجھ لیں۔ انبیاء علیہم السلام خدا سے صرف حاجت روائی کے مطابق ہی عرض کرتے ہیں آگے نہیں بڑھتے۔ چنانچہ آپ کی زبان میں پھر بھی کچھ کسر رہ گئی تھی۔ جیسے کہ فرعون نے کہا تھا کہ کیا میں بہتر ہوں یا یہ؟ جو فرد مایہ ہے اور صاف بول بھی نہیں سکتا۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔ ایک گرہ کھلنے کی دعا تھی جو پوری ہوئی اگر پوری کی دعا ہوتی تو وہ بھی پوری ہوتی۔ آپ نے صرف اسی قدر دعا کی تھی کہ آپ کی زبان ایسی کر دی جائے کہ لوگ آپ کی بات سمجھ لیا کریں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں ڈر تھا کہیں وہ الزام قتل رکھ کر قتل نہ کر دیں۔ اس کی دعا کی قبول ہوئی۔ زبان میں لکنت تھی۔ اس کی بابت دعا کی کہ اتنی صاف ہو جائے کہ لوگ بات سمجھ لیں یہ دعا بھی پوری ہوئی۔ دعا کی کہ ہارون کو بھی نبی بنا دیا جائے یہ بھی پوری ہوئی۔ حضرت محمد ابن کعبؒ کے پاس ان کے ایک رشتے دار آئے اور کہنے لگے یہ تو بڑی کمی ہے کہ تم بولنے میں غلط بول جاتے ہو۔ آپ نے فرمایا بھتیجے کیا میری بات تمہاری سمجھ نہیں آتی؟ کہا ہاں سمجھ میں تو آ جاتی ہے۔ کہا بس یہی کافی ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے بھی خدا سے یہی اور اتنی ہی دعا کی تھی ۔ پھر اور دعا کی کہ میری خارجی اور ظاہری امداد کے لئے میرا وزیر بنا دے۔ اور ہو بھی وہ میرے کنبے میں سے ۔ یعنی میرے بھائی ہارون کو نبوت عطا فرما ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ اسی وقت حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ کے ساتھ ہی نبوت عطا فرمائی گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ عمرے کے لئے جاتے ہوئے کسی اعرابی کے ہاں مقیم تھیں کہ سنا ایک شخص پوچھتا ہے کہ دنیا میں کس بھائی نے اپنے بھائی کو سب سے زیادہ نفع پہنچایا ہے؟ اس سوال پر سب خاموش ہو گئے اور کہہ دیا کہ ہمیں اسکا علم نہیں۔ اس نے کہا خدا کی قسم مجھے اس کا علم ہے صدیقہؓ فرماتی ہیں میں نے اپنے دل میں کہا دیکھو یہ شخص کتنی بیجا جسارت کرتا ہے۔ بغیر انشاء اللہ کے قسم کھا رہا ہے۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ بتلاؤ اس نے جواب دیا حضرت موسیٰؑ کہ اپنے بھائی کو اپنی دعا سے نبوت دلوائی میں بھی یہ سنکر دنگ رہ گئی۔ اور دل میں کہنے لگی کہ بات تو سچ کہی فی الواقع اس سے زیادہ کوئی بھائی اپنے بھائی کو نفع نہیں پہنچا سکتا۔ خدا نے سچ فرمایا کہ موسیٰ اللہ کے پاس بڑے آبرو دار تھے ۔ اس دعا کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ میری کمر مضبوط ہو جائے ۔ وہ میری مشاورت میں رہے۔ میرے کام میں اسے بھی میرا ساتھی بنا دے ۔ تاکہ ہم تیری تسبیح اچھی طرح بیان کریں۔ ہر وقت تیری پاکیزگی بیان کرتے رہیں ۔ اور تیری یاد بکثرت کریں۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں۔ بندہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ ذکر کرنیوالا اسی وقت ہوتا ہے جبکہ وہ بیٹھتے اٹھتے اور لیٹتے ذکر اللہ میں مشغول رہے ۔ تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔ یہ تیرا رحم و کرم ہے کہ تو نے ہمیں برگزیدہ کیا۔ ہمیں نبوت عطا فرمائی اور ہمیں اپنے دشمن فرعون کی طرف اپنا نبی بنا کر اس کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ تیرا شکر ہے اور تیرے ہی لئے تمام تعریفیں سزاوار ہیں۔ تیری ان نعمتوں پر ہم تیرے شکر گزار رہیں۔

قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى ﴿٣٧﴾ اِذْ

ارشاد ہوا کہ تمہاری (یہ) درخواست منظور کی گئی اے موسیٰؑ اور ہم تو ایک دفعہ اور بھی (اس کے قبل بے درخواست ہی) تم پر احسان کر چکے ہیں جبکہ ہم نے تمہاری

اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ﴿٣٨﴾ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِى التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِى

ماں کو وہ بات الہام سے بتلائی جو الہام سے بتلانے کی تھی (وہ) یہ کہ موسیٰؑ کو (جلاد و ظالم کے ہاتھوں سے بچانے کیلئے) ایک صندوق میں رکھو پھر ان کو دریا میں ڈالدو

الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّي وَعَدُوٌّ لَّهُ ۚ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ

پھر اس کو دریا میں ڈال دو پھر اس کو (مع صندوق کے) دریا کنارہ پر لے آئے گا آخر کار اس کو ایک شخص پکڑ لیگا جو میرا بھی دشمن ہے اور ان کا بھی دشمن ہے اور میں نے تمہارے اوپر

مَحَبَّةً مِّنِّي ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي ﴿٣٩﴾ إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ

اپنی طرف سے ایک محبت ڈال دیا اور تاکہ تم میری نگرانی میں پرورش پاؤ (یہ واقعہ اس وقت کا ہے) جبکہ تمہاری بہن چلتی ہوئی آئیں پھر کہنے لگیں کیا تم لوگوں کو ایسے شخص کا پتہ

مَن يَكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَقَتَلْتَ نَفْسًا

دوں جو اس کو (اچھی طرح) پالے رکھے پھر (اس تدبیر سے) ہم نے تم کو تمہاری ماں کے پاس پھر پہنچا دیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کو غم نہ رہے اور تم نے

فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا ۚ ﴿٤٠﴾

(غلطی سے) ایک شخص (قبطی) کو جان سے مار ڈالا پھر ہم نے تم کو اس غم سے نجات دی اور ہم نے تم کو اچھی طرح آزمالیا۔

دعائیں مقبول اور لطف وکرم کی بارش

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تمام دعائیں قبول ہوئیں اور فرما دیا گیا کہ تمہاری درخواست منظور ہے۔ اس احسان کے ساتھ ہی اور احسان کا بھی ذکر کر دیا گیا۔ کہ ہم نے تجھ پر ایک مرتبہ اور بھی بڑا احسان کیا ہے۔ پھر اس واقعہ کو مختصر طور پر یاد دلایا۔ کہ ہم نے تیرے بچپن کے وقت تیری ماں کی طرف وحی بھیجی۔ جسکا ذکر اب تم سے ہو رہا ہے۔ تم اس وقت دودھ پیتے بچے تھے۔ تمہاری والدہ کو فرعون اور فرعونیوں کا کھٹکا تھا۔ کیونکہ اس سال وہ بنو اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کر رہا تھا۔ اس خوف کے مارے وہ ہر وقت کانپتی رہتی تھیں تو ہم نے وحی کی کہ ایک صندوق بنالو دودھ پلا کر بچے کو اس میں لٹا کر دریائے نیل میں اس صندوق کو چھوڑ دو۔ چنانچہ وہ یہی کرتی رہیں۔ ایک رسی اس میں باندھ رکھی تھی۔ جسکا ایک سرا اپنے مکان سے باندھ دیتی تھیں۔ ایک مرتبہ باندھ رہی تھی جو رسی ہاتھ سے چھوٹ گئی اور صندوق کو پانی کی موجیں بہالے چلیں۔ اب تو کلیجہ تھام کر رہ گئیں۔ اسقدر غمزدہ ہوئیں کہ صبر نا ممکن تھا راز فاش کر دیتیں لیکن ہم نے دل مضبوط کر دیا۔ صندوق بہتا ہوا فرعون کے محل کے پاس سے گذرا۔ آل فرعون نے اسے اٹھا لیا کہ جس غم سے وہ بچنا چاہتے تھے۔ جس صدمے سے وہ محفوظ رہنا چاہتے تھے وہ ان کے سامنے آجائے جس کی شمع حیات کو بجھانے کیلئے وہ بیگناہ معصوموں کا قتل عام کر رہے تھے۔ وہ انہی کے تیل سے انہی کے ہاں روشن ہو اور خدا کے ارادے پورے ہو جائیں۔ ان کا دشمن انہی کے ہاتھوں پلے انہی کا کھائے ان کے یہاں تربیت پائے۔ خود فرعون اور اس کی اہلیہ محترمہ نے جب بچے کو دیکھا رگ رگ میں محبت سما گئی لیکر پرورش کرنے لگے۔ آنکھوں کا تارا سمجھنے لگے۔ شاہزادوں کی طرح ناز و نعمت سے پلنے لگے۔ شاہی دربار میں رہنے لگے۔ خدا نے اپنی محبت تجھ پر ڈال دی۔ گو فرعون تیرا دشمن تھا لیکن رب کی بات کون بدلے؟ خدا کے ارادے کو کون ٹالے؟ فرعون پر ہی کیا منحصر ہے جو دیکھتا آپ کا والہ و شیدا بنجاتا۔ یہ اس لئے تھا کہ تیری پرورش میری نگاہ کے سامنے ہو۔ شاہی کھانے کھا عزت وقعت کے ساتھ رہو۔ فرعون والوں نے صندوقچہ اٹھا لیا۔ کھولا بچے کو دیکھا۔ پالنے کا ارادہ کیا لیکن آپ کسی دایہ کا دودھ لیتے ہی نہیں۔ .... بہن جو صندوق کو دیکھتی بھالتی کنارے کنارے آرہی تھی۔ وہ بھی موقعہ پر پہنچ گئیں۔ کہنے لگیں کہ آپ اگر اس کی پرورش کی تمنا کرتے ہیں۔ اور معقول اجرت بھی دیتے ہیں تو میں ایک گھرانہ بتاؤں جو اسے محبت سے پالے اور خیر خواہانہ برتاؤ کرے سب نے کہا ہم تیار ہیں۔ آپ انہیں لئے ہوئے (اپنی والدہ کے پاس پہنچیں۔ جب بچہ ان کی گود میں ڈال دیا گیا۔ آپ نے جھٹ سے منہ لگا دودھ پینا شروع کر دیا جس سے فرعون کے ہاں بڑی خوشیاں منائی گئیں اور بہت کچھ انعام و اکرام دیا گیا۔ تنخواہ مقرر ہو گئی۔ اپنے ہی بچے کو دودھ پلائیں اور تنخواہ اور انعام بھی اور عزت و اکرام بھی پائیں۔ دنیا بھی لے اور دین بھی۔ اسی سلئے حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اپنے کام کو کرے اور نیک نیتی سے کرے۔ اس کی مثال ام موسیٰ کی مثال ہے کہ اپنے ہی بچے کو دودھ پلائے اور اجرت بھی لے۔ پس یہ بھی ہمارا کرم

کرم فرمائی ہے کہ ہم نے تجھے تیری ماں کی گود میں واپس کیا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ اور غم و رنج جاتا رہے۔ پھر تمہارے ہاتھ سے ایک فرعونی قبطی مار ڈالا گیا۔ تو بھی ہم نے تمہیں بچا لیا۔ فرعونیوں نے تمہارے قتل کا ارادہ کر لیا تھا۔ راز فاش ہو چکا تھا تمہیں یہاں سے نجات دی تم بھاگ کھڑے ہوئے۔ مدین کے کنوئیں پر جا کر تم نے دم لیا وہیں ہمارا ایک نیک بندے نے تمہیں بشارت سنائی کہ اب کوئی خوف نہیں ان ظالموں سے تم نے نجات پالی۔ تجھے ہم نے بطور آزمائش اور بھی بہت سے فتنوں میں ڈالا۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے اس کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا۔ اب تو دن ڈوبنے کو ہے۔ واقعات زیادہ ہیں پھر سہی۔ چنانچہ میں نے دوسری صبح پھر سوال کیا تو آپ نے فرمایا سنو! فرعون کے دربار میں ایک دن اس بات کا ذکر چھڑا کہ خدا کا وعدہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے یہ تھا کہ ان کی اولاد میں انبیاء اور بادشاہ ہوں گے۔ چنانچہ بنو اسرائیل اس کے آج تک منتظر ہیں اور انہیں یقین ہے کہ مصر کی سلطنت پھر انہیں مل جائے گی پہلے تو ان کا خیال تھا کہ یہ وعدہ حضرت یوسف علیہ السلام کی بابت تھا۔ لیکن ان کی وفات تک جبکہ یہ وعدہ پورا نہیں ہوا تو وہ اب عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا ان میں اپنے ایک پیغمبر کو بھیجیگا۔ جن کے ہاتھوں انہیں سلطنت بھی ملیگی اور ان کی قومی و مذہبی ترقی ہوگی۔ یہ باتیں کر کے انہوں نے مجلس مشاورت قائم کی کہ اب کیا کیا جائے جس سے آئندہ کے اس خطرے سے محفوظ رہ سکیں۔ آخر اس جلسے میں یہ قرارداد منظور ہوئی کہ پولیس کا ایک محکمہ قائم کیا جائے۔ جو شہر کا گشت لگاتا رہے اور بنی اسرائیل میں جو نرینہ اولاد ہو اسے اسی وقت سرکار میں پیش کیا جائے۔ اور ذبح کر دیا جائے لیکن جب ایک مدت گذر گئی تو انہیں خیال پیدا ہوا کہ اسطرح تو بنی اسرائیل بالکل فنا ہو جائیں گے۔ اور جو ذلیل خدمتیں ان سے لی جاتی ہیں۔ جو بیگار ان سے وصول ہو رہی ہے سب موقوف ہو جائیں گی۔ اس لئے اب تجویز ہوا کہ ایک سال ان کے بچوں کو چھوڑ دیا جائے۔ اور ایک سال ان کے لڑکے قتل کر دیئے جائیں اسطرح موجودہ بنی اسرائیلیوں کی تعداد بھی نہ بڑھے گی اور نہ اتنی کم ہو جائے گی کہ ہمیں اپنی خدمت گذاری کیلئے بھی نہ مل سکیں۔ جتنے بڈھے دو سال میں مریں گے اتنے بچے ایک سال میں پیدا ہو جائیں گے۔ جس سال قتل موقوف تھا اس سال تو حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اور جس سال قتل عام بچوں کا جاری تھا۔ اسی برس حضرت موسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے آپ کی والدہ کی اسوقت کی گھبراہٹ اور پریشانی کا کیا پوچھنا؟ بے اندازہ تھی۔ ایک فتنہ تو یہ تھا، چنانچہ یہ خطرہ اس وقت دفع ہو گیا۔ جبکہ خدا کی وحی ان کے پاس آئی کہ ڈر خوف نہ کر ہم اسے تیری طرف پھر لوٹائیں گے۔ اور اسے اپنا رسول بنائیں گے چنانچہ بحکم خدا آپنے اپنے بچے کو صندوق میں بند کر کے دریا میں بہا دیا۔ جب صندوق نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ تو شیطان نے دل میں وسوسے ڈالنے شروع کئے کہ افسوس اس سے تو یہی بہتر تھا۔ کہ میرے سامنے ہی اسے ذبح کر دیا جاتا۔ تو میں اسے خود ہی کفناتی دفناتی تو سہی لیکن اب تو میں نے خود ہی اسے مچھلیوں کا شکار بنایا یہ صندوق یونہی بہتا ہوا خاص فرعونی گھاٹ سے جا لگا۔ وہاں اسوقت محل کی لونڈیاں موجود تھیں۔ انہوں نے اس صندوق کو اٹھا لیا اور ارادہ کیا کہ کھول کر دیکھیں، لیکن پھر ڈر گئیں کہ ایسا نہ ہو کوئی چوری لگے۔ یونہی مقفل صندوق ملکۂ فرعون کے پاس پہنچا دیا، وہ بادشاہ بیگم کے سامنے کھولا گیا۔ تو اس میں سے چاند جیسی صورت کا ایک چھوٹا سا معصوم بچہ نکلا۔ جسے دیکھتے ہی فرعون کی بیوی صاحبہ کا دل محبت کے جوش سے اچھلنے لگا۔ ادھر ام موسیٰ کی حالت غیر ہو گئی۔ سوائے اپنے اس پیارے بچے کے خیال کے دل میں اور کوئی تصور ہی نہ تھا۔ ادھر ان قصائیوں کو جو حکومت کی طرف سے بچوں کے قتل کے محکمے کے ملازم تھے معلوم ہوا تو وہ اپنی چھریاں تیز کئے ہوئے بڑھے۔ اور ملکہ سے تقاضا کیا کہ بچہ انہیں سونپ دیں تاکہ وہ اسے ذبح کر ڈالیں۔ اے ابن جبیر یہ دوسرا فتنہ تھا۔ آخر ملکہ نے جواب دیا کہ ٹھہرو میں خود بادشاہ سے ملتی ہوں۔ اور اس بچے کو طلب کرتی ہوں۔ اگر وہ مجھے دیدیں تو خیر ورنہ تمہیں اختیار ہے۔ چنانچہ آپ آئیں اور بادشاہ سے کہا کہ یہ بچہ تو میری اور آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہوگا۔ اس خبیث نے کہا بس تم ہی اس سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھو میری ٹھنڈک وہ کیوں ہونے لگا مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ حلف بیان فرماتے ہیں کہ اگر وہ بھی کہہ دیتا کہ ہاں بیشک

وہ میری بھی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ تو خدائے تعالیٰ اسے بھی ضرور راہ راست دکھا دیتا جیسا کہ اس کی بیوی صاحبہ مشرف بہ ہدایت ہوئیں۔ لیکن اس نے خود اس سے محروم رہنا چاہا۔ خدا نے بھی اسے محروم کر دیا الغرض فرعون کو جوں توں راضی رضامند کر کے اس بچے کے پالنے کی اجازت لیکر آپ آئیں۔ اب محل کی جتنی دایہ تھیں، سب کو جمع کیا ایک ایک کی گود میں بچہ دیا گیا۔ لیکن خدائے تعالیٰ نے سب کا دودھ آپ پر حرام کر دیا۔ آپ نے کسی کا دودھ منہ میں لیا ہی نہیں۔ اس سے ملکہ گھبرائیں کہ یہ تو بہت برا ہوا۔ یہ پیارا بچہ یونہی ہلاک ہو جائے گا۔ آخر سوچکر حکم دیا کہ انہیں باہر لیجاؤ۔ اِدھر اُدھر تلاش کرو۔ اور اگر کسی کا دودھ یہ معصوم قبول کرے۔ تو اسے بمنت سونپ دو۔ باہر بازار میں میلہ سا لگ گیا ہر شخص اس سعادت سے مالامال ہونا چاہتا تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ نہ پیا۔ آپ کی والدہ نے اپنی بڑی صاحبزادی آپ کی بہن کو باہر بھیج رکھا تھا کہ وہ دیکھیں کیا ہوتا ہے؟ وہ اس مجمع میں موجود تھیں۔ اور تمام واقعات دیکھ سن رہی تھیں۔ جب یہ لوگ عاجز آ گئے تو آپ نے فرمایا اگر تم کہو تو میں ایک گھرانہ ایسا بتلاؤں جو اس کی نگہبانی کرے اور ہو بھی اس کا خیر خواہ۔ یہ کہنا تھا کہ لوگوں کو شک ہوا کہ ضرور یہ لڑکی اس بچے کو جانتی ہے اور اس کے گھر کو بھی پہچانتی ہے۔ اے ابن جبیر یہ تھا تیسرا فتنہ۔ لیکن خدا نے لڑکی کو سمجھ دیدی اور اس نے جھٹ سے کہا کہ بھلا تم اتنا نہیں سمجھتے کون بدنصیب ایسا ہوگا جو اس بچے کی خیر خواہی یا پرورش میں کمی کرے جو بچہ ہماری ملکہ کا پیارا ہو۔ کون نہ چاہے گا کہ یہ ہمارے ہاں پلے تاکہ انعام و اکرام سے اس کا گھر بھر جائے۔ یہ سنکر سب کی سمجھ میں آ گیا۔ اسے چھوڑ دیا اور کہا بتا تو کونسی دایہ اس کے لئے تجویز کرتی ہے اس نے کہا میں ابھی لائی۔ دوڑی ہوئی گئیں اور والدہ کو یہ خوشخبری سنائی۔ والدہ صاحبہ بصد شوق و امید آئیں۔ اپنے پیارے بچے کو گود میں لیا۔ اپنا دودھ منہ میں دیا بچے نے پیٹ بھر کر پیا۔ اسی وقت شاہی محلات میں یہ خوشخبری پہنچائی گئی۔ ملکہ کا حکم ہوا کہ فوراً اس دایہ کو اور بچے کو میرے پاس لاؤ۔ جب ماں بیٹا پہنچے تو اپنے سامنے دودھ پلوایا اور یہ دیکھکر کہ بچہ اچھی طرح دودھ پیتا ہے بہت ہی خوش ہوئیں اور فرمانے لگیں کہ مجھے اس بچے سے وہ محبت ہے جو دنیا کی کسی اور چیز سے نہیں۔ تم یہیں محل میں رہو۔ اور اس بچے کی پرورش کرو لیکن حضرت موسیٰؑ کی والدہ صاحبہ کے سامنے خدا کا وعدہ تھا۔ انہیں یقین کامل تھا۔ اس لئے آپ ذرا رکیں۔ اور فرمایا کہ یہ تو ناممکن ہے کہ میں اپنے گھر کو اور اپنے بچوں کو چھوڑ کر یہاں رہوں۔ اگر آپ چاہتی ہیں تو یہ بچہ میرے سپرد کر دیں۔ میں اسے اپنے گھر لیجاتی ہوں اس کی پرورش میں کوئی کوتاہی نہ کروں گی۔ ملکہ صاحبہ نے مجبوراً اس بات کو بھی مان لیا۔ اور آپ اسی دن خوشی خوشی اپنے بچے کو لئے ہوئے گھر آ گئیں۔ اس بچہ کی وجہ سے اس محلے کے بنی اسرائیلی بھی فرعونی مظالم سے رہائی پا گئے۔ جب کچھ زمانہ گذر گیا۔ تو بادشاہ بیگم نے حکم بھیجا کہ کسی دن میرے بچے کو میرے پاس لاؤ۔ ایک دن مقرر ہو گیا۔ تمام ارکان سلطنت اور درباریوں کو حکم ہوا کہ آج میرا بچہ میرے پاس آئے گا۔ تم سب قدم قدم پر اس کا استقبال کرو۔ اور دھوم دھام سے نذریں دیتے ہوئے اسے میرے محلسرائے تک لاؤ چنانچہ جب سواری روانہ ہوئی۔ وہاں سے لیکر محلسرائے سلطانی تک برابر تحفے تحائف نذریں اور ہدیے پیش ہوتے رہے اور بڑے ہی عزت و اکرام کے ساتھ آپ یہاں پہنچے تو خود بیگم نے بھی خوشی خوشی بہت بڑی رقم پیش کی۔ اور بڑی خوشی منائی گئی۔ پھر کہنے لگیں کہ میں تو اسے بادشاہ کے پاس لیجاؤں گی۔ وہ بھی اسے انعام و اکرام دینگے چنانچے گئیں۔ اور بادشاہ کی گود میں لٹا دیا۔ حضرت موسیٰؑ نے اس کی ڈاڑھی پکڑ کر زور سے گھسیٹی۔ فرعون کھٹک گیا۔ اور اس کے درباریوں نے کہنا شروع کیا کہ کیا عجب یہی وہ لڑکا ہو۔ آپ اسے فوراً قتل کرا دیجئے اے ابن جبیر یہ تھا چوتھا فتنہ۔ ملکہ بیتاب ہو کر بول اٹھیں۔ اے بادشاہ کیا ارادہ کر رہے ہو؟ آپ اسے مجھے دے چکے ہیں میں اسے اپنا بیٹا بنا چکی ہوں۔ بادشاہ نے کہا یہ سب ٹھیک ہے۔ لیکن دیکھو تو اس نے تو آتے ہی ڈاڑھی پکڑ کر مجھے نیچا کر دیا گویا یہی میرا گرانیوالا اور مجھے تاخت و تاراج کرنے والا ہے۔ بیگم صاحبہ نے فرمایا بادشاہ بچوں کو ان چیزوں کی کیا تمیز؟ سنو میں ایک فیصلہ کن بات بتلاؤں اس کے سامنے دو انگارے آگ کے سرخ رکھ دو۔ اور دو موتی آبدار چمکتے ہوئے رکھ دو۔ پھر دیکھو یہ کیا اٹھاتا ہے؟ اگر موتی اٹھالے تو سمجھنا کہ اس میں عقل ہے۔ اور اگر آگ کے انگارے تھام لے تو سمجھ لینا کہ عقل نہیں۔ جب عقل و تمیز نہیں تو

اس کے ڈاڑھی پکڑ لینے پر ایسا خیال کر کے اس کی جان کے دشمن بنجانا کہاں کی عقلمندی ہے؟ چنانچہ یہی کیا گیا۔ دونوں چیزیں آپ کے پاس رکھی گئیں۔ آپ نے دیکھتے ہوئے انگارے اٹھالئے اسی وقت وہ چھین لئے گئے کہ ایسا نہ ہو کہ ہاتھ جل جائیں۔ اب فرعون کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ اور بدلہ ہوا رخ ٹھیک ہو گیا۔ حق تو یہ ہے کہ خدا کو جو کام کرنا منظور ہوتا ہے۔ اس کے قدرتی اسباب مہیا ہو ہی جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دربار فرعون میں فرعون کے خاص محل میں فرعون کی بیوی کی گود میں ہی پرورش ہوتی رہی۔ یہانتک کہ آپ اچھی عمر کو پہنچ گئے اور بالغ ہو گئے۔ اب تو فرعونیوں کے جو مظالم اسرائیلیوں پر ہو رہے تھے۔ ان میں بھی کمی ہو گئی تھی۔ سب امن و امان سے تھے۔ ایکدن حضرت موسیٰؑ کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک فرعونی اور ایک اسرائیلی کی لڑائی ہو رہی تھی۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی۔ آپ کو سخت غصہ آیا۔ اس لئے کہ اسوقت وہ فرعونی اس بنی اسرائیلی کو دبوچے ہوئے تھا۔ آپ نے اسے ایک مکا مارا۔ خدا کی شان مکا لگتے ہی وہ مر گیا۔ یہ تو لوگوں کو عموماً معلوم تھا کہ حضرت موسیٰؑ اسرائیلیوں کی طرفداری کرتے ہیں۔ لیکن لوگ اس کی وجہ ابتک یہی سمجھتے تھے کہ چونکہ آپ نے انہی میں دودھ پیا ہے۔ اس لئے ان کے طرفدار ہیں۔ اصلی راز کا علم تو صرف آپ کی والدہ کو تھا۔ اور ممکن ہے خدا تعالیٰ نے اپنے کلیم کو بھی معلوم کرا دیا ہو۔ اسے مردہ دیکھتے ہی موسیٰ علیہ السلام کانپ اٹھے کہ یہ تو شیطانی حرکت ہے وہ بہکانیوالا اور کھلا دشمن ہے۔ پھر خدائے تعالیٰ سے معافی مانگنے لگے کہ بار الٰہا میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو معاف فرما۔ پروردگار نے بھی آپ کی اس خطا سے درگذر فرمالیا۔ وہ تو غفور و رحیم ہے ہی۔ چونکہ قتل کا معاملہ تھا۔ آپ پھر بھی خوفزدہ ہی رہے۔ تاک جھانک میں رہے کہ کہیں معاملہ کھل تو نہیں گیا۔ ادھر فرعون کے پاس شکایت ہوئی کہ ایک قبطی کو کسی بنی اسرائیلی نے مار ڈالا ہے۔ فرعون نے حکم جاری کر دیا کہ واقعہ کی پوری تحقیق کرو۔ قاتل کی تلاش کر کے پکڑ لاؤ۔ اور گواہ بھی پیش کرو۔ اور جرم ثابت ہو جانے کی صورت میں اسے بھی قتل کر دو۔ پولیس نے ہر چند تفتیش کی۔ لیکن قاتل کا کوئی سراغ نہ ملا۔[۵] اتفاق کی بات کہ دوسرے ہی دن حضرت موسیٰؑ پھر کہیں جا رہے تھے۔ کہ دیکھا وہی بنی اسرائیلی شخص ایک دوسرے فرعونی سے جھگڑ رہا ہے۔ موسیٰؑ کو دیکھتے ہی وہ دہائی دینے لگا۔ لیکن اس نے یہ محسوس کیا کہ شاید موسیٰؑ اپنے کل کے فعل سے نادم ہیں حضرت موسیٰؑ کو بھی اس کا یہ بار بار کا جھگڑنا اور فریاد کرنا برا معلوم ہوا۔ اور کہا تم تو بڑے لڑاکا ہو۔ یہ فرما کر اس فرعونی کو پکڑنا چاہا۔ لیکن اس اسرائیلی بزدل نے سمجھا کہ شاید آپ چونکہ مجھ پر ناراض ہیں مجھے ہی پکڑنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اسکا یہ صرف بزدلانا خیال تھا۔ آپ تو اسی فرعونی کو پکڑنا چاہتے تھے۔ اور اسے بچانا چاہتے تھے۔ لیکن خوف و ہراس کی حالت میں بیساختہ اس کے منہ سے نکل گیا کہ موسیٰ جیسے کہ کل تو نے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا کیا آج مجھے مار ڈالنا چاہتا ہے؟ یہ سنکر وہ فرعونی اسے چھوڑ بھاگا۔ دوڑا گیا اور سرکاری سپاہ کو اس واقعہ کی اطلاع کر دی۔ فرعون کو بھی نقد معلوم ہوا۔ اسی وقت جلادوں کو حکم دیا کہ موسیٰ کو پکڑ کر قتل کر دو۔ یہ لوگ شارع عام سے آپ کی جستجو میں چلے۔ ادھر ایک بنی اسرائیلی نے راستہ کاٹ کر نزدیک کے راستے سے آکر موسیٰ علیہ السلام کو خبر کر دی۔ اے ابن جبیر یہ ہے پانچواں فتنہ۔ حضرت موسیٰ یہ سنتے ہی مصر سے فرار ہو گئے۔ نہ کبھی پیدل چلے تھے نہ کبھی کسی مصیبت میں پھنسے تھے۔ شہزادوں کی طرح لاڈ چاؤ میں پلے تھے۔ نہ راستے کی خبر تھی۔ نہ کبھی کسی سفر کا اتفاق ہوا تھا۔ رب پر بھروسہ کر کے یہ دعا کر کے کہ خدایا مجھے سیدھی راہ لے چلنا چل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ مدین کی حدود میں پہنچے یہاں دیکھا کہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں۔ وہیں دو لڑکیوں کو دیکھا کہ اپنے جانوروں کو روکے کھڑی ہیں پوچھا کہ تم ان کے ساتھ اپنے جانوروں کو پانی کیوں نہیں پلا لیتیں؟ الگ کھڑی ہوئی انہیں کیوں روک رہی ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس بھیڑ میں ہمارے بس کی بات نہیں کہ اپنے جانوروں کو پانی پلائیں۔ ہم تو جب یہ لوگ پانی پلا چکتے ہیں۔ ان کا بقیہ اپنے جانوروں کو پلا دیا کرتے ہیں۔ آپ فوراً آگے بڑھے۔ اور ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔ چونکہ بہت جلد پانی کھینچا۔ آپ بہت قوی آدمی تھے سب سے پہلے ان کے جانوروں کو سیر کر دیا۔ یہ اپنی بکریاں لیکر اپنے گھر روانہ ہوئیں۔ اور آپ ایک درخت کے سائے تلے بیٹھ گئے۔ اور خدا سے دعا کرنے لگے کہ پروردگار

---

۵ ظاہر ہے کہ فرعون جیسے جابر و قاہر بادشاہ کے حکم پر پورے ملک کی فوج۔ سی۔ آئی۔ ڈی۔ جاسوسی کے محکمے کسطرح حرکت میں آگئے ہونگے۔ اور قاتل کو معلوم کرنے کے لئے انہوں نے کیا کچھ نہ کیا ہوگا۔ اس لئے یہ شبہ تو بیکار ہے کہ کل ایک دن میں یہ تمام تحقیقات کیسے ممکن ہیں۔

ہم تیری تمام تر مہربانیوں کا محتاج ہوں یہ دونوں لڑکیاں جب اپنے والد کے پاس پہنچیں۔ تو انہوں نے کہا۔ آج کیا بات ہے کہ تم وقت سے پہلے ہی آگئیں۔ اور بکریاں بھی خوب آسودہ اور شکم سیر معلوم ہوتی ہیں۔ تو ان بچیوں نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ آپ نے حکم دیا کہ تم میں سے ایک ابھی چلی جائے۔ اور انہیں میرے پاس بلا لائے وہ آئیں اور حضرت موسیٰؑ کو اپنے والد صاحب کے پاس لے گئیں۔ انہوں نے سرسری ملاقات کے بعد واقعہ پوچھا۔ تو آپ نے سارا قصہ کہہ سنایا۔ اس پر وہ فرمانے لگے۔ اب کوئی ڈر کی بات نہیں۔ آپ ان ظالموں سے چھوٹ گئے ہم لوگ فرعون کی رعایا نہیں نہ ہم پر اس کا کوئی دباؤ ہے۔ اسی وقت ایک لڑکی نے اپنے باپ سے کہا کہ اباجی انہوں نے ہمارا کام کر دیا ہے! اور یہ ہیں بھی قوت والے اور امانتدار شخص کیا اچھا ہو کہ آپ انہیں اپنے ہاں مقرر کر لیجئے کہ یہ اجرت پر ہماری بکریاں چرالایا کریں۔ باپ کو غیرت اور غضب آگیا۔ اور پوچھا بیٹی تمہیں یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ قوی اور امین ہیں؟ بچی نے جواب دیا کہ قوت تو اسوقت معلوم ہوئی جب انہوں نے ہماری بکریوں کے لئے پانی نکالا اتنے بڑے ڈول کو اکیلے ہی کھینچتے تھے۔ اور بڑی پھرتی اور سبکی سے امانتداری یوں معلوم ہوئی کہ میری آواز سنکر انہوں نے نظر اونچی کی اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ میں عورت ہوں۔ پھر نیچی گردن کر کے میری باتیں سنتے رہے۔ واللہ آپ کا پورا پیغام پہنچانے تک انہوں نے نگاہ اونچی نہیں کی۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ تم میرے پیچھے رہو۔ مجھے دور سے راستہ بتادیا کرنا۔ یہ بھی دلیل ہے ان کی خدا ترسی اور امانتداری کی۔ باپ کی غیرت و حمیت بھی رہ گئی۔ بچی کی طرف سے بھی دل صاف ہو گیا۔ اور حضرت موسیٰؑ کی محبت دل میں سما گئی۔ اب حضرت موسیٰ سے فرمانے لگے۔ میرا ارادہ ہے کہ اپنی ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کا نکاح آپ کے ساتھ کر دوں۔ اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال تک میرے ہاں کام کاج کرتے رہیں اور اگر دس سال تک کریں تو اور بھی اچھا ہے انشاء اللہ آپ دیکھ لیں گے کہ میں بھلا آدمی ہوں چنانچہ یہ معاملہ طے ہو گیا۔ اور خدا کے پیغمبر نے بجائے آٹھ سال کے دس سال پورے کئے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں پہلے مجھے یہ معلوم نہ تھا اور ایک نصرانی عالم مجھ سے پوچھ بیٹھا تھا تو میں اسے کوئی جواب نہ دے سکا۔ پھر جب میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا۔ اور آپ نے جواب دیا تو میں نے اس سے ذکر کیا۔ اس نے کہا تمہارے استاد بڑے عالم ہیں۔ میں نے کہا ہاں ہیں ہی۔ اب موسیٰؑ علیہ السلام اس مدت کو پورا کر کے اپنی اہلیہ صاحبہ کو لئے ہوئے یہاں سے چلے۔ پھر وہ واقعات ہوئے جنکا ذکر ان آیتوں میں ہے۔ آگ دیکھی۔ گئے خدا سے کلام کیا۔ لکڑی کا اژدہا بننا ہاتھ کا نورانی بننا ملاحظہ کیا۔ نبوت پائی فرعون کی طرف بھیجے گئے۔ تو قتل کے واقعہ کے بدلے کا اندیشہ ظاہر فرمایا۔ اس سے اطمینان حاصل کر کے زبان کی گرہ کشائی کی دعا کی۔ اس کو حاصل کر کے اپنے بھائی ہارون کی ہمدردی اور شرکت کار چاہی۔ یہ بھی حاصل کر کے لکڑی لئے ہوئے شاہ مصر کی طرف چلے۔ ادھر حضرت ہارونؑ کے پاس وحی پہنچی کہ اپنے بھائی کی موافقت کریں اور ان کا ساتھ دیں۔ دونوں بھائی ملے اور فرعون کے دربار میں پہنچے اطلاع کرائی بڑی دیر میں اجازت ملی گئے اور فرعون پر ظاہر کیا کہ ہم خدا کے رسول بنکر تیرے پاس آئے ہیں۔ اب جو سوال جواب ہوئے وہ قرآن میں موجود ہیں فرعون نے کہا اچھا تم چاہتے کیا ہو؟ اور واقعہ قتل یاد دلایا۔ جس کا عذر حضرت موسیٰؑ نے بیان کیا جو قرآن میں موجود ہے۔ اور کہا ہمارا ارادہ یہ ہے کہ تو ایمان لا اور ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے رہائی دے۔ اس نے انکار کیا اور کہا کہ اگر سچے ہو تو کوئی معجزہ دکھلاؤ۔ آپ نے اسی وقت اپنی لکڑی زمین پر ڈال دی وہ زمین پر پڑتے ہی ایک زبردست خوفناک اژدھے کی صورت میں منہ پھاڑے کچلیاں نکالے فرعون کی طرف لپکا۔ مارے خوف کے فرعون تخت سے کود گیا۔ اور بھاگتا ہوا عاجزی سے فریاد کرنے لگا۔ کہ موسیٰ خدارا اسے پکڑلو۔ آپ نے ہاتھ لگایا۔ وہ اسی وقت اپنی اصلی حالت میں آگئی۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالکر نکالا۔ تو وہ بغیر کسی مرض کے داغ کے چمکتا ہوا نکلا جسے دیکھ کر وہ حیران ہو گیا۔ آپ نے پھر ہاتھ ڈالکر نکالا۔ تو وہ اپنی اصلی حالت میں تھا اب فرعون نے اپنے درباریوں کی طرف دیکھکر کہا کہ تم نے دیکھا یہ دونوں جادوگر ہیں۔ چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال باہر کریں۔ اور تمہارے ملک پر قابض ہو کر تمہارے طریقے مٹا دیں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہمیں آپ کی نبوت ماننے سے بھی انکار ہے۔ اور آپ کا کوئی مطالبہ بھی ہم پورا نہیں کر سکتے بلکہ ہم اپنے جادوگروں کو تمہارے مقابلہ کیلئے بلا رہے

ہیں جو تمہارے اس جادو پر غالب آجائیں گے، چنانچہ یہ لوگ اپنی کوششوں میں مشغول ہو گئے۔ تمام ملک سے جادوگروں کو بڑی عزت سے بلوایا جب سب جمع ہو گئے تو انہوں نے پوچھا کہ اس کا جادو کس قسم کا ہے؟ فرعون والوں نے کہا۔ لکڑی کا سانپ بنا دیتا ہے انہوں نے کہا اس میں کیا ہے؟ ہم لکڑیوں کے رسیوں کے وہ سانپ بنائیں گے کہ روئے زمین پر انکا کوئی مقابلہ نہ کر سکے۔ لیکن ہمارے لئے انعام مقرر ہو جانا چاہئے۔ فرعون نے ان سے قول قرار کیا کہ انعام کیسا؟ میں تو تمہیں اپنا مقرب خاص اور درباری بنا لوں گا۔ اور تمہیں نہال کر دوں گا۔ جو مانگو گے پاؤ گے۔ چنانچہ انہوں نے اعلان کر دیا کہ عید کے روز دن چڑھے فلاں میدان میں مقابلہ ہوگا۔ روایت ہے کہ ان کی یہ عید عاشورا کے دن تھی۔ اسدن تمام لوگ صبح ہی صبح اس میدان میں پہنچ گئے کہ آج چلکر دیکھیں گے کہ کون غالب آتا ہے؟ ہم تو جادوگروں کے کمال کے قائل ہیں وہی غالب آئیں گے۔ اور ہم انہی کی مانیں گے۔ مذاق نے اس بات کو بدل کر کہتے تھے کہ چلو انہی دونوں جادوگروں کے مطیع بنجائیں گے۔ اگر وہ غالب رہیں۔ میدان میں آکر جادوگروں نے انبیاء اللہ سے کہا کہ لو اب بتاؤ تم پہلے اپنا جادو ظاہر کرتے ہو یا ہم ہی شروع کریں؟ آپ نے فرمایا تم ہی ابتدا کرو تاکہ تمہارے حوصلے نکلجائیں۔ اب انہوں اپنی لکڑیاں اور رسیاں میدان میں ڈالیں وہ سب سانپ اور بلائیں بنکر خدا کے نبیوں کی طرف دوڑیں۔ جس سے خوفزدہ ہو کر آپ پیچھے ہٹنے لگے اسیوقت خدا کی وحی آئی کہ آپ اپنی لکڑی زمین پر ڈال دیجئے۔ آپ نے ڈالدی وہ ایک خوفناک بھیانک عظیم الشان اژدہا بنکر ان کی طرف دوڑا۔ یہ لکڑیاں رسیاں سب گڈمڈ ہو گئیں۔ اور وہ ان سب کو نگل گیا۔ جادوگر سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں یہ تو سچ مچ اللہ کی طرف کا نشان ہے۔ جادو میں یہ بات کہاں؟ چنانچہ سب نے اپنے ایمان کا اعلان کر دیا۔ کہ ہم موسیٰ کے رب پر ایمان لائے۔ اور ان دونوں بھائیوں کی نبوت ہمیں تسلیم ہے۔ ہم اپنے گذشتہ گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ فرعون اور فرعونیوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ رسوا ہوئے منہ کالے پڑ گئے۔ ذلت کے ساتھ خاموش ہو گئے۔ خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو گئے۔ ادھر یہ ہو رہا تھا۔ ادھر فرعون کی بیوی صاحبہ جنہوں نے حضرت موسیٰ کو اپنے سگے بچے کی طرح پالا تھا بیقرار بیٹھی تھیں اور خدا سے دعائیں مانگ رہی تھیں کہ اللہ عزوجل اپنے نبی کو غالب کرے۔ فرعونیوں نے بھی اس حال کو دیکھا تھا لیکن انہوں نے خیال کیا کہ اپنے بچے کی طرفداری میں ان کا یہ حال ہے۔ یہاں سے ناکام واپس جانے پر فرعون نے بے ایمانی پر کمر باندھ لی۔ خدا کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں بہت سے نشانات ظاہر ہوئے، جب کبھی کوئی پکڑ آجاتی یہ گھبرا کر بلکہ گڑگڑا کر وعدہ کرتا کہ اچھا اس مصیبت کے ہٹ جانے پر میں بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ کر دوں گا۔ لیکن جب عذاب ہٹ جاتا پھر منکر بنکر سرکشی پر آجاتا اور کہتا تیرا رب اس کے سوا کچھ اور بھی کر سکتا ہے؟ چنانچہ ان پر طوفان آیا۔ ٹڈیاں آئیں جوئیں آئیں۔ مینڈک آئے۔ خون آیا۔ اور بھی بہت سی صاف صاف نشانیاں دیکھیں، جہاں آفت آئی دوڑا وعدہ کیا جہاں وہ ٹل گئی منکر ہو گیا اور اکڑ گیا۔ اب اللہ تعالےٰ کا حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو لیکر یہاں سے نکل جاؤ۔ آپ راتوں رات انہیں لیکر روانہ ہو گئے۔ صبح فرعونیوں نے دیکھا کہ رات کو سارے بنی اسرائیل چلے گئے ہیں۔ فرعون سے کہا اس نے سارے ملک میں احکام بھیجکر ہر طرف سے فوجیں جمع کیں۔ اور بہت بڑی جمعیت کے ساتھ انکا پیچھا کیا۔ راستے میں جو دریا پڑتا تھا۔ اس کیطرف خدا کی وحی پہنچی کہ تجھ پر جب میرے بندے موسیٰ کی لکڑی پڑے تو تو انہیں راستہ دیدینا تجھ میں بارہ راستے ہو جائیں کہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے الگ الگ اپنی راہ لگ جائیں۔ پھر جب یہ پار ہو جائیں اور فرعونی آجائیں تو تو مل جانا۔ اور ان میں سے ایک کو بھی بے ڈبوئے نہ چھوڑنا۔ موسیٰ علیہ السلام جب دریا پر پہنچے دیکھا کہ وہ موجیں مار رہا ہے۔ پانی چڑھا ہوا ہے شور اٹھ رہا ہے۔ گھبرا گئے اور لکڑی مارنا بھول گئے۔ دریا بیقرار ہو رہا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو اس کے کسی حصے پر حضرت موسیٰ لکڑی ماردیں اور اسے خبر نہ ہو تو عذاب خدا میں بسبب خدا کی نافرمانی کے پھنس جائے۔ اتنے میں فرعون کا لشکر بنی اسرائیل پر جا پہنچا۔ یہ گھبرا گئے اور کہنے لگے لو موسیٰ ہم تو پکڑے گئے۔ اب آپ وہ کیجئے جو خدا کا آپ کو حکم ہے۔ یقیناً نہ تو خدا جھوٹا نہ آپ۔ آپ نے فرمایا مجھ سے تو یہ فرمایا گیا ہے کہ جب تو دریا پر پہنچے گا۔ وہ تجھے بارہ راستے دیدیگا تو گذر جانا۔ اسیوقت یاد آیا کہ لکڑی مارنے کا حکم ہوا ہے چنانچہ لکڑی ماری۔ ادھر فرعونی لشکر کا اول حصہ بنی اسرائیل کے آخری حصے کے پاس آچکا تھا۔ کہ دریا خشک ہو گیا اور اس میں راستے نمایاں ہو گئے۔ اور آپ اپنی قوم کو

لئے ہوئے اس میں بے خطر اتر گئے اور با آرام جانے لگے۔ جب یہ نکل چکے فرعونی سپاہ ان کے تعاقب میں دریا میں اتری۔ جب یہ سارا لشکر اس میں اتر گیا تو فرمانِ خدا کے مطابق دریا رواں ہو گیا اور سب کو بیک وقت غرق کر دیا۔ بنو اسرائیل اس واقعہ کو اپنی آنکھوں دیکھ رہے تھے تاہم انہوں نے کہا اے رسول اللہ ہمیں کیا خبر کہ فرعون بھی مرا یا نہیں؟ آپ نے دعا کی اور دریا نے فرعون کی بے جان لاش کو کنارے پر پھینک دیا۔ جسے دیکھکر انہیں یقین کامل ہو گیا کہ ان کا دشمن مع اپنے لاؤ لشکر کے تباہ ہو گیا۔ اب یہاں سے آگے چلے تو دیکھا کہ ایک قوم اپنے بتوں کی مجاور بنکر بیٹھی ہے۔ تو کہنے لگے اے اللہ کے رسول ہمارے لئے بھی کوئی معبود ایسا ہی مقرر کر دیجئے۔ حضرت موسیٰؑ نے ناراض ہو کر کہا تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو الخ تم نے اتنی بڑی عبرتناک نشانیاں دیکھیں ایسے اہم واقعات سنے لیکن اب تک نہ عبرت ہے نہ غیرت یہاں سے آگے بڑھکر ایک منزل پر آپ نے قیام کیا۔ اور یہاں اپنا خلیفہ اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو بنا کر قوم سے فرمایا کہ میری واپسی تک ان کی فرمانبرداری کرتے رہنا۔ میں اپنے رب کے پاس جا رہا ہوں۔ تیس دن کا اسکا وعدہ ہے۔ چنانچہ قوم سے الگ ہو کر وعدے کی جگہ پہنچکر تیس دن رات کے روزے پورے کر کے خدا سے باتیں کرنے کا دھیان پیدا ہوا لیکن یہ سمجھکر کہ روزوں کی وجہ سے منہ سے بھبکا نکل رہا ہوگا۔ تھوڑی سی گھاس لیکر آپ نے چبا لی۔ اللہ تعالےٰ نے باوجود علم کے دریافت فرمایا ایسا کیوں کیا؟ آپ نے جواب دیا صرف اس لئے کہ تجھ سے باتیں کرتے وقت میرا منہ خوشبودار ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ روزے دار کے منہ کی بو مجھے مشک عنبر کی خوشبو سے زیادہ اچھی لگتی ہے؟ اب تو دس روزے اور رکھ پھر مجھ سے کلام کرنا۔ آپ نے روزے رکھنا شروع کر دئے قوم پر جب تیس دن گذر گئے۔ اور حسبِ وعدہ حضرت موسیٰؑ نہ لوٹے تو وہ غمگین رہنے لگے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے ان کے سامنے خطبہ دیا۔ اور فرمایا کہ جب تم مصر سے چلے تھے تو قبطیوں کی رقمیں تم میں سے بعض پر ادھار تھیں۔ اسی طرح ان کی امانتیں بھی تمہارے پاس رہ گئی ہیں یہ ہم انہیں واپس تو کرنے کے نہیں لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ وہ ہماری ملکیت میں رہیں۔ اس لئے تم ایک گہرا گڑھا کھودو اور جو اسباب برتن بھانڈا زیور سونا چاندی وغیرہ ان کا تمہارے پاس ہے سب اس میں ڈالو۔ پھر آگ لگا دو۔ چنانچہ یہی کیا گیا۔ ان کے ساتھ سامری نامی ایک شخص تھا۔ یہ گائے بچھڑے پوجنے والوں میں سے تھا۔ بنی اسرائیل میں سے نہ تھا۔ لیکن بوجہ پڑوسی ہونے کے اور فرعون کی قوم میں سے نہ ہونے کے یہ بھی ان کے ساتھ وہاں سے نکل آیا تھا اس نے کسی نشان سے کچھ مٹھی میں اٹھا لیا تھا۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا تو بھی اسے ڈال دے اس نے جواب دیا کہ یہ تو اس کے اثر سے ہے جو تمہیں دریا سے پار کرا لیگیا۔ خیر میں اسے ڈال دیتا ہوں۔ لیکن اس شرط پر کہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ اس سے وہ بنجائے جو میں چاہتا ہوں آپ نے دعا کی اور اس نے اپنی مٹھی میں جو تھا اسے ڈال دیا۔ اور کہا میں چاہتا ہوں اس کا ایک بچھڑا بنجائے۔ قدرتِ خدا سے اس گڑھے میں جو تھا وہ ایک بچھڑے کی صورت میں ہو گیا جو اندر سے کھوکھلا تھا۔ اس میں روح نہ تھی۔ لیکن ہوا اس کے پیچھے کے سوراخ سے جا کر منہ سے نکلتی تھی۔ اس سے ایک آواز پیدا ہوتی تھی۔ بنو اسرائیل نے پوچھا سامری یہ کیا ہے؟ اس بے ایمان نے کہا۔ یہی تمہارا سب کا رب ہے۔ لیکن موسیٰؑ علیہ السلام راستہ بھول گئے۔ اور دوسری جگہ رب کی تلاش میں چلے گئے۔ اس بات نے بنی اسرائیل کے کئی فرقے کر دئے۔ ایک فرقے نے تو کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آنے تک ہم اس کی بابت کوئی بات طے نہیں کر سکتے ممکن ہے یہی خدا ہو تو ہم اس کی بے ادبی کیوں کریں۔ اور اگر یہ رب نہیں ہے تو موسیٰؑ کے آتے ہی حقیقت کھل جائے گی دوسری جماعت نے کہا محض واہیات ہے یہ شیطانی حرکت ہے۔ ہم اس لغویت پر مطلقاً ایمان نہیں رکھتے نہ یہ ہمارا رب نہ تمہارا اس پر ایمان۔ ایک پاجی فرقے نے دل سے اسے مان لیا۔ اور سامری کی بات پر ایمان لائے۔ مگر بظاہر اس کی بات کو جھٹلا دیا۔ حضرت ہارونؑ نے اسی وقت سب کو جمع کر کے فرمایا کہ لوگو یہ خدا کی طرف سے تمہاری آزمائش ہے تم اس جھگڑے میں کہاں پھنس گئے تمہارا رب تو رحمان ہے تم میری اتباع کرو۔ اور میرا کہنا مانو۔ انہوں نے کہا آخر اس کی کیا وجہ کہ تیس دن کا وعدہ کر کے حضرت موسیٰؑ گئے ہیں اور آج چالیس دن ہونے

سے واقعہ کا یہ جز کسی تفسیر میں نظر سے نہیں گذرا اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس واقعہ کے جز کو تسلیم نہ کیا جائے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے کسی نبی کو شعوری اور غیر شعوری کسی طرح بھی فتنہ کا باعث نہیں بنایا۔

کو آئے لیکن ابتک لپٹے نہیں. بعض بیوقوفوں نے یہاں تک کہدیا کہ ان سے ان کا رب خطا کر گیا. اب یہ اس کی تلاش میں ہوں گے. ادھر دس روزے اور پورے ہونے کے بعد حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا آپ کو جتلایا گیا کہ آپ کے بعد آپ کی قوم کا اس وقت کیا حال ہے؟ آپ اسی وقت رنج و افسوس اور غم و غصے کے ساتھ واپس لوٹے اور یہاں آکر قوم سے بہت کچھ کہا سنا. اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر گھسیٹنے لگے ۵۶ غصے کی زیادتی کیوجہ سے تختیاں بھی ہاتھ سے پھینک دیں پھر اصل حقیقت معلوم ہو جانے پر آپ نے اپنے بھائی سے معذرت کی. ان کے لئے استغفار کیا. اور سامری کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ خدا کے بھیجے ہوئے کے پاؤں تلے سے میں نے ایک مٹھی اٹھالی یہ لوگ اسے نہ پہچان سکے اور میں نے جان لیا تھا میں نے وہی مٹھی اس آگ میں ڈالدی تھی. میری رائے میں یہی بات آئی. آپ نے فرمایا جا اس کی سزا دنیا میں تو یہ ہے کہ تو یہی کہتا رہے کہ ہاتھ لگانا نہیں پھر ایک وعدے کا وقت ہے جس کا خلاف ناممکن ہے اور تیرے دیکھتے ہوئے ہم تیرے اس معبود کو جلا کر اس کی خاک بھی دریا میں بہا دیں گے. چنانچہ آپ نے یہی کیا. اسوقت بنی اسرائیل کو یقین آگیا کہ واقعی وہ خدا نہ تھا. اب وہ بڑے نادم ہوئے. اور سوائے ان مسلمانوں کے جو حضرت ہارونؑ کے ہم عقیدہ رہے تھے باقی کے لوگوں نے عذر معذرت کی. اور کہا اے نبی اللہ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمارے لئے توبہ کا دروازہ کھول دے جو وہ فرمائے گا ہم بجالائیں گے تاکہ ہماری یہ زبردست خطا معاف ہو جائے. آپ نے بنی اسرائیل کے اس گروہ میں سے ستر آدمیوں کو چھانٹ کر علیحدہ کیا. اور توبہ کے لئے لے چلے وہاں زمین پھٹ گئی. اور آپ کے سب ساتھی اس میں اتار دئے گئے حضرت موسیٰؑ کو فکر لاحق ہوا کہ میں بنی اسرائیل کو کیا منہ دکھاؤں گا. آپ نے گریہ و زاری شروع کی اور دعا کی کہ اے خدایا اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی مجھے اور ان سب کو ہلاک کر دیتا ہمارے بیوقوفوں کے گناہ کے بدلے تو ہمیں ہلاک نہ کر. آپ تو ان کے ظاہر کو دیکھ رہے تھے. اور خدا کی نظریں ان کے باطن پر تھیں. ان میں سے ایسے بھی تھے جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے. لیکن دراصل دلی عقیدہ ان کا اس بچھڑے کے رب ہونے پر تھا. انہی منافقین کی وجہ سے سب کو تہ زمین کر دیا گیا تھا. نبی اللہ کی اس آہ و زاری پر رحمت خدا جوش پر آئی. اور جواب ملا کہ یوں تو میری رحمت سب پر چھائے ہوئے ہے. لیکن میں اسے ان کے نام ہبہ کر دوں گا جو متقی پرہیزگار رہیں زکوٰۃ کے ادا کرنے والے ہوں. میری باتوں پر ایمان لائیں. اور میرے اس رسول و نبی کی اتباع کریں جسکے اوصاف وہ اپنی کتابوں میں لکھے پاتے ہیں. یعنی توراۃ و انجیل میں. حضرت کلیم اللہ علیہ صلوات اللہ نے عرض کی کہ بار الٰہا میں نے اپنی قوم کے لئے توبہ طلب کی تو نے جواب دیا کہ تو اپنی رحمت کو ان کے ساتھ کر دے گا جو آگے آنیوالے ہیں. پھر خدایا مجھے بھی تو اپنے اسی رحمت والے نبی کی امت میں پیدا کرتا رب العالمین نے فرمایا سنو انکی توبہ اس وقت قبول ہو گی کہ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیں. نہ باپ بیٹے کو دیکھے نہ بیٹا باپ کو چھوڑے. آپس میں گتھ جائیں اور ایکدوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیں. چنانچہ بنو اسرائیل نے یہی کیا. اور جو منافق لوگ تھے انہوں نے بھی سچے دل سے توبہ کی. اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی. جو بچ گئے تھے وہ بھی بخشے گئے. جو قتل ہوئے وہ بھی بخش دئے گئے. حضرت موسیٰ علیہ السلام اب یہاں سے بیت المقدس کیطرف چلے توراۃ کی تختیاں اپنے ساتھ لیں. اور انہیں احکام خدا سنائے جو ان پر بہت بھاری پڑے. اور انہوں نے صاف انکار کر دیا چنانچہ ایک پہاڑ ان کے سروں پر معلق کھڑا کر دیا گیا. وہ مثل سائبان کے سروں پر تھا. اور ہر دم ڈر تھا کہ اب گرا انہوں نے اب اقرار کیا. اور توراۃ لے لی. پہاڑ ہٹ گیا. اس پاک زمین پر پہنچے جہاں کلیم خدا انہیں لیجانا چاہتے تھے دیکھا کہ وہاں ایک بڑی طاقتور زبردست قوم کا قبضہ ہے. تو حضرت موسیٰ کے سامنے نہایت بزدلی سے کہا. کہ یہاں تو بڑی زور آور قوم ہے ہم میں ان کے مقابلے کی طاقت نہیں. یہ نکلیں تو ہم اس شہر میں داخل ہو سکتے ہیں. یہ تو یونہی نامردی اور بزدلی ظاہر کرتے رہے. ادھر خدائے تعالیٰ نے ان سرکشوں میں سے دو شخصوں کو ہدایت

۵۶ ایک کامل الایمان کا دین میں پیدا شدہ کسی رغبت پر غصہ اور غضب کا یہی حال رہا ہے عائشہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ذاتی معاملہ میں کبھی کسی پر ناراض نہ ہوتے لیکن اگر کوئی حدود اللہ کو توڑتا تو پھر آپ کا غضب بے حد بڑھ جاتا. اس لئے موسیٰ علیہ السلام اپنے اس غضب پر مطعون بھی نہیں اور نہ بھائی کی داڑھی پکڑنا قابل مواخذہ.

دیدی۔ وہ شہر سے نکل کر حضرت موسیٰؑ کی قوم میں آملے۔ اور انہیں سمجھانے لگے کہ تم ان کے جسموں اور تعداد سے مرعوب نہ ہو جاؤ۔ یہ لوگ بہادر نہیں۔ ان کے دل گردے کمزور ہیں۔ تم آگے تو بڑھو۔ ان کے شہر کے دروازے میں گئے۔ اور ان کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہوئے۔ یقیناً تم ان پر غالب آجاؤ گے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دونوں شخص جنہوں نے بنی اسرائیل کو سمجھایا اور انہیں دلیر بنایا خود بنی اسرائیل میں سے ہی تھے۔ واللہ اعلم۔ لیکن ان کے سمجھانے بجھانے خدا کے حکم ہو جانے اور حضرت موسیٰؑ کے وعدے نے بھی انپر کوئی اثر نہ کیا بلکہ انہوں نے صاف کورا جواب دیدیا کہ جبتک یہ لوگ شہر میں ہیں ہم تو یہاں سے ہلنے کے بھی نہیں۔ موسیٰؑ! تو آپ اپنے رب کو اپنے ساتھ لیکر چلا جا۔ اور ان سے لڑ بھڑ لے ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب تو حضرت موسیٰؑ سے صبر نہ ہو سکا۔ آپ کے منہ سے ان بزدلوں اور ناقدروں کے حق میں بد دعا نکل گئی۔ اور آپ نے ان کا نام فاسق رکھ دیا۔ خدا کی طرف سے بھی انکا یہی نام مقرر ہو گیا۔ اور انہیں اسی میدان میں قدرتی طور پر قید کر دیا گیا۔ چالیس سال انہیں یہیں گذر گئے۔ کہیں قرار نہ تھا۔ اسی بیابان میں پریشانی کیساتھ بھٹکتے پھرتے تھے۔ اسی میدان قید میں ان پر ابر کا سایہ کر دیا گیا۔ اور من و سلویٰ اتار دیا گیا۔ کپڑے۔ نہ پھٹتے تھے نہ میلے ہوتے تھے ایک چوگوشہ پتھر رکھا ہوا تھا۔ جسپر حضرت موسیٰؑ نے لکڑی ماری تو اسمیں سے بارہ نہریں جاری ہو گئیں۔ ہر طرف سے تین تین یہ لوگ چلتے تھے چلتے چلتے آگے بڑھ جاتے۔ تھک کر مقام کر دیتے صبح اُٹھتے تو دیکھتے کہ وہ پتھر وہیں ہے جہاں کل تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا ہے۔ حضرت معاویہؓ نے جب یہ روایت ابن عباس سے سنی۔ تو فرمایا کہ اس میں جو ہے کہ اس فرعونی نے حضرت موسیٰ کے اگلے دن کے قتل کی خبر رسانی کی تھی۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کیونکہ قبطی کے قتل کے وقت سوائے اس بنی اسرائیلی ایک شخص کے جو قبطی سے لڑ رہا تھا۔ وہاں کوئی اور نہ تھا۔ اس پر حضرت ابن عباسؓ بہت بگڑے۔ اور حضرت معاویہؓ کا ہاتھ تھام کر حضرت سعد بن مالکؓ کے پاس لیگئے۔ اور ان سے کہا آپ کو یاد ہے کہ ایکدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس شخص کا حال بیان فرمایا تھا۔ جس نے حضرت موسیٰؑ کے قتل کے راز کو کھولا تھا؟ بتاؤ وہ بنی اسرائیلی شخص تھا یا فرعونی؟ حضرت سعدؓ نے فرمایا بنی اسرائیلی سے اس فرعونی نے۔ سنا۔ پھر اسی نے جا کر حکومت سے کہا۔ اور خود اس کا شاہد بنا۔ (سنن کبریٰ نسائی) یہی روایت اور کتابوں میں بھی ہے حضرت ابن عباسؓ کے اپنے کلام سے ہے۔ بہت تھوڑا سا حصہ مرفوع بیان کیا گیا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ آپ نے بنو اسرائیل میں سے کسی سے یہ روایت لی ہو۔ کیونکہ ان سے روایتیں لینا مباح ہے۔ یا تو آپ نے حضرت کعب احبار سے ہی یہ روایت سنی ہو گی اور ممکن ہے کسی اور سے سنی ہو۔ واللہ اعلم۔ میں نے اپنے استاد و شیخ حافظ ابو الحجاج مزی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی سنا ہے۔

فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿٤٠﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ

اور تجھ کو خوب محنتوں میں ڈالا پھر (مدین پہنچے اور) مدین والوں میں کئی سال رہے پھر ایک خاص وقت پر تم (یہاں) آئے اے موسیٰؑ اور (یہاں آنے پر) میں نے تم کو اپنے لئے

لِنَفْسِيْ ﴿٤١﴾ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿٤٢﴾ اِذْهَبَآ اِلٰى

منتخب کیا (سو اب) تم اور تمہارے بھائی دونوں میری نشانیاں (یعنی معجزات) لیکر جاؤ اور میری یادگاری میں سستی مت کرنا دونوں فرعون کے پاس جاؤ

فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٤٣﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿٤٤﴾

وہ بہت نکل چلا ہے پھر اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید وہ (برغبت) نصیحت قبول کرلے یا (عذاب الٰہی سے) ڈر جائے

مدین میں قیام

حضرت موسیٰؑ سے جناب باری تعالیٰ عز و جل فرما رہا ہے کہ تم فرعون سے بھاگ کر مدین پہنچے۔ یہاں سسرال مل گئی۔ اور شرط کے مطابق ان کی بکریاں برسوں تک چراتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے اندازے اور اس کے مقررہ وقت پر تم اس کے پاس پہنچے اس رب کا کوئی ارادہ پورے ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ کوئی فرمان نہیں ٹلتا۔ اس کے وعدے کے مطابق اس کے مقررہ وقت پر تمہارا اس کے پاس پہنچنا لازمی امر تھا۔ یہ بھی مطلب ہے کہ تم اپنی قدر و عزت کو پہنچے یعنی رسالت و نبوت ملی۔ میں نے تمہیں اپنا برگزیدہ پیغمبر بنا لیا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے۔ حضرت آدمؑ اور حضرت موسیٰؑ کی ملاقات ہوئی

تو حضرت موسیٰؑ نے کہا آپ نے تو لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا انہیں جنت سے نکال دیا۔ حضرت آدمؑ نے فرمایا۔ آپ کو خدا نے اپنی رسالت سے ممتاز فرمایا۔ اور اپنے لئے پسند فرمایا۔ اور تورات عطا فرمائی کیا اس میں آپ نے یہ نہیں پڑھا کہ میری پیدائش سے پہلے یہ سب مقدر ہو چکا تھا؟ کہا ہاں۔ الغرض حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰؑ پر دلیل میں غلبہ پا گئے۔ تم میری دی ہوئی دلیلیں اور معجزے لیکر تو اور تیرا بھائی دونو فرعون کے پاس جاؤ میری یاد میں غفلت نہ کرنا۔ تھک کر بیٹھ نہ رہنا۔ چنانچہ فرعون کے سامنے دونوں ذکر اللہ میں لگے رہتے۔ تاکہ اللہ کی مدد ان کا ساتھ دے انہیں قوی اور مضبوط بنا دے اور فرعون کی شوکت ٹال دے۔ چنانچہ حدیث شریف میں بھی ہے کہ میرا پورا اور سچا بندہ وہ ہے۔ جو پوری عمر میری یاد کرتا رہے۔ فرعون کے پاس تم میرا پیغام لیکر پہنچو۔ اس نے بہت سر اٹھا رکھا ہے۔ خدا کی نافرمانی پر دلیر ہو گیا ہے۔ بہت بھول گیا ہے اور اپنے خالق مالک کو بھول گیا ہے۔ اس سے گفتگو نرم کرنا۔ دیکھو فرعون کس قدر برا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کس قدر بھلے ہیں لیکن حکم یہ ہو رہا ہے کہ نرمی سے سمجھانا۔ حضرت یزید رقاشی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کو پڑھ کر فرماتے ہیں۔ یَا مَنْ یَّتَحَبَّبُ اِلٰی مَنْ یُّعَادِیْہِ فَکَیْفَ بِمَنْ یَّتَوَلَّاہُ وَیُنَادِیْہِ۔ یعنی اے وہ خدا جو دشمنوں سے بھی محبت اور نرمی کرتا ہے۔ تیرا کیسا کچھ برتاؤ ہوگا اس کے ساتھ جو تجھ سے محبت کرتا ہو۔ اور تجھے پکارا کرتا ہو۔ حضرت وہبؒ فرماتے ہیں کہ نرم گفتگو کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس سے کہنا کہ میرے غضب و غصے سے میری مغفرت و رحمت بہت بڑھی ہوئی ہے۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں نرم بات کہنے سے مراد کی وہ حدانیت کیطرف دعوت دینا ہے۔ کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کا قائل ہو جائے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں اس سے کہنا کہ تیرا رب ہے تجھے مرکر خدا کے وعدے پر پہنچنا ہے جہاں جنت دوزخ دونوں ہیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ فرماتے ہیں۔ اسے میرے دروازے پر لا کر کھڑا کرو۔ الغرض تم اس سے نرمی اور آرام سے گفتگو کرنا تاکہ اس کے دل میں تمہاری باتیں بیٹھ جائیں۔ جیسے فرمان خدا ہے۔ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ۔ یعنی اپنے رب کی راہ کی دعوت انہیں حکمت اور اچھے وعظ سے دے۔ اور انہیں بہترین طریقے سے سمجھا بجھا دے تاکہ وہ سمجھ لے اور اپنی ضلالت و ہلاکت سے ہٹ جائے۔ یا اپنے خدا سے ڈرنے لگے۔ اور اس کی اطاعت و عبادت کیطرف متوجہ ہو جائے جیسے فرمان ہے۔ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّکَّرَ اَوْ یَخْشٰی یہ نصیحت اس کے لئے ہے جو عبرت حاصل کرلے یا ڈر جائے۔ پس عبرت حاصل کرلے سے مراد برائیوں سے اور خوف کی چیز سے ہٹ جانا اور ڈر سے مراد اطاعت کی طرف مائل ہو جانا۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔ اس کی ہلاکت کی دعا نہ کرنا جبتک کہ اس کے تمام عذر ختم نہ ہو جائیں زید بن عمرو بن نفیل کے یا امیہ بن صلت کے شعروں میں ہے کہ اے خدا تو وہ ہے جس نے اپنے فضل و کرم سے موسیٰؑ کو یہ کہہ کر باغی فرعون کی طرف بھیجا کہ اس سے پوچھو کہ کیا اس آسمان کو بے ستون کے تو نے تھام رکھا ہے؟ اور کیا تو نے ہی اسے بنایا ہے۔ اور کیا تو نے ہی اس کے درمیان روشن سورج کو چڑھایا ہے؟ جو اندھیرے کو اجالے سے بدل دیتا ہے۔ اور صبح کے وقت وہ نکلا ادھر دنیا سے ظلمت دور ہوئی۔ بھلا بتلا تو کہ مٹی میں سے دانے نکالنے والا کون ہے؟ پھر اس میں بالیں پیدا کرنے والا کون ہے؟ کیا ان تمام نشانیوں سے بھی تو خدا کو نہیں پہچان سکتا؟

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَآ اَوْ اَنْ یَّطْغٰی ﴿۴۵﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ

دونوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار ہمکو اندیشہ ہے کہ کہیں وہ ہم پر زیادتی نہ کر بیٹھے یا یہ کہ زیادہ شرارت نہ کرنے لگے　ارشاد ہوا کہ تم اندیشہ نہ کرو کیونکہ میں تم دونوں کے ساتھ ہوں

اَسْمَعُ وَاَرٰی ﴿۴۶﴾ فَاْتِیٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّکَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ

سب سنتا دیکھتا ہوں　سو تم اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم دونوں تیرے پروردگار کے فرستادے ہیں (کہ ہمکو نبی بنا کر بھیجا ہے) سو بنی

اِسْرَآءِیْلَ ۙ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰکَ بِاٰیَۃٍ مِّنْ رَّبِّکَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰی

اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے اور ان کو تکلیفیں مت پہنچا ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے (اپنی نبوت کا) نشان (یعنی معجزہ بھی) لائے ہیں اور ایسے شخص کیلئے سلامتی

مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ۝٤٧ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝٤٨

ہے جو (سیدھی) راہ پر چلے ۔ ہمارے پاس یہ حکم پہنچا ہے کہ (اللہ کا) عذاب اس شخص پر ہوگا ۔ (جو حق کو) جھٹلائے اور (اس سے) رو گردانی کرے ۔

موسیٰ علیہ السلام کو خطرہ

خدا کے ان دونوں پیغمبروں نے خدا کی پناہ طلب کرتے ہوئے اپنی کمزوری کا اظہار رب کے سامنے کیا کہ ہمیں خوف ہے کہ فرعون کہیں ہم پر کوئی ظلم نہ کرے اور بدسلوکی سے پیش نہ آئے ، ہماری آواز کو دبانے کے لئے جلدی سے ہمیں کسی مصیبت میں مبتلا نہ کر دے اور ہمارے ساتھ نا انصافی سے پیش نہ آئے ۔ خداوند عالم کیطرف سے انکی تشفی کر دی گئی ارشاد ہوا کہ اس کا کچھ خوف نہ کھاؤ ۔ میں خود تمہارے ساتھ ہوں ۔ تمہاری اور اس کی بات چیت سنتا رہوں گا اور تمہارا حال دیکھتا رہوں گا کوئی بات مجھ پر مخفی نہیں رہ سکتی ۔ اس کی چوٹی میرے ہاتھ میں ہے ۔ وہ بغیر میری اجازت کے سانس بھی تو نہیں لے سکتا میرے قبضے سے کبھی باہر نہیں نکل سکتا ۔ میری حفاظت و نصرت تائید و مدد تمہارے ساتھ ہے ۔ حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں ۔ حضرت موسیٰؑ نے جناب باری میں دعا کی کہ مجھے وہ دعا تعلیم فرمائی جائے ۔ جو میں فرعون کے پاس جاتے ہوئے پڑھ لیا کروں ۔ تو اللہ تعالے نے یہ دعا تعلیم فرمائی ھیا شراھیا جس کے معنی عربی میں اَنَا الْحَيُّ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّ الْحَيُّ بَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ یعنی میں ہی ہوں سب سے پہلے زندہ اور سب کے بعد بھی زندہ ۔ پھر انہیں بتلا دیا گیا کہ فرعون کو کیا کہیں ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ گئے دروازے پر ٹھیرے ، اجازت مانگی بڑی دیر کے بعد اجازت ملی ۔ محمد بن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ دونوں پیغمبر دو سال تک روزانہ صبح و شام فرعون کے ہاں جاتے رہے ۔ دربانوں سے کہتے رہے کہ ہم دونوں پیغمبروں کی آمد کی خبر بادشاہ سے کرو ۔ لیکن فرعون کے خوف کیوجہ سے کسی نے خبر نہ کی ۔ دو سال کے بعد ایک روز اس کے ایک بے تکلف دوست نے جو بادشاہ سے ہنسی دل لگی بھی کر لیا کرتا تھا کہا کہ آپکے دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے ۔ اور ایک عجیب مزے کی بات کہہ رہا ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ آپکے سوا اس کا کوئی اور رب ہے ۔ اور اس کے رب نے اسے آپ کی طرف رسول اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے ۔ اس نے کہا کیا میرے دروازے پر وہ ہے ؟ اس نے کہا ہاں ۔ حکم دیا کہ اندر بلا لو ۔ چنانچہ آدمی گیا اور دونوں پیغمبر دربار میں آئے ۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا میں رب العالمین کا رسول ہوں ۔ فرعون نے آپ کو پہچان لیا کہ یہ تو موسیٰ ہے ۔ سدی کا بیان ہے کہ آپ سفر میں اپنے ہی گھر ٹھیرے تھے ۔ ماں نے اور بھائی نے پہلے تو آپ کو پہچانا نہیں ۔ گھر میں جو پکا تھا ۔ وہ مہمان سمجھ کر ان کے پاس لا رکھا ۔ اس کے بعد پہچانا سلام کیا ۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا خدا کا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اس بادشاہ کو اللہ کیطرف بلاؤں ۔ اور تمہاری نسبت فرمان ہوا ہے کہ تم میری تائید کرو ۔ حضرت ہارونؑ نے فرمایا بہم اللہ کیجئے رات کو دونوں صاحب بادشاہ کے ہاں گئے ۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنی لکڑی سے کواڑ کھٹکھٹائے ۔ فرعون آگ بگولہ ہو گیا کہ اتنا بڑا دلیر آدمی کون آگیا ؟ جو یوں بیساختہ دربار کے آداب کے خلاف اپنی لکڑی سے مجھے ہوشیار کر رہا ہے ؟ درباریوں نے کہا ۔ حضرت کچھ نہیں یونہی ایک مجنون آدمی ہے ۔ کہتا پھرتا ہے کہ میں رسول ہوں ۔ فرعون نے حکم دیا کہ اسے میرے سامنے پیش کرو ۔ چنانچہ حضرت ہارونؑ کو لئے ہوئے آپ اس تک پہنچے ۔ اور اس سے فرمایا کہ ہم اللہ کے رسول ہیں تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے ۔ انہیں سزائیں نہ دے ۔ ہم رب العالمین کیطرف سے اپنی رسالت کی دلیلیں اور معجزے بیکر آئے ہیں اگر تو ہماری بات مان لے تو تجھ پر خدا کی طرف سے سلامتی نازل ہو گی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی جو خط شاہ روم ہرقل کے نام لکھا تھا ۔ اس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد یہ مضمون تھا کہ یہ خط محمد رسول اللہ کیطرف سے شاہ روم ہرقل کے نام ہے جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو ۔ اس کے بعد یہ کہ تم اسلام قبول کر لو تو سلامت رہو گے ۔ اللہ تعالیٰ دوہرا اجر عنایت فرمائے گا ۔ مسیلمہ کذاب نے صادق مصدوق ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خط لکھا تھا جس میں تحریر تھا کہ یہ خط خدا کے رسول مسیلمہ کی جانب سے خدا کے رسول محمد کے نام ہے ۔ آپ پر سلام ہو میں نے آپکو شریک کار کر لیا ہے ۔ شہری آپکے لئے اور دیہاتی میرے لئے یہ قریشی تو بڑے ہی ظالم لوگ ہیں ۔ اسکے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لکھا کہ یہ خط محمد رسول اللہ کیطرف سے مسیلمہ کذاب کے نام ہے ۔ سلام ہو ان پر جو ہدایت کی تابعداری کریں ۔ سن لے زمین اللہ کی ملکیت ہے ۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بناتا ہے انجام کے لحاظ سے بھلے لوگ وہ ہیں جنکے دل خوف خدا سے پر ہوں ۔ الغرض پیغمبر خدا

خدا کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرعون سے یہی کہا کہ سلامتی ان پر ہے جو ہدایت کے پیرو ہوں۔ پھر فرماتا ہے کہ ہمیں بذریعہ وحی خداوندی یہ بات معلوم کرائی گئی ہے کہ عذاب کے لائق صرف وہی لوگ ہیں جو خدا کے کلام کو جھٹلائیں اور خدا کی باتوں کے ماننے سے انکار کر جائیں جیسے ارشاد ہے فَاَمَّا مَنْ طَغٰی وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی ۝ جو شخص سرکشی کرے اور دنیا کی زندگانی پر ریجھ کر اسی کو پسند کرے۔ اس کا آخری ٹھکانا جہنم ہی ہے اور آیتوں میں ہے کہ میں تمہیں شعلے مارنے والی آگ جہنم سے ڈرا رہا ہوں جس میں صرف وہ بدبخت داخل ہوں گے جو جھٹلائیں اور منہ موڑ لیں۔ اور آیتوں میں ہے کہ اس نے نہ تو مان کر دیا نہ نماز ادا کی بلکہ دل سے منکر رہا اور کام فرمان کے خلاف کئے۔

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا یٰمُوْسٰی ۝۴۹ قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْۤ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ۝۵۰

وہ کہنے لگا پھر (یہ بتلاؤ کہ) تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ۔ موسیٰ نے کہا کہ (ہمارا سب کا) رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب بناوٹ عطا فرمائی پھر رہنمائی فرمائی

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی ۝۵۱ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ ۚ لَا یَضِلُّ

فرعون نے کہا کہ اچھا تو پہلے لوگوں کا کیا حال ہوا۔ موسیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں کا علم میرے پروردگار کے پاس نوشتہ (اعمال) میں (محفوظ) ہے میرا

رَبِّیْ وَلَا یَنْسَی ۝۵۲

رب نہ غلطی کرتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔

فرعون کے سوالات

چونکہ یہ ناہنجار یعنی فرعون مصر وجود باری تعالیٰ کا منکر تھا پیغام خدا کلیم اللہ کی زبانی سنکر وجود خالق کے انکار کے طور پر سوال کرنے لگا کہ تمہارا بھیجنے والا اور تمہارا رب کون ہے؟ میں تو اسے نہیں جانتا نہ اسے مانتا ہوں۔ بلکہ میری دانست میں تو تم سب کا رب میرے سوا اور کوئی نہیں۔ خدا کے سچے رسول نے جواب دیا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شخص کو اس کا جوڑا عطا فرمایا ہے۔ انسان کو بصورت انسان گدھے کو اس کی صورت پر بکری کو ایک علیحدہ صورت پر پیدا فرمایا ہے۔ ہر ایک کو اس کی مخصوص صورت میں بنایا ہے۔ ہر ایک کی پیدائش نرالی شان سے درست کر دی ہے۔ انسانی پیدائش کا طریقہ الگ ہے چوپائے الگ صورت میں ہیں درندے الگ وضع میں ہیں۔ ہر ایک کے جوڑے کی ہیئت ترکیبی علیحدہ ہے۔ کھانا پینا کھانے پینے کی چیزیں جوڑے سب الگ الگ اور ممتاز و مخصوص ہیں۔ ہر ایک کا اندازہ مقرر کر کے پھر اس کی ترکیب سے بتلا دی ہے۔ عمل اجل رزق مقدر اور مقرر کر کے اسی پر لگا دیا ہے۔ نظام کے ساتھ ساری مخلوق کا کارخانہ چل رہا ہے کوئی اس سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتا۔ خلق کا خالق تقدیروں کا مقرر کرنے والا اپنے ارادے پر مخلوق کی پیدائش کرنے والا ہی ہمارا رب ہے یہ سب سنکر اس بے سمجھ نے پوچھا کہ اچھا پھر ان کا کیا حال ہونا ہے جو ہم سے پہلے تھے۔ اور خدا کی عبادت کے منکر تھے؟ اس سوال کو اس نے اہمیت کے ساتھ کیا۔ لیکن خدا کے پیغمبر نے ایسا جواب دیا کہ عاجز ہو گیا۔ فرمایا ان سب کا علم میرے رب کو ہے۔ لوح محفوظ میں ان کے اعمال لکھے ہوئے ہیں۔ جزا سزا کا دن مقرر ہے۔ نہ وہ غلطی کرے کہ کوئی چھوٹا بڑا اس کی پکڑ سے چھوٹ جائے نہ وہ بھولے کہ مجرم اس کی گرفت سے رہ جائیں۔ اس کا علم تمام چیزوں کو اپنے میں گھیرے ہوئے ہے۔ اس کی ذات بھول چوک سے پاک ہے۔ نہ اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہ علم کے بعد بھول جانے کا اس کا وصف وہ کمی علم کے نقصان سے وہ بھول کے نقصان سے پاک ہے۔

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ

وہ (رب) ایسا ہے جس نے تم لوگوں کیلئے زمین کو مثل فرش (کے) بنایا اور اس (زمین) میں تمہارے (چلنے کے) واسطے راستے بنائے اور

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿۵۳﴾ كُلُوْا وَارْ

آسمان سے پانی برسایا پھر ہمنے اس (پانی) کے ذریعے سے اقسام مختلفہ کے نباتات پیدا کئے (اور تم کو اجازت دی کہ) خود

عَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى ﴿۵۴﴾ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ

(بھی) کھاؤ اور اپنے مواشی کو (بھی) چراؤ ان سب چیزوں میں اہل عقل کیواسطے (قدرت الٰہیہ کی) نشانیاں ہیں ہم نے تم کو اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی میں ہم تمکو (بعد

وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾ وَلَقَدْ اَرَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿۵۶﴾

موت) لیجاوینگے اور (قیامت کے روز) پھر دوبارہ اسی سے تمکو نکالیں گے اور ہمنے اسکو اپنی وہ سب ہی نشانیاں دکھلائیں سو وہ جھٹلاتا ہی گیا اور انکار کرتا رہا اور کہنے لگا کہ

کچھ نشانیاں

موسیٰ علیہ السلام فرعون کے سوال کے جواب میں اوصاف خدا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسی خدا نے زمین کو لوگوں کیلئے فرش بنایا ہے مَھْدًا کی دوسری قرات مِھَادًا ہے۔ زمین کو خدائے تعالےٰ نے بطور فرش کے بنا دی ہے کہ تم اس پر قرار کئے ہوئے ہو۔ اسی پر سوتے بیٹھتے رہتے سہتے ہو۔ اس نے زمین میں تمہارے چلنے پھرنے اور سفر کرنے کیلئے راہیں بنادی ہیں۔ تاکہ تم راستہ نہ بھولو۔ اور منزلِ مقصود تک بہ آسانی پہنچ سکو وہی آسمان سے بارش برساتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے زمین سے ہر قسم کی پیداوار اگاتا ہے۔ کھیتیاں باغات میوے قسم قسم کے ذائقے دار کہ تم خود کھاؤ۔ اور اپنے جانوروں کو چارہ بھی دو۔ تمہارا کھانا اور میوے تمہارے جانوروں کا چارہ خشک اور تر سب اسی سے خدائیتعالیٰ پیدا کرتا ہے۔ جن کی عقلیں صحیح سالم ہیں ان کے لئے تو قدرت کی یہ تمام نشانیاں دلیل ہیں خدا کی خدائی اور اس کی وحدانیت اور اس کے وجود پر۔ اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا فرمایا ہے تمہاری ابتدا اسی سے ہے۔ اس لئے کہ تمہارے باپ حضرت آدم ؑ کی پیدائش اسی سے ہوئی ہے راسی میں تمہیں پھر لوٹنا ہے۔ مر کر اسی میں دفن ہونا ہے اسی سے پھر قیامت کے دن کھڑے کئے جاؤ گے۔ ہماری پکار پر ہماری تعریفیں کرتے ہوئے اٹھو گے۔ اور یقین کرلو گے کہ تم بہت ہی تھوڑی دیر رہے جیسے اور آیت میں ہے کہ اسی زمین پر تمہاری زندگی گذرے گی۔ مر کر بھی اسی میں جاؤ گے۔ پھر اسی میں سے نکالے جاؤ گے۔ سنن کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک میت کے دفن کے بعد اس کی قبر پر مٹی دیتے ہوئے پہلی بار فرمایا مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ دوسری لپ ڈالتے ہوئے فرمایا وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ تیسری بار فرمایا وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى۔ الغرض فرعون کے سامنے دلیلیں آچکیں۔ اس نے معجزے اور نشان دیکھ لئے۔ لیکن سب کا انکار اور تکذیب کرتا رہا کفر سرکشی ضد اور تکبر سے باز نہ آیا۔ جیسے فرمان ہے وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا یعنی باوجودیکہ ان کے دلوں میں یقین ہو چکا تھا۔ لیکن تاہم ازراہِ ظلم وزیادتی انکار سے باز نہ آئے

قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ یٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِیَنَّكَ بِسِحْرٍ

اے موسیٰ تم ہمارے پاس اسواسطے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے ملک سے اپنے جادو (کے زور) سے نکال باہر کرو سو اب ہم بھی تمہارے مقابلہ میں

مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَیْنَنَا وَبَیْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾

ایسا ہی جادو لاتے ہیں تو ہمارے اور اپنے درمیان میں ایک وعدہ مقرر کر لو جس کا نہ ہم خلاف کریں اور نہ تم خلاف کرو کسی ہموار میدان میں (تاکہ سب دیکھ لیں) موسیٰ ؑ نے

قَالَ مَوْعِدُكُمْ یَوْمُ الزِّیْنَةِ وَاَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾

فرمایا تمہارے (مقابلہ کے وعدہ کا وقت وہ دن ہے جس میں (تمہارا) میلہ ہوتا ہے اور جس میں دن چڑھے لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔

حق واضح کے بعد معاندت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ لکڑی کا سانپ بنجانا ہاتھ کا روشن ہو جانا وغیرہ دیکھ کر فرعون نے کہا کہ یہ تو جادو ہے اور تو جادو کے زور سے ہمارا ملک چھیننا چاہتا ہے

تو تو مغرور نہ ہو جا، ہم بھی اس جادو میں تیرا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ دن اور جگہ مقرر ہو جائے اور مقابلہ ہو جائے، ہم بھی اس دن اس جگہ آجائیں اور تو بھی۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی نہ آئے۔ کھلے میدان میں سب کے سامنے ہار جیت کھل جائے۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا مجھے منظور ہے۔ اور میرے خیال سے تو اس کے لئے تمہاری عید کا دن مناسب ہے۔ کیونکہ وہ فرصت کا دن ہوتا ہے سب آجائیں گے۔ اور دیکھ کر حق و باطل میں تمیز کر لینگے معجزے اور جادو کا فرق سب پر ظاہر ہو جائے گا۔ وقت دن چڑھے کا رکھنا چاہیئے تاکہ جو کچھ میدان میں آئے سب دیکھ سکیں ابن عباسؓ فرماتے ہیں ان کی زینت اور عید کا دن عاشورے کا دن تھا۔ یہ یاد رہے کہ انبیاء علیہم السلام ایسے موقعوں پر کبھی پیچھے نہیں رہتے۔ ایسا کام کرتے ہیں جس سے حق صاف واضح ہو جائے۔ اور ہر ایک پہ کھل جائے۔ اسی لئے آپ نے ان کی عید کا دن مقرر کیا۔ اور وقت دن چڑھے کا بتلایا اور صاف ہموار میدان مقرر کیا کہ جہاں سے ہر ایک دیکھ سکے۔ اور جو باتیں ہوں وہ بھی سن سکے۔ وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ فرعون نے مہلت چاہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکار کیا۔ اس پر وحی اتری کہ مدت مقرر کر لو۔ فرعون نے چالیس دن کی مہلت مانگی جو منظور کی گئی۔

فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ۝٦٠ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا

غرض (یہ سن کر) فرعون (دربار سے) لوٹ گیا پھر اپنا مکر کا (یعنی جادو کا) سامان جمع کرنا شروع کیا پھر آیا (اس وقت) موسیٰؑ نے ان (جادوگر) لوگوں سے فرمایا ارے کمبختی مارو

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ۝٦١ فَتَنَازَعُوْٓا

اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا مت کرو کبھی خدا تعالیٰ تمکو کسی قسم کی سزا سے بالکل نیست و نابود کر دے اور جو جھوٹ باندھتا ہے وہ (آخر کو) ناکام رہتا ہے پس جادوگر (یہ بات سن کر)

اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ۝٦٢ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ

باہم اپنی رائے میں اختلاف کرنے لگے اور خفیہ گفتگو کرتے رہے (آخر کار سب متفق ہو کر) کہنے لگے کہ بیشک یہ دونوں جادوگر ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ اپنے

اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ۝٦٣ فَاَجْمِعُوْا

جادو (کے زور) سے تم کو تمہاری سرزمین سے نکال باہر کریں اور تمہارے عمدہ (مذہبی) طریقہ کا دفتر ہی اٹھا دیں سو اب تم ملکر اپنی تدبیر

كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ۝٦٤

انتظام کرو اور صفیں آراستہ کر کے (مقابلہ میں) آؤ اور آج وہی کامیاب ہے جو غالب ہوا۔

موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت

جبکہ مقابلہ مقرر ہو گیا، دن وقت اور جگہ بھی متعین ہو گئی۔ تو فرعون نے ادھر ادھر سے جادوگروں کو جمع کرنا شروع کیا۔ اس زمانے میں جادو کا بہت زور تھا۔ اور بڑے بڑے جادوگر موجود تھے۔ فرعون نے عام طور سے حکم جاری کر دیا تھا کہ تمام ہوشیار جادوگروں کو میرے پاس بھیجو۔ وقت تک تمام جادوگر جمع ہو گئے۔ فرعون نے اسی میدان میں اپنا تخت نکلوایا۔ اس پر بیٹھا۔ تمام امراء وزراء اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ رعایا سب جمع ہو گئی۔ جادوگروں کی صفیں کی صفیں پرا باندھے تخت کے آگے کھڑی ہو گئیں۔ فرعون نے ان کی کمر ٹھونکنی شروع کی۔ اور کہا دیکھو آج اپنا وہ ہنر دکھاؤ کہ دنیا میں یادگار رہ جائے۔ جادوگروں نے کہا اگر ہم بازی لے جائیں تو ہمیں کچھ انعام بھی ملیگا؟ کہا کیوں نہیں؟ میں تو تمہیں اپنا خاص درباری بنا لوں گا۔ ادھر سے کلیم خدا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تبلیغ شروع کی کہ دیکھو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو۔ ورنہ شامت اعمال برباد کر دیگی۔ لوگوں کی آنکھوں میں خاک نہ جھونکو کہ درحقیقت کچھ نہ ہو اور تم اپنے جادو سے بہت کچھ دکھا دو۔ خدا کے سوا کوئی خالق نہیں جو فی الواقع کسی چیز کو پیدا کر سکے۔ یاد رکھو۔ جھوٹے لوگ فلاح نہیں پاتے۔ یہ سن کر ان میں آپس میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ بعض تو سمجھ گئے اور کہنے لگے۔ یہ کلام جادوگروں کا نہیں۔ یہ تو سچ مچ خدا کے رسول ہیں۔ بعضوں نے کہا نہیں بلکہ یہ جادوگر ہیں۔ مقابلہ کرو۔ یہ باتیں بہت ہی احتیاط اور پوشیدگی سے کی گئیں اِنْ هٰذٰنِ کی دوسری قراءت اِنَّ هٰذَیْنِ بھی ہے۔ مطلب اور معنی دونوں قراءتوں کا ایک ہی ہے۔ اب باآواز بلند کہنے لگے کہ دونوں بھائی پہنچے ہوئے جادوگر ہیں

اسوقت تک تو تمہاری ہوا بندھی ہوئی ہے۔ بادشاہ کا قرب نصیب ہے۔ مال و دولت قدموں تلے لوٹ رہا ہے۔ لیکن آج اگر یہ بازی لیگئے تو ظاہر ہے کہ ریاست انہی کی ہوجائیگی۔ تمہیں ملک سے نکال دینگے۔ عوام ان کے ماتحت ہو جائینگے انکا زور بندھ جائیگا۔ بادشاہت چھین لینگے اور ساتھ ہی تمہارے مذہب کو ملیا میٹ کردینگے۔ بادشاہت عیش و آرام سب چیزیں تم سے چھن جائینگی۔ شرافت عقلمندی ریاست سب ان کے قبضے میں آجائیگی۔ تم یونہی رہ جاؤ گے۔ تمہارے اشراف ذلیل ہوجائیں گے۔ امیر فقیر بن جائیں گے۔ ساری رونق اور بہار جاتی رہے گی۔ بنی اسرائیل جو تمہارے لونڈی غلام بنے ہوئے ہیں یہ سب ان کے ساتھ ہو جائینگے۔ اور تمہاری حکومت پاش پاش ہوجائے گی۔ تم سب اتفاق کرلو۔ ان کے مقابلے میں صف بندی کرکے اپنا کوئی فن باقی نہ رکھو۔ جی کھول کر ہوشیاری اور دانائی سے اپنے جادو کے زور سے اسے دبالو۔ ایک ہی دفعہ ہر استاد اپنی کاریگری دکھا دے۔ تاکہ میدان ہمارے جادو سے پر ہو جائے دیکھو اگر وہ جیت گیا تو یہ ریاست اسی کی ہوجائے گی۔ اور اگر ہم غالب آگئے تو تم سن چکے ہو کہ بادشاہ ہمیں اپنا مقرب اور دربار خاص کے ارکین بنادے گا۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿۶۵﴾ قَالَ بَلْ

پھر انہوں نے کہا اے موسیٰ آپ (اپنا عصا) پہلے ڈالیں گے یا ہم پہلے ڈالنے والے بنیں آپ نے فرمایا نہیں تم ہی پہلے

اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾

ڈالو پس یکایک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کی نظر بندی سے موسیٰ کے خیال میں ایسی معلوم ہونے لگیں جیسے (سانپ کی طرح) چلتی دوڑتی ہوں

فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿۶۷﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾ وَ

سو موسیٰ کے دل میں تھوڑا سا خوف ہوا ہم نے کہا کہ تم ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے۔ اور

اَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ

(اس کی صورت یہ ہوگی کہ) یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں جو (عصا) ہے اس کو ڈال دو ان لوگوں نے جو کچھ (سانگ) بنایا ہے یہ (عصا) سب کو نگل جائے گا یہ جو کچھ

السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ

بنایا ہے جادوگروں کا سانگ ہے اور جادوگر کہیں جاوے کامیاب نہیں ہوتا سو جادوگر سجدے میں گر گئے کہا ہم تو ایمان لے آئے ہارونؑ

وَمُوْسٰى ﴿۷۰﴾

اور موسیٰؑ کے پروردگار پر۔

جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے

جادوگروں نے موسیٰؑ علیہ السلام سے کہا کہ اب بتلاؤ تم اپنا وار پہلے کرتے ہو یا ہم پہل کریں؟ اس کے جواب میں خدا کے پیغمبر نے فرمایا تم ہی پہلے اپنے دل کی بھڑاس نکال لو تاکہ دنیا دیکھ لے کہ تم نے کیا کیا؟ اور پھر خدا نے تمہارے کئے کو کسطرح مٹادیا۔ اسیوقت انہوں نے اپنی لکڑیاں اور رسیاں میدان میں ڈالدیں کچھ ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا وہ سانپ بنکر چل پھر رہی ہیں۔ اور میدان میں دوڑ بھاگ رہی ہیں۔ کہنے لگے فرعون کے اقبال سے غالب ہم ہی رہیں گے۔ لوگوں کی آنکھوں پر جادو کرکے انہیں خوفزدہ کردیا اور جادو کے زبردست کرتب دکھلائے تھے بھی یہ لوگ بہت زیادہ ان کی پھینکی ہوئی رسیوں اور لاٹھیوں سے اب سارا کا سارا میدان سانپوں سے پر ہو گیا۔ وہ آپس میں گڈ مڈ کرکے اوپر تلے ہونے لگے۔ اس منظر نے حضرت موسیٰؑ کو خوفزدہ کردیا کہ کہیں ایسا نہ ہو لوگ انکے کرتب کے قائل ہوجائیں اور اس باطل میں پھنس جائیں۔ اسیوقت جناب باری نے وحی نازل فرمائی کہ اپنے داہنے ہاتھ کی لکڑی کو میدان میں ڈالدو۔ ہراساں نہ ہو۔ آپنے حکمبرداری کی۔ خدا کے حکم سے یہ لکڑی ایک زبردست بے مثال اژدہا بنگئی۔ جس کے پیر بھی تھے اور سر بھی تھا۔ کچلیاں اور دانت بھی تھے۔ اس نے تمام

کے دیکھتے سارے میدان کو صاف کر دیا. اس میں جادوگروں کے جتنے کرتب تھے. سب کو ہڑپ کر لیا. اب سب پر حق واضح ہو گیا معجزے اور جادو میں تمیز ہو گئی حق و باطل میں پہچان ہو گئی سب نے جان لیا کہ جادوگروں کی بناوٹ میں اصلیت کچھ بھی نہ تھی فی الواقع جادوگر کوئی چال چلیں لیکن اسمیں غالب نہیں آسکتے. مجموعہ ابن ابی حاتم میں حدیث ہے. ترمذی میں بھی موقوفاً اور مرفوعاً موجود ہے کہ جادوگروں کو جہاں پکڑو مار ڈالو. پھر آپ نے یہی جملہ تلاوت فرمایا یعنی جہاں پایا جائے امن نہ دیا جائے. جادوگروں نے جب یہ دیکھا انہیں یقین ہو گیا کہ یہ کام انسانی طاقت سے خارج ہے وہ جادو کے فن کے ماہر تھے بیک نگاہ پہچان گئے کہ واقعی یہ اسی خدا کا کام ہے. جس کے فرمان اٹل ہیں جو کچھ وہ چاہے اس کے حکم سے ہو جاتا ہے. اسکے ارادے سے مراد جدا نہیں. اسکا اتنا کامل یقین انہیں ہو گیا کہ اسیوقت اسی میدان میں سب کے سامنے پادشاہ کی موجودگی میں وہ خدا کے سامنے سربسجود ہو گئے. اور پکار اٹھے کہ ہم رب العالمین پر یعنی ہارون اور موسیٰ علیہما السلام کے پروردگار پر ایمان لائے. سبحان اللہ صبح کیوقت کافر اور جادوگر تھے. اور شام کو پاکباز مومن اور راہ خدا کے شہید تھے کہتے ہیں کہ ان کی تعداد اسی ہزار کی تھی یا ستر ہزار کی یا کچھ اوپر تیس ہزار کی یا انیس ہزار کی یا پندرہ ہزار کی یا بارہ ہزار کی تھی یہ بھی منقول ہے کہ یہ ستر تھے. صبح جادوگر شام کو شہید مروی ہے کہ جب یہ سجدے میں گرے ہیں. خدائے تعالیٰ نے انہیں جنت دکھا دی. اور انہوں نے اپنی منزلیں اپنی آنکھوں...

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُ

فرعون نے کہا کہ بدون اسی کے کہ میں تم کو اجازت دوں تم موسیٰ پر ایمان لے آئے واقعی وہ سحر میں تمہارے بھی بڑے ہیں کہ انہوں نے تم کو سحر سکھلایا ہے سو میں

قَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫

تمہارے ہاتھ پاؤں کٹواتا ہوں ایک طرف کا ہاتھ اور ایک طرف کا پاؤں اور تم سب کو کھجوروں کے درختوں پر ٹنگواتا ہوں اور یہ بھی تم کو معلوم ہو جاتا

وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴿۷۱﴾ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا

ہے کہ ہم دونوں میں (یعنی مجھ میں اور رب موسیٰ میں) کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے ان لوگوں نے صاف جواب دیا کہ ہم تجھ کو کبھی ترجیح نہ دینگے بمقابلہ ان

مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ

دلائل کے جو ہم کو ملے ہیں اور بمقابلہ اس ذات کے جس نے ہم کو پیدا کیا ہے تجھ کو جو کچھ کرنا ہو (دل کھول کر) کر ڈال تو بجز اسکے کہ اس دنیاوی زندگی میں کچھ کر لے

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۷۲﴾ؕ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ

اور کچھ ہی کیا سکتا ہے. پس اب تو ہم اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے تاکہ ہمارے (پچھلے) گناہ (کفر وغیرہ) معاف کر دیں اور تو نے جو جادو کے مقدمہ

مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۷۳﴾

میں ہم پر زور ڈالا اسکو بھی معاف کر دیں اور اللہ تعالیٰ (تجھ سے) بدرجہا اچھے ہیں اور زیادہ بقاء والے ہیں.

کھسیانی بلی

شان خدا دیکھئے چاہئے تو یہ تھا کہ فرعون اب راہ راست پر آجاتا جنکو اس نے مقابلے کیلئے بلوایا تھا وہ عام مجمع میں ہارے. انہوں نے اپنی ہار مان لی. اپنے کرتوت کو جادو اور حضرت موسیٰؑ کے معجزے کو خدا کی طرف سے عطا کردہ معجزہ تسلیم کر لیا. خود وہ ایمان لائے جو مقابلے کے لئے گئے تھے مجمع عام میں سب کے سامنے بے جھجک انہوں نے دین برحق کو قبول کر لیا لیکن یہ اپنی شیطنت میں اور بڑھ گیا. اور لگا اپنی قوت وطاقت دکھانے. لیکن بھلا حق والے مادی طاقتوں کو سمجھتے ہی کیا ہیں؟ پہلے تو جادوگروں کے اس مسلم گروہ سے کہنے لگا کہ میری اجازت سے پہلے تم اس پر ایمان کیوں لائے؟ پھر ایسا بہتان باندھا کہ جسکا جھوٹ ہونا بالکل واضح ہے. کہ موسیٰ تو تمہارا استاد ہے. انہیں سے تمنے جادو سیکھا ہے تم سب آپس میں ایک ہی ہو. مشورہ کر کے ہمیں تاراج کرنے کیلئے تم نے پہلے انہیں بھیجا. پھر اس کے مقابلے میں خود آئے. اور اپنے اندرونی سمجھوتے کے مطابق سامنے ہار گئے. اور اسے جتا دیا. اور پھر اس کا دین قبول کر لیا. تاکہ تمہاری دیکھا دیکھی میری رعایا بھی اسی چکر میں پھنس جائے. مگر تمہیں اپنی اس سازباز کا انجام ابھی معلوم ہو جائے گا. میں الٹی سیدھی طرف سے تمہارے

ہاتھ پاؤں کاٹ کر تم کو کھجوروں کے تنوں پر سولی دوں گا۔ اور اس بری طرح تمہاری جان لوں گا کہ دوسروں کیلئے عبرت ہو۔ اسی بادشاہ نے سب سے پہلے یہ سزا دی ہے۔ تم جو اپنے تئیں ہدایت پر اور مجھے اور میری قوم کو گمراہی پر سمجھتے ہو اس کا حال بھی تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ دائمی عذاب کس پر آتا ہے؟ اس دھمکی کا خدا کے ان دلیروں پر الٹا اثر ہوا۔ وہ اپنے ایمان میں کامل ہوگئے۔ اور نہایت بے پرواہی سے جواب دیا کہ اس ہدایت و یقین کے مقابلے میں جو ہمیں اب خدا کیطرف سے حاصل ہوا ہے، ہم تیرا مذہب کسیطرح قبول کر سکتے نہیں۔ نہ تجھے ہم اپنے سچے خالق مالک کے سامنے کوئی چیز سمجھیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ جملہ قسم ہو۔ یعنی اس خدا کی قسم جس نے ہمیں اولاً پیدا کیا ہے کہ ہم ان واضح دلیلوں پر تیری گمراہی کو ترجیح دے ہی نہیں سکتے۔ خواہ تو ہمارے ساتھ کچھ ہی کرے مستحق عبادت وہ ہے جس نے ہمیں بنایا نہ کہ تو جو خود اسی کا بنایا ہوا ہے۔ تجھے جو کرنا ہو اس میں کمی نہ کر تو تو ہمیں اسیوقت تک سزائیں دے سکتا ہے جبتک ہم اس دنیا کی حیات کی قید میں ہیں ہمیں یقین ہے کہ اس کے بعد ابدی راحت اور غیر فانی خوشی و مسرت نصیب ہوگی۔ ہم اپنے رب پر ایمان لائے ہیں ہمیں امید ہے کہ وہ ہمارے اگلے قصوروں سے درگذر فرمائیگا۔ بالخصوص یہ قصور جو ہم سے خدا کے سچے نبی کے مقابلے پر جادو بازی کرنے کا سرزد ہوا ہے۔ ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں۔ فرعون نے بنی اسرائیل کے چالیس بچے لیکر انہیں جادوگروں کے سپرد کیا تھا کہ انہیں جادو کی پوری تعلیم دو۔ اب یہ لڑکے یہ مقولہ کہہ رہے ہیں کہ تو نے ہم سے جبراً جادوگری کی خدمت لی۔ حضرت عبدالرحمن بن زیدؒ کا قول بھی یہی ہے پھر فرمایا ہمارے لئے بہ نسبت تیرے اللہ بہت بہتر ہے۔ اور دائمی ثواب دینے والا ہے۔ نہ ہمیں تیری سزاؤں سے ڈر نہ تیرے انعام کا لالچ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت و اطاعت کیجائے۔ اسی کے عذاب دائمی ہیں اور سخت خطرناک ہیں۔ اگر اس کی نافرمانی کیجائے۔ پس فرعون نے بھی ان کے ساتھ یہ کیا کہ سب کے ہاتھ پاؤں الٹی سیدھی طرف سے کاٹ کر سولی پر چڑھا دیا۔ وہ جماعت جو سورج کے نکلنے کے وقت کافر تھی وہی جماعت سورج ڈوبنے سے پہلے مومن اور شہید تھی۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۭ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰي (۷۴)

جو شخص (دنیا سے کافر) مجرم ہو کر اپنے رب کے پاس حاضر ہوگا سو اس کے لئے دوزخ (مقرر) ہے اس میں نہ مرے گا نہ جئے گا۔

وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى (۷۵)

اور جو شخص رب کے پاس مومن ہو کر حاضر ہوگا جس نے نیک کام بھی کئے ہوں سو ایسوں کے لئے بڑے اونچے درجے ہیں

جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا مَنْ تَزَكّٰى (۷۶) ع ۳/۲۲ 12

یعنی ہمیشہ رہنے کے باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہاں میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور جو شخص (کفر و معصیت سے) پاک ہو اس کا یہی انعام ہے

فردوس بریں

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جادوگروں نے ایمان قبول فرما کر فرعون کو جو نصیحتیں کیں۔ انہی میں یہ آیتیں بھی ہیں۔ اسے اللہ کے عذاب سے ڈرا رہے ہیں۔ اور اللہ کی نعمتوں کی لالچ دلا رہے ہیں کہ گنہگار کا ٹھکانا جہنم ہے۔ جہاں موت تو کبھی آنے ہی کی نہیں۔ لیکن زندگی بھی بڑی ہی مشقت والی موت سے بدتر ہوگی جیسے فرمان ہے لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا الخ یعنی نہ تو موت ہی آئیگی نہ عذاب ہلکے ہوں گے۔ کافروں کو ہم اسی طرح سزا دیتے ہیں اور آیتوں میں ہے وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝ الخ یعنی خدا کی نصیحتوں سے وہی منہ موڑے گا جو ازلی بدبخت ہو جو آخرکار بڑی سخت آگ میں گریگا جہاں نہ تو موت آئے نہ بہتر زندگی نصیب ہو۔ اور آیت میں ہے کہ جہنم میں جلتے ہوئے کہیں گے کہ اے داروغہ دوزخ تم دعا کرو کہ خدا تعالیٰ ہمیں موت ہی دیدے۔ لیکن وہ جواب دیگا کہ نہ تم مرنے والے ہو، نہ نکلنے والے۔ مسند احمد میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اصلی جہنمی تو جہنم میں پڑے رہیں گے۔ نہ وہاں انہیں موت آئے، نہ آرام کی زندگی ملے۔ ہاں ایسے لوگ بھی ہوں گے جنہیں ان کے گناہوں کی پاداش میں دوزخ میں ڈال دیا جائیگا جہاں وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے۔ جان نکل جائے گی۔ پھر شفاعت کی اجازت کے بعد انہیں پورا نکالا جائیگا۔ اور جنت کی نہروں کے کنارے پر بکھیر دیا جائے گا۔ اور جنتیوں سے فرمایا جائے گا کہ ان پر پانی ڈالو تو جسطرح تم نے نہر کے کنارے کے

کھیت کے دانوں کو اُگتے ہوئے دیکھا ہے۔ اسیطرح وہ اُگیں گے یہ سنکر ایک شخص کہنے لگے حضورؐ نے مثال تو ایسی دی ہے گویا آپ کچھ زمانہ جنگل میں گذار چکے ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ خطبے میں اس آیت کی تلاوت کے بعد آپ نے یہ فرمایا تھا اور جو خدا سے قیامت کے دن ایمان اور عمل صالح کے ساتھ جا ملا۔ اسے اونچے بالاخانوں والی جنت ملیگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنت کے سو درجے ہیں۔ ہر درجے میں اتنا ہی فاصلہ ہے۔ جتنا زمین و آسمان میں سب سے اوپر جنت الفردوس ہے۔ اسی سے چاروں نہریں جاری ہوتی ہیں۔ اس کی چھت رحمان کا عرش ہے۔ تم اللہ سے جب جنت مانگو تو جنت الفردوس کی دعا کیا کرو۔ (ترمذی وغیرہ) ابن ابی حاتم میں ہے کہ کہا جاتا تھا کہ جنت کے سو درجے ہیں۔ ہر درجے کے پھر سو درجے ہیں۔ دو درجوں میں اتنی دوری ہے جتنی آسمان و زمین میں ان میں یاقوت اور موتی ہیں۔ اور زیور بھی۔ ہر جنت میں امیر ہے جس کی فضیلت اور سرداری کے دوسرے قائل ہیں۔ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ اعلیٰ علیین والے ایسے دکھائی دیتے ہیں جیسے تم لوگ آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہو۔ لوگوں نے کہا۔ پھر یہ بلند درجے تو نبیوں کیلئے ہی مخصوص ہونگے؟ فرمایا سنو اس کی قسم جسکے ہاتھ میں میری جان ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے نبیوں کو سچا جانا۔ سنن کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ ابوبکر و عمر انہی میں سے ہیں۔ اور کتنے ہی اچھے مرتبے والے ہیں۔ ان جنتوں میں اقامت دائمی ہوگی۔ جہاں یہ ہمیشہ ابدالاباد رہیں گے۔ جو لوگ اپنے نفس پاک رکھیں گناہوں سے خباثت سے گندگی سے شرک کفر سے دور رہیں اللہ واحد کی عبادت کرتے رہیں رسولوں کی اطاعت میں زندگی گذار دیں۔ ان کے لئے یہی قابل رشک مقامات اور قابل صد مبارکباد انعام ہیں رزقنا اللہ ایاھا

وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ

اور ہم نے موسیٰؑ کے پاس وحی بھیجی کہ ہمارے (ان) بندوں (یعنی بنی اسرائیل کو لیکر) راتوں رات (یہاں سے) لے جاؤ پھر ان کے لئے دریا میں (عصا مار کر) خشک رستہ بنا دینا نہ تو تم کو کسی

يَبَسًا لَّا تَخَافُ دَرَكًا وَلَا تَخْشَىٰ ﴿٧٧﴾ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُودِهِ فَغَشِيَهُم مِّنَ الْيَمِّ

کے تعاقب کا اندیشہ ہوگا اور نہ اور کسی قسم کا خوف ہوگا پس فرعون اپنے لشکروں کو لے کر ان کے پیچھے چلا تو دریا ان پر جیسا چھانے کو تھا

مَا غَشِيَهُمْ ﴿٧٨﴾ وَأَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهُ وَمَا هَدَىٰ ﴿٧٩﴾

آ پڑا اور فرعون اپنی قوم کو بُری راہ لگایا اور نیک راہ انکو نہ بتلائی

حکم الٰہی

چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس فرمان کو بھی فرعون نے ٹال دیا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے آزاد کر کے انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سپرد کر دے۔ اس لئے جناب باری نے آپکو حکم دیا کہ آپ راتوں رات انکی بیخبری میں تمام بنی اسرائیل کو لیکر یہاں سے چلے جائیں۔ جیسا کہ اسکا تفصیلی بیان قرآن کریم میں بہت سی جگہ پر ہوا ہے چنانچہ حسب ارشاد آپ نے بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لیکر یہاں سے ہجرت کی۔ صبح جب فرعونی جاگے۔ اور سارے شہر میں ایک بنی اسرائیلی نہ دیکھا۔ فرعون کو اطلاع دی۔ وہ غصہ کی وجہ سے چکر کھا گیا۔ اور ہر طرف منادی دوڑا دئے کہ لشکر جمع ہو جائیں۔ اور دانت پیس پیس کر کہنے لگا کہ اس مٹھی بھر جماعت نے ہمارا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ آج ان سبکو تہ تیغ کر دونگا۔ سورج نکلتے ہی لشکر آ موجود ہوا۔ اسیوقت خود سارے لشکر کو لیکر ان کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔ بنی اسرائیل دریا کے کنارے پہنچے ہی تھے جو فرعونی لشکر انہیں دکھائی دے گیا۔ گھبرا کر اپنے نبی سے کہنے لگے لو حضرت اب کیا ہوتا ہے۔ سامنے دریا ہے پیچھے فرعونی ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں میری مدد پر خود میرا رب ہے۔ وہ ابھی مجھے راہ دیکھا دیگا۔ اسی وقت وحی خداوندی آئی کہ موسیٰ دریا پر اپنی لکڑی مار دو وہ ہٹ کر تمہیں راستہ دیدیگا۔ چنانچہ آپ نے یہ کہکر لکڑی ماری کہ اے دریا بحکم خدا تو ہٹ جا۔ اسیوقت اس کا پانی پتھر کی طرح ادھر ادھر جم گیا اور بیچ میں راستے نمایاں ہو گئے۔ ادھر ادھر پانی مثل بڑے بڑے پہاڑوں کے کھڑا ہو گیا اور تیز اور خشک ہواؤں کے جھونکوں نے راستوں کو بالکل سوکھی زمین کے راستوں کیطرح کر دیا۔ نہ تو فرعون کا خوف رہا۔ نہ دریا میں ڈوب جانے کا خطرہ رہا۔ فرعون اور اس کے لشکری یہ حال دیکھ رہے تھے۔ فرعون نے حکم دیا کہ انہی راستوں سے تم بھی پار ہو جاؤ۔ چنانچہ خود مع تمام لشکر کے ان ہی راہوں میں اتر پڑا۔ ان کے اترتے ہی پانی کو بہنے کا حکم ہو گیا۔ اور چشم زدن میں تمام فرعونی ڈبو دئے گئے۔ دریا کی موجوں نے انہیں چھپا لیا یہاں جو فرمایا کہ انہیں اس چیز نے ڈھانپ لیا جس نے

ڈھانپ لیا یہ اس لئے کہ یہ مشہور معروف ہے نام لینے کی ضرورت نہیں یعنی دریا کی موجوں نے اسی جیسی آیت وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَىٰ o فَغَشَّاهَا مَا غَشَّىٰ o ہے یعنی قوم لوط کی بستیوں کو بھی اسی نے دے ٹپکا تھا۔ پھر ان پر جو تباہی آئی سو آئی۔ عرب کے اشعار میں بھی ایسی مثالیں موجود ہیں۔ الغرض فرعون نے اپنی قوم کو بہکا دیا۔ اور راہ راست انہیں نہ دکھائی جسطرح دنیا میں انہیں اس نے آگے بڑھ کر دریا برد کیا اسی طرح آگے ہو کر قیامت کے دن انہیں جہنم جا جھونکے گا جو بدترین جگہ ہے۔

يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ قَدْ أَنجَيْنَاكُم مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوَاعَدْنَاكُمْ جَانِبَ الطُّورِ الْأَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ ﴿۸۰﴾ كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي ۖ وَمَن يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ هَوَىٰ ○ وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ ○

(اے بنی اسرائیل (دیکھو) ہم نے تمکو تمہارے (ایسے بڑے) دشمن سے نجات دی اور ہم نے تم سے (یعنی تمہارے پیغمبر سے) کوہ طور کی داہنی جانب آنے کا وعدہ کیا اور (وادی تیہ میں) ہم نے تم پر من وسلویٰ نازل فرمایا (اور اجازت دی کہ) ہم نے جو نفیس چیزیں تم کو دی ہیں انکو کھاؤ اور اس (کھانے) میں حد شرعی سے مت گذرو کہیں میرا غضب تم پر واقع ہو جائے اور جس شخص پر میرا غضب واقع ہوتا ہے وہ بالکل گیا گذرا ہوا اور (نیز) اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہ میں ایسے لوگوں کے لئے بڑا بخشنے والا بھی ہوں جو توبہ کرلیں اور ایمان لے آویں اور نیک عمل کریں پھر (اسی) راہ پر قائم (بھی) رہیں)

بنی اسرائیل پر خدا کے احسانات

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی اسرائیل پر جو بڑے بڑے احسان کئے تھے انہیں کا یہاں ذکر ہے۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ انہیں ان کے دشمنوں سے نجات دی اور یہی نہیں بلکہ ان کے دشمنوں کو ان کے دیکھتے ہوئے دریا میں ڈبو دیا۔ ایک بھی ان میں سے باقی نہ بچا۔ جیسے فرمان ہے۔ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ o یعنی ہم نے تمہارے دیکھتے ہوئے فرعونیوں کو ڈبو دیا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ مدینے کے یہودیوں کو عاشورے کے دن کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس کا سبب دریافت فرمایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر کامیاب کیا تھا۔ آپ نے فرمایا پھر تو ہمیں بہ نسبت تمہارے ان سے زیادہ قرب ہے۔ چنانچہ آپ نے مسلمانوں کو اسدن کے روزے کا حکم دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم کو کوہ طور کی دائیں جانب کا وعدہ دیا۔ آپ وہاں گئے اور پیچھے سے بنی اسرائیل نے گوسالہ پرستی شروع کر دی جس کا بیان ابھی آگے آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اسیطرح ایک احسان انپر یہ کیا کہ من وسلویٰ کھانے کو دیا۔ اس کا پورا بیان سورہ بقرہ وغیرہ کی تفسیر میں گذر چکا ہے۔ من ایک میٹھی چیز تھی جو ان کے لئے آسمان سے اتری تھی اور سلویٰ ایک قسم کے پرندے تھے جو بحکم خدا ان کے سامنے آجاتے تھے۔ ایکدن کی خوراک کے موافق انہیں لے لیتے تھے۔ ہماری یہ دی ہوئی روزی کھاؤ۔ اسمیں حد سے نہ گذر جاؤ۔ حرام چیز یا حرام ذریعہ سے اسے نہ طلب کرو۔ ورنہ میرا غضب نازل ہوگا۔ اور جسپر میرا غضب ہو یقین مانو کہ وہ بدبخت ہو گیا۔ حضرت شفی بن ماتع فرماتے ہیں کہ جہنم میں ایک اونچی جگہ بنی ہوئی ہے جہاں سے کافر کو جہنم میں گرایا جاتا ہے۔ تو زنجیروں کی جگہ تک چالیس سال میں پہنچتا ہے۔ یہی مطلب اس آیت کا ہے کہ وہ گڑھے میں گر پڑا۔ ہاں جو بھی اپنے گناہوں سے میرے سامنے توبہ کرے میں اس کی توبہ قبول فرماتا ہوں۔ دیکھو بنی اسرائیل میں سے جنہوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی ان کی توبہ کے بعد خدا تعالیٰ نے انہیں بھی بخشدیا۔ غرض جس کفر وشرک گناہ ومعصیت پر کوئی ہو پھر وہ اسے بخوف خدا چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے۔ ہاں دل میں ایمان ہو اور اعمال صالحہ بھی کرتا ہو۔ اور ہو بھی راہ راست پر سنت رسول اور جماعت صحابہ کی روش پر ہو۔ اس میں ثواب جانتا ہو۔ یہاں پر ثُمَّ کا لفظ خبر کی خبر پر ترتیب کرنے کیلئے آیا ہے۔ جیسے فرمان ہے۔ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ؕ

وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ۝ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ

اور اے موسیٰ اپنی قوم سے آگے جلدی آنیکا کیا سبب ہوا انہوں نے (اس گمان کی بنا پر) عرض کیا کہ وہ لوگ یہی تو ہیں میرے پیچھے پیچھے (آ رہے ہیں) اور میں آپ کے

رَبِّ لِتَرْضٰى ۝۸۴ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِىُّ ۝۸۵

پاس جلدی سے اسلیے چلا آیا کہ آپ زیادہ خوش ہونگے ارشاد ہوا کہ تمہاری قوم کو تو ہم نے تمہارے (چلے آنے کے) بعد ایک بلا میں مبتلا کر دیا اور ان کو سامری نے گمراہ کر دیا

فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا

غرض موسیٰ (بعد انقضاء میعاد کے) غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے اپنی قوم کیطرف واپس آئے (اور) فرمانے لگے کہ اے میری قوم کیا تم سے تمہارے رب نے ایک اچھا وعدہ نہیں کیا تھا

حَسَنًا ۬ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

کیا تم پر (میعاد مقرر سے بھی) زیادہ زمانہ گذر گیا یا تم کو یہ منظور ہوا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب واقع ہو اس لئے تم نے مجھ سے جو

فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِىْ ۝۸۶ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا

وعدہ کیا تھا اس کو خلاف کیا وہ کہنے لگے کہ ہم نے جو آپ سے وعدہ کیا تھا اس کو اپنے اختیار سے خلاف نہیں کیا ولیکن قوم (قبط) کے زیور میں

مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِىُّ ۝۸۷ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا

سے ہم پر بوجھ لد رہا تھا سو ہم نے اسکو (سامری کے کہنے سے آگ میں) ڈال دیا پھر اسی طرح سامری نے (بھی) ڈال دیا پھر اس (سامری) نے ان لوگوں کیلئے ایک بچھڑا

جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۬ فَنَسِىَ ۝۸۸ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا

(بنا کر) ظاہر کیا کہ وہ ایک قالب تھا جسمیں ایک آواز تھی سو وہ (احمق) لوگ (ایک دوسرے سے) کہنے لگے کہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود تو یہ ہے موسیٰ تو بھول گئے کیا وہ لوگ اتنا بھی نہیں دیکھتے تھے

يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۝۸۹ ع ۱۴ ۱۳

کہ وہ نہ تو ان کی کسی بات کا جواب دے سکتا ہے اور نہ ان کے کسی ضرر یا نفع پر قدرت رکھتا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب دریا پار کر کے نکل گئے تو ایک جگہ پہنچے جہاں کے لوگ اپنے بتوں کے مجاور بنکر بیٹھے ہوئے تھے۔ تو بنی اسرائیل کہنے لگے موسیٰ ہمارے لئے بھی ان کیطرح کوئی معبود مقرر کر دیجئے آپ نے فرمایا تم بڑے جاہل لوگ ہو۔ یہ تو برباد شدہ لوگ ہیں۔ اور ان کی عبادت بھی غلط ہے۔ پھر خدائے تعالیٰ نے آپکو تیس روزوں کا حکم دیا۔ پھر دس بڑھا دئے گئے پورے چالیس ہو گئے۔ دن رات روزے سے رہتے ہیں۔ اب آپ جلدی سے طور کیطرف چلے بنی اسرائیل پر اپنے بھائی ہارون کو اپنا خلیفہ مقرر کیا وہاں جب پہنچے تو جناب باری نے اس جلدی کی وجہ دریافت فرمائی۔ آپ نے جواب دیا کہ وہ بھی طور کے قریب ہی ہیں آ رہے ہیں۔ میں نے جلدی کی ہے کہ تیری رضامندی حاصل کر لوں اور اس میں بڑھ جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرے چلے آنے کے بعد تیری قوم میں نیا فتنہ برپا ہوا اور انہوں نے گوسالہ پرستی شروع کر دی ہے۔ اس بچھڑے کو سامری نے بنایا۔ اور انہیں اسکی عبادت میں لگا دیا ہے۔ اسرائیلی کتابوں میں ہے کہ سامری کا نام بھی ہارون تھا حضرت موسیٰ کو عطا فرمانے کیلئے توراۃ کی تختیاں لکھ لی گئی تھیں جیسے فرمان ہے وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ الخ یعنی ہم نے اس کے لئے تختیوں میں ہر بارے کا تذکرہ اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی تھی اور کہدیا کہ اسے مضبوطی سے تھام لو۔ اور اپنی قوم سے بھی کہو کہ اس پر مضبوطی سے عمل کریں۔ میں تمہیں عنقریب فاسقوں کا انجام دکھا دوں گا۔ حضرت موسیٰ کو جب اپنی قوم کے مشرکانہ فعل کا علم ہوا تو سخت رنج ہوا۔ اور غم و غصے میں بھرے ہوئے وہاں سے واپس قوم کی طرف چلے کر دیکھیں ان لوگوں نے خدا کے ان انعامات کے باوجود ایسے احمقانہ اور مشرکانہ فعل کا ارتکاب کیا۔ غم واندوہ رنج و غصہ آپ کو بہت آیا۔ واپس آتے

ہی کہنے لگے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے تم سے تمام نیک وعدے کئے تھے تمہارے ساتھ بڑے بڑے سلوک وانعام کئے لیکن ذرا سی دیر میں تم اللہ کی نعمتوں کو بھلا بیٹھے، بلکہ تم نے وہ حرکت کی جس سے خدا کا غضب تم پر اتر پڑا۔ تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اس کا مطلق لحاظ نہ رکھا۔ اب بنی اسرائیل معذرت کرنے لگے کہ ہم نے یہ کام اپنے اختیار سے نہیں کیا بات یہ ہے کہ جو زیور فرعونیوں کے ہمارے پاس مستعار تھے ہم نے بہتر یہی سمجھا کہ انہیں پھینک دیں۔ چنانچہ ہم نے سب کے سب پھینک دیئے۔ ایک روایت میں ہے کہ خود حضرت ہارون علیہ السلام نے ایک گڑھا کھود کر انہیں آگ جلا کر ان سے فرمایا کہ وہ زیور سب اس میں ڈال دو۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کا ارادہ یہ تھا کہ سب زیور ایک جا ہو جائیں، اور پگھل کر ڈلا بن جائے۔ پھر جب موسیٰؑ آجائیں جیسا وہ فرمائیں کیا جائے۔ سامری نے اس میں وہ مٹھی ڈال دی جو اس نے خدا کے قاصد کے نشان سے بھری تھی۔ اور حضرت ہارونؑ سے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ میری خواہش قبول فرمالے۔ آپ کو کیا خبر تھی آپ نے دعا کی اس نے خواہش یہ کی کہ اس کا ایک بچھڑا بن جائے جس میں سے بچھڑے کی سی آواز بھی نکلے۔ چنانچہ وہ بن گیا اور بنی اسرائیل کے فتنے کا باعث ہو گیا۔ پس فرمان ہے کہ اسی طرح سامری نے بھی ڈال دیا۔ حضرت ہارون علیہ السلام ایک مرتبہ سامری کے پاس سے گذرے۔ وہ اس بچھڑے کو ٹھیک ٹھاک کر رہا تھا۔ آپ نے پوچھا کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا وہ چیز بنا رہا ہوں جو نقصان دے اور نفع نہ دے۔ آپ نے دعا کی کہ خدایا خود اسے ایسا ہی کر دے۔ اور آپ وہاں سے تشریف لے گئے۔ سامری کی دعا سے یہ بچھڑا بنا۔ اور آواز نکالنے لگا۔ بنی اسرائیل بہکاوے میں آ گئے اور اس کی پرستش شروع کر دی۔ اس کی آواز پر یہ اس کے سامنے سجدے میں گر پڑتے۔ اور دوسری آواز پر سجدے سے سر اٹھاتے۔ یہ گروہ دوسرے مسلمانوں کو بھی بہکانے لگا کہ دراصل خدا یہی ہے۔ موسیٰ بھول کر اور کہیں اس کی جستجو میں چلے گئے ہیں۔ وہ یہ کہنا بھول گئے کہ تمہارا رب یہی ہے۔ یہ لوگ مجاور بن کر اس کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ ان کے دلوں میں اس کی محبت قائم ہو گئی۔ یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ سامری اپنے سچے خدا کو اور اپنے پاک دین اسلام کو بھول بیٹھا۔ ان کی بیوقوفی دیکھئے کہ یہ اتنا نہیں دیکھتے کہ وہ بچھڑا تو محض بے جان چیز ہے۔ ان کی کسی بات کا نہ تو جواب دے نہ سنے۔ نہ دنیا آخرت کی کسی بات کا اسے اختیار نہ کوئی نفع نقصان اس کے ہاتھ میں۔ آواز جو نکلتی تھی اس کی وجہ بھی صرف یہ تھی کہ پیچھے کے سوراخ میں سے ہوا گذر کر منہ کے راستے نکلتی تھی۔ اسی کی آواز آتی تھی۔ اس بچھڑے کا نام انہوں نے بہموت رکھ چھوڑا تھا۔ ان کی دوسری حماقت دیکھئے کہ چھوٹے گناہ سے بچنے کیلئے بڑا گناہ کر لیا۔ فرعونیوں کی امانتوں سے آزاد ہونے کیلئے شرک شروع کر دیا۔ یہ تو وہی مثال ہوئی کہ کسی عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ کپڑے پر اگر مچھر کا خون لگ جائے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ آپ نے فرمایا ان عراقیوں کو دیکھو بنت رسول اللہؐ کے لخت جگر کو تو قتل کر دیا، اور مچھر کے خون کے مسئلے پوچھتے پھریں۔

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ

اور ہارونؑ نے ان لوگوں سے (موسیٰ علیہ السلام کے لوٹنے سے) پہلے ہی کہا تھا کہ اے میری قوم! تم اس (گوسالہ) کے سبب گمراہی میں پھنس گئے ہو اور تمہارا رب (حقیقی) رحمن ہے

فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ (٩٠) قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى (٩١)

سو تم میری راہ پر چلو اور میرا کہا مانو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو جب تک موسیٰؑ ہمارے پاس واپس (ہو کر) آئیں اسی (کی عبادت) پر برابر جمے بیٹھے رہیں گے

ہارون علیہ السلام کی تذکیر ونصیحت

حضرت موسیٰ علیہ السلام آئیں۔ اس سے پہلے حضرت ہارونؑ نے انہیں ہر چند سمجھایا سمجھایا کہ دیکھو فتنے میں نہ پڑو۔ خدائے رحمان کے سوا اور کے سامنے نہ جھکو۔ وہ ہر چیز کا خالق مالک ہے۔ سب کا اندازہ مقرر کرنے والا وہی ہے۔ وہی عرش مجید کا مالک ہے۔ وہی جو چاہے کر گزرنے والا ہے۔ تم میری تابعداری اور حکمبرداری کرتے رہو جو میں کہوں وہ بجا لاؤ جس سے روکوں رک جاؤ۔ لیکن ان سرکشوں نے جواب دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی سن کر تو خیر ہم مان لیں گے۔ تب تک تو ہم اس کی پرستش چھوڑتے نہیں چنانچہ لڑنے اور مرنے مارنے کیواسطے تیار ہو گئے۔

قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا (٩٢) اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ (٩٣)

(موسیٰ نے) کہا کہ اے ہارونؑ جب تم نے ان کو دیکھا تھا کہ یہ بالکل گمراہ ہو گئے ہیں تو اس وقت تم میرے پاس چلے آنے سے کیا امر مانع ہوا تھا تم نے میرے کہنے کے خلاف کیا۔

قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَآءِيلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي ﴿۹۴﴾

ہارون نے کہا کہ اے میرے ماں جائے تم میری داڑھی مت پکڑو اور نہ سر کے بال پکڑو مجھ کو یہ اندیشہ ہوا کہ تم کہنے لگو کہ تم نے بنی اسرائیل کے درمیان تفریق ڈال دی اور تم نے میری بات کا پاس نہ کیا۔

مباحثہ

حضرت موسیٰ سخت غصے اور بھرے غم میں لوٹے تھے تختیاں زمین پر ڈال دیں اور اپنے بھائی ہارون کیطرف غصے سے بڑھ گئے، اور ان کے سر کے بال تھام کر اپنی طرف گھسیٹنے لگے۔ اس کا تفصیلی بیان سورۂ اعراف میں گذر چکا ہے۔ اور وہیں وہ حدیث بھی بیان ہو چکی ہے کہ سننا دیکھنے کے مطابق نہیں۔ آپ نے اپنے بھائی اور اپنے جانشین کو ملامت کرنی شروع کی کہ اس بت پرستی کے شروع ہوتے ہی تو نے مجھے کیوں خبر نہ کی؟ کیا جو کچھ میں تجھے کہہ گیا تھا تو بھی اس کا مخالف بن بیٹھا؟ میں تو صاف کہہ گیا تھا کہ میری قوم میں میری جانشینی کر، اصلاح کے درپے رہ اور مفسدوں کی نہ مان۔ حضرت ہارون ؑ نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ اے میرے ماں جائے بھائی یہ صرف اس لئے کہ حضرت موسیٰ کو زیادہ رحم و محبت آئے۔ ورنہ باپ الگ الگ نہ تھے۔ باپ بھی ایک ہی تھے۔ دونوں سگے بھائی تھے آپ عذر پیش کرتے ہیں کہ جی میں تو میرے بھی آئی تھی کہ آپ کے پاس آکر آپ کو اس کی خبر کروں، لیکن پھر خیال آیا کہ انہیں تنہا چھوڑنا مناسب نہیں کہیں آپ مجھ پر نہ بگڑ بیٹھیں۔ کہ انہیں تنہا کیوں چھوڑ دیا؟ اولاد یعقوب میں یہ جدائی کیوں ڈال دی؟ اور جو میں کہہ گیا تھا اس کی نگرانی کیوں نہ کی؟ بات یہ ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام میں جہاں اطاعت کا پورا مادہ تھا، وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عزت بھی بہت کرتے تھے۔ اور ان کا بہت ہی لحاظ رکھتے تھے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يَسَامِرِيُّ ﴿۹۵﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي ﴿۹۶﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيَوٰةِ أَنْ تَقُولَ لَا مِسَاسَ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهُ وَانْظُرْ إِلَى إِلَهِكَ الَّذِي ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَّنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾ إِنَّمَآ إِلَهُكُمُ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾

(پھر سامری کی طرف متوجہ ہوئے) کہا اے سامری تیرا کیا معاملہ ہے۔ اس نے کہا کہ مجھ کو ایسی چیز نظر آئی تھی جو اوروں کو نظر نہ آئی تھی پھر میں نے اس فرستادہ (خداوندی کی سواری) کے نقش قدم سے ایک مٹھی (بھر خاک) اٹھالی تھی سو میں نے وہ مٹھی (اس قالب کے اندر) ڈال دی اور میرے جی کو یہی بات پسند آئی۔ آپ نے فرمایا تو بس تیرے لئے اس (دنیوی) زندگی میں یہ سزا ہے کہ تو یہ کہتا پھرا کرے گا کہ مجھ کو کوئی ہاتھ نہ لگانا۔ اور تیرے لئے ایک اور وعدہ ہے جو تجھ سے ٹلنے والا نہیں (یعنی آخرت میں جدا عذاب ہوگا) اور تو اپنے اس معبود (باطل) کو دیکھ جس پر تو جما ہوا بیٹھا تھا (دیکھ) ہم اسکو جلا دیں گے پھر اس (کی راکھ) کو دریا میں بکھیر کر بہا دیں گے بس تمہارا (حقیقی) معبود تو صرف اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں وہ (اپنے) علم سے تمام چیزوں کو احاطہ کئے ہوئے ہے

سامری پر ڈانٹ ڈپٹ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے پوچھا کہ تو نے یہ فتنہ کیوں اٹھایا؟ یہ شخص باجروکا رہنے والا تھا۔ اس کی قوم گاؤ پرست تھی اس کے دل میں بھی گائے کی محبت گھر کئے ہوئے تھی اسنے بنی اسرائیل کیساتھ ایمان کا اظہار کیا تھا اسکا نام موسیٰ بن ظفر تھا ایک روایت میں ہے کہ یہ کرمانی تھا ایک روایت میں ہے اسکی بستی کا نام سامرا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ جب فرعون کی ہلاکت کیلئے حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے تو میں نے ان کے گھوڑے کے ٹاپ تلے کی تھوڑی سی مٹی اٹھالی اکثر مفسرین کے نزدیک مشہور بات یہی ہے حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور موسیٰ علیہ السلام کو لیکر چڑھنے لگے تو سامری نے دیکھ لیا اسنے جلدی سے ان کے گھوڑے کے کھر تلے کی مٹی اٹھالی۔ حضرت موسیٰؑ کو جبرئیلؑ آسمان تک لیگئے

اللہ تعالیٰ نے تورات لکھی۔ حضرت موسیٰ قلم کی تحریر کی آواز سن رہے تھے۔ لیکن جب آپ کو آپکی قوم کی مصیبت معلوم ہوئی تو نیچے اتر آئے اور اس بچھڑے کو جلا دیا۔ لیکن اس اثر کی سند غریب ہے۔ اسی خاک کی چٹکی یا مٹھی کو اس نے بنی اسرائیل کے جمع کردہ زیوروں کے جلتے وقت ان میں ڈالدی جو خوبصورت بچھڑا بنگئے۔ اور چونکہ بیچ میں خلا تھا، وہاں سے ہوا گھستی تھی۔ اور اس سے آواز نکلتی تھی۔ حضرت جبرئیلؑ کو دیکھتے ہی اس کے دل میں خیال گذرا تھا کہ میں اس کے گھوڑے کے ٹاپوں تلے کی مٹی اٹھالوں، میں جو چاہوں گا وہ اس مٹی کے ڈالنے سے بنجائیگا۔ اس کی انگلیاں اسیوقت سوکھ گئی تھیں۔ جب بنی اسرائیل نے دیکھا کہ ان کے پاس فرعونیوں کے زیورات رہ گئے اور فرعونی ہلاک ہوگئے۔ اور یہ اب ان کو واپس نہیں ہوسکتے تو غمزدہ ہونے لگے۔ سامری نے کہا دیکھو اسکی وجہ سے تم پر مصیبت نازل ہوئی ہے اسے جمع کرکے آگ لگادو۔ جب وہ جمع ہوگئے اور آگ سے پگھل گئے تو اس کے جی میں آئی کہ یہ خاک اس پر ڈالدے۔ اور اسے بچھڑے کی شکل میں بنالے۔ چنانچہ یہی ہوا اور اس نے کہدیا کہ تمہارا اور موسیٰ کا رب یہی ہے یہی وہ جواب دے رہا ہے کہ میں نے اسے ڈالدیا۔ اور میرے دل نے یہی ترکیب مجھے اچھی طرح سمجھادی۔ کلیم خدا نے فرمایا۔ تو نے نہ لینے کی چیز کو ہاتھ لگایا تیری سزا دنیا میں یہی ہے کہ اب نہ تو تو کسی کو ہاتھ لگاسکے نہ کوئی اور تجھے ہاتھ لگاسکے۔ باقی سزا تیری قیامت کو ہوگی جس سے چھٹکارا محال ہے انکے بقایا اب تک یہی کہتے ہیں کہ نہ چھونا۔ اب تو اپنے خدا کا حشر بھی دیکھ لے جسکی عبادت پر اوندھا پڑا ہوا تھا کہ ہم اسے جلا کر راکھ کردیتے ہیں۔ چنانچہ وہ سونے کا بچھڑا اسطرح جل گیا۔ جیسے خون اور گوشت والا بچھڑا جلے پھر اس کی راکھ کو تیز ہوا میں دریا میں ذرہ ذرہ کرکے اڑادی نقل ہے کہ اس نے بنی اسرائیل کی عورتوں کے زیور جہاں تک اس کے بس میں تھے لئے انکا بچھڑا بنایا۔ جسے حضرت موسیٰ نے پھونکدیا۔ اور دریا میں اس کی خاک بہادی جس نے بھی اسکا پانی پیا اسکا چہرہ زرد پڑگیا اس سے سارے گوسالہ پرست معلوم ہوگئے۔ اب انہوں نے توبہ کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ہماری توبہ کیسے قبول ہوگی؟ حکم ہوا کہ ایکدوسرے کو قتل کرو۔ اس کا پورا بیان پہلے گذر چکا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا تمہارا معبود یہ نہیں۔ بلکہ مستحق عبادت تو صرف خدا تعالےٰ ہے۔ باقی تمام جہاں اسکا محتاج ہے۔ اور اس کے ماتحت ہے۔ وہ ہر چیز کا عالم ہے۔ اسکے علم نے تمام مخلوق کا احاطہ کر رکھا ہے ہر چیز کی گنتی اسے معلوم ہے ایک ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔ ہر پتے کا اور ہر دانے کا اسے علم ہے بلکہ اس کے پاس کی کتاب میں وہ لکھا ہوا موجود ہے۔ زمین کے تمام جانداروں کو روزیاں وہی پہنچاتا ہے۔ سب کی جگہ اسے معلوم ہے۔ سب کچھ کھلی اور واضح کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ علم خدا محیط کل اور سبکو حاوی ہے اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿٩٩﴾

(جسطرح ہمنے موسیٰ کا قصہ بیان کیا) اسیطرح ہم آپسے وہ واقعات گذشتہ کی خبریں بھی بیان کرتے رہتے ہیں اور ہمنے آپکو اپنے پاس سے ایک نصیحت نامہ دیا ہے۔ (یعنی قرآن)

مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿١٠٠﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَسَاۗءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿١٠١﴾

جو لوگ اس سے روگردانی کرینگے سو وہ قیامت کے روز بڑا بھاری بوجھ (عذاب کا) لادے ہونگے (اور) وہ اس (عذاب) میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بوجھ قیامت کے روز انکے لئے برا بوجھ ہوگا

امم سابقہ کی خبریں

فرمان ہے کہ جیسے حضرت موسیٰ کا قصہ واقعاتی رنگ میں آپکے سامنے بیان ہوا ہے۔ ایسے ہی اور بھی حالات گذشتہ آپکے سامنے ہم بیان فرما رہے ہیں ہم نے تو آپکو قرآن عظیم دے رکھا ہے جسکے پاس بھی باطل نہیں پھٹک سکتا کیونکہ ہم حکمت وحمد والے ہیں۔ کسی نبی کو کوئی کتاب اس سے زیادہ کمال والی اور اس سے زیادہ جامع اور اس سے زیادہ بابرکت نہیں ملی۔ ہر طرح سب سے اعلیٰ کتاب یہی کلام اللہ شریف ہے جس میں گذشتہ کی خبریں آئندہ کے امور اور ہر کام کے طریقے مذکور ہیں۔ اسے نہ ماننے والا اس سے منہ پھیرنے والا اسکے احکام سے بھاگنے والا اسکے سوا کسی اور میں ہدایت تلاش کرنیوالا گمراہ ہے اور جہنم کی طرف جانے والا ہے۔ قیامت کو وہ اپنا بوجھ آپ اٹھائیگا اور اس میں دب جائیگا۔ اسکے ساتھ جو بھی کفر کرے وہ جہنمی ہے کتابی ہو یا غیر کتابی عجمی ہو یا عرب اسکا منکر جہنمی ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ میں تمہیں بھی ہوشیار کرنیوالا ہوں۔ اور جسے بھی یہ پہنچے پس اسکا متبع ہدایت والا اور اسکا مخالف ضلالت وشقاوت والا جو یہاں برباد ہوا وہاں دوزخی بنا۔ اس عذاب سے اسے نہ تو کبھی چھٹکارا حاصل ہو نہ بچ سکے برا بوجھ ہے جو اس پر اس دن ہوگا۔

يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا (۱۰۲) يَتَخَافَتُونَ بَيْنَهُمْ إِن

جس روز صور میں پھونک ماری جائیگی اور ہم اس روز ہم مجرم لوگوں کو اس حالت سے جمع کرینگے کہ آنکھیں نیلی اور کیچ ہوں گے چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے ہونگے کہ تم

لَّبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا (۱۰۳) نَّحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ إِذْ يَقُولُ أَمْثَلُهُمْ طَرِيقَةً إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا يَوْمًا (۱۰۴)

لوگ قبروں میں (صرف دس روز رہے ہونگے جس (مدت) کی نسبت وہ بات چیت کرینگے اس کو ہم خوب جانتے ہیں (کہ وہ کسقدر ہے) جبکہ ان سب میں کا زیادہ صائب الرائے یوں کہتا ہوگا کہ نہیں تم ایک ہی روز

نفخ صور

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوتا ہے کہ صور کیا چیز ہے آپ نے فرمایا وہ ایک قرن ہے جو پھونکا جائے گا۔ اور حدیث میں ہے کہ اس کا دائرہ بقدر آسمانوں اور زمینوں کے ہے حضرت اسرافیل اسے پھونکیں گے۔ اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا میں کیسے آرام حاصل کروں حالانکہ صور پھونکنے والے فرشتے نے صور کا لقمہ بنا لیا ہے۔ پیشانی جھکا دی ہے۔ اور انتظار میں ہے کہ کب حکم دیا جائے۔ لوگوں نے کہا پھر حضور ہم کیا پڑھیں؟ فرمایا کہو حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا۔ اس وقت تمام لوگوں کا حشر ہوگا۔ ڈر اور گھبراہٹ کیوجہ سے گنہگاروں کی آنکھیں کیچ ہو رہی ہونگی۔ ایک دوسرے سے پوشیدہ پوشیدہ کہہ رہے ہوں گے کہ دنیا میں تو ہم بہت ہی کم رہے زیادہ سے زیادہ شاید دس دن وہاں گذرے ہونگے۔ ہم ان کی اس راز داری کی گفتگو کو بھی بخوبی جانتے ہیں جبکہ ان میں کا بڑا عاقل اور کامل انسان کہیگا کہ میاں دس بھی کہاں کے؟ ہم تو صرف ایک دن ہی دنیا میں رہے۔ غرض کفار کو دنیا کی زندگی ایک خواب کی طرح معلوم ہوگی۔ اسوقت وہ قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ صرف ایک ساعت ہی دنیا میں ہم تو ٹھہرے ہونگے۔ چنانچہ اور آیت میں ہے اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ الخ ہم نے تمہیں عبرت حاصل کرنے کے قابل عمر بھی دی تھی۔ پھر ہوشیار کرنیوالے بھی تمہارے پاس آ چکے تھے اور آیتوں میں ہے کہ اس سوال پر کہ تم کتنا عرصہ زمین پر گذار آئے؟ ان کا جواب ہے کہ ایک دن بلکہ اس سے بھی کم۔ فی الواقع دنیا بھی آخرت کے مقابلے میں ایسے ہی ہے۔ لیکن اگر اسی بات کو پہلے سے باور کر لیتے تو اس فانی کو اس باقی پر اس تھوڑی کو اس بہت پر پسند نہ کرتے بلکہ آخرت کا سامان اس دنیا میں کرتے۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا (۱۰۵) فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا (۱۰۶)

اور لوگ آپ سے پہاڑوں کی نسبت پوچھتے ہیں (کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا) سو آپ فرما دیجئے کہ میرا رب انکو بالکل اڑا دیگا پھر زمین کو ایک میدان ہموار کر دے گا

لَّا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا (۱۰۷) يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهُ ۖ وَخَشَعَتِ

کہ جس میں تو اے مخاطب (نہ تو ناہمواری دیکھیگا اور نہ کوئی بلندی دیکھیگا اس روز سب کے سب (خدا کی) بلانیوالے کے کہنے پر ہو لینگے اس کے سامنے کسیکا کوئی ٹیڑھا پن نہ رہیگا اور تمام آوازیں

الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَٰنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا (۱۰۸)

اللہ تعالی کے سامنے (مارے ہیبت کے) دب جاوینگی سو تو اے مخاطب بجز پاؤں کی آہٹ کے اور کچھ نہ سنے گا۔

پہاڑوں سے متعلق

لوگوں نے پوچھا کہ قیامت کے دن یہ پہاڑ باقی رہیں گے یا نہیں؟ انکا سوال نقل کر کے جواب دیا جاتا ہے کہ یہ ہٹ جائیں گے اور مٹ جائینگے چلتے پھرتے نظر آئینگے۔ اور آخر ریزہ ریزہ ہو جائینگے۔ زمین صاف چٹیل ہموار میدان کی صورت میں ہو جائیگی۔ قاع کے معنے ہموار صاف میدان کے صفصفا اسی کی تاکید ہے۔ اور صفصف کے معنے بغیر روئیدگی کی زمین کے بھی ہیں لیکن پہلے معنی زیادہ صحیح ہیں اور دوسرے معنے مراد اور لازمی ہیں۔ نہ اس میں کوئی وادی ہوگی نہ ٹیلہ۔ نہ نشیب فراز۔ ان دہشتناک امور کے ساتھ ہی ایک آواز دینے والا آواز دیگا جسکی آواز پر ساری مخلوق لگ جائے گی۔ دوڑتی ہوئی حسب فرمان ایک طرف چلی جا رہی ہوگی۔ نہ ادھر ادھر ہوگی نہ ٹیڑھی بانکی چلیگی کاش کہ یہی روش دنیا میں رکھتے۔ اور خدا کے احکام کی بجا آوری میں مشغول رہتے۔ لیکن آج کی یہ روش بالکل بے سود ہے۔ اسدن تو خوب دیکھتے سنتے بنجائیں گے۔ اور آواز کے ساتھ فرمانبرداری کرینگے اندھیری جگہ حشر ہوگی آسمان لپیٹ لیا جائیگا ستارے جھڑ پڑینگے۔ سورج چاند مٹ جائینگے آواز دینے والے کی آواز پر سب چل کھڑے ہونگے۔ اس ایک میدان میں ساری مخلوق جمع ہوگی۔ مگر اس غضب کا سناٹا ہوگا کہ دار رب علا وری کی وجہ سے ایک آواز نہ اٹھیگی۔ بالکل سکون و سکوت ہوگا صرف پیروں کی چاپ ہوگی اور کانا

بھوسی چلکر غار ہے ہونگے تو پیروں کی چاپ تو لامحالہ ہوتی ہی ہے۔ اور باجازت خدا کبھی کبھی کسی حال میں بولینگے بھی لیکن چلنا بھی باادب اور بولنا بھی باادب جیسے ارشاد ہے یَوْمَ یَاْتِ لَا تَکَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِہٖ فَمِنْھُمْ شَقِیٌّ وَّسَعِیْدٌ ۝ یعنی جسدن وہ میرے سامنے حاضر ہوں گے کسی کی مجال نہ ہوگی کہ بغیر میری اجازت کے زبان کھول لے۔ بعض نیک ہوں گے اور بعض بد ہوں گے۔

یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾ یَعْلَمُ

اس روز کسی کو کسی کی سفارش نفع نہ دے گی مگر ایسے شخص کو کہ جسکے واسطے اللہ تعالیٰ نے اجازت دیدی ہو اور اس شخص کے واسطے بولنا پسند کر لیا ہو وہ اللہ تعالیٰ

مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ

ان کے اگلے پچھلے احوال کو جانتا ہے اور اس کو ان کا علم احاطہ نہیں کرسکتا اور اس روز تمام چہرے اس حی قیوم کے سامنے

الْقَیُّوْمِ ؕ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

جھکے ہونگے اور ایسا شخص تو ہر طرح ناکام رہے گا جو ظلم (یعنی شرک) لیکر آیا ہوگا اور جس نے نیک کام کیے ہوں گے اور وہ ایمان بھی رکھتا ہوگا

فَلَا یَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾

سو اس کو نہ کسی زیادتی کا اندیشہ ہوگا اور نہ کمی کا

وہ دن ایسا ہوگا

قیامت کے دن کسی کی مجال نہ ہوگی کہ دوسرے کیلئے شفاعت کرے ہاں جسے خدا اجازت دے۔ نہ آسمان کے فرشتے بے اجازت کسی کی سفارش کر سکیں نہ اور کوئی بزرگ بندہ سب کو خود خوف لگا ہوگا۔ بے اجازت کسی کی سفارش نہ ہوگی۔ فرشتے اور روح صف بستہ کھڑے ہونگے۔ خدا کی اجازت کے بغیر کوئی لب نہ کھول سکے گا۔ خود سید الناس اکرم الناس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی عرش تلے خدا کے سامنے سجدے میں گر پڑینگے۔ اللہ کی خوب حمد و ثنا کریں گے۔ دیر تک سجدے میں پڑے رہینگے پھر خدا تعالیٰ فرمائیگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھاؤ۔ کہو تمہاری بات سنی جائے گی۔ شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کیجائیگی۔ پھر حد مقرر ہوگی۔ آپ ان کی شفاعت کرکے جنت میں لیجائینگے۔ پھر لوٹینگے پھر یہی ہوگا۔ چار مرتبہ یہی ہوگا۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی سائر الانبیاء۔ اور حدیث میں ہے حکم ہوگا کہ جہنم سے ان لوگوں کو بھی نکال لاؤ جن کے دل میں ایک مثقال ایمان ہو۔ پس بہت سے لوگوں کو نکال لائینگے۔ پھر فرمائیگا جس کے دل میں آدھا مثقال ایمان ہو اسے بھی نکال لاؤ جسکے دل میں بقدر ایک ذرے کے ایمان ہو اسے بھی نکال لاؤ جس کے دل میں اس سے بھی کم اس سے بھی کم اس سے بھی کم ایمان ہو۔ اسے بھی جہنم سے آزاد کرو الخ اس نے تمام مخلوق کا اپنے علم سے احاطہ کر رکھا ہے۔ مخلوق اس کے علم کا احاطہ کرہی نہیں سکتی۔ جیسے فرمان ہے اسکے علم میں سے صرف وہی معلوم کر سکتے ہیں جو وہ چاہے۔ تمام مخلوق کے چہرے عاجزی پستی ذلت و نرمی کے ساتھ اس کے سامنے پست ہیں۔ اس لئے کہ وہ موت سے پاک ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہی رہنے والا ہے نہ وہ سوئے نہ اونگھے۔ خود اپنے آپ قائم رہنے والا اور ہر چیز کو اپنی تدبیر سے قائم رکھنے والا ہے سب کی دیکھ بھال حفاظت اور سنبھال وہی کرتا ہے وہ تمام کمالات رکھتا ہے اور ساری مخلوق اسکی محتاج ہے۔ بغیر رب کی مرضی کے نہ پیدا ہوسکے نہ باقی رہ سکے جس نے یہاں ظلم کئے ہوں گے وہ وہاں برباد ہوگا کیونکہ ہر حقدار کو اللہ تعالیٰ اسدن اسکا حق دلوائے گا۔ یہانتک کہ بے سینگ کی بکری کو سینگ والی بکری سے بھی بدلہ دلوایا جائیگا حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل فرمائیگا مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم کسی ظالم کے ظلم کو میں اپنے سامنے سے نہ گذرنے دونگا۔ صحیح حدیث میں ہے لوگو ظلم سے بچو ظلم قیامت کے دن اندھیریاں بنکر آئیگا۔ اور سب سے بڑھکر نقصان یافتہ ہوگا جو خدا سے شرک کرتا ہوا ملا۔ وہ تباہ و برباد ہوا۔ اس لئے کہ شرک ظلم عظیم ہے۔ ظالموں کا بد بیان فرما کر متقیوں کا ثواب بیان ہو رہا ہے کہ ان کی برائیاں بڑھائی جائیں نہ ان کی نیکیاں گھٹائی جائیں۔ گناہ کی زیادتی

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا وَّصَرَّفْنَا فِیْهِ مِنَ الْوَعِیْدِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ اَوْ یُحْدِثُ

اور ہم نے اسی طرح اسکو عربی قرآن کرکے نازل کیا ہے اور اس میں ہم نے طرح طرح سے وعید بیان کی ہے تاکہ وہ لوگ ڈر جائیں یا یہ قرآن ان کے لئے

لَهُمْ ذِكْرًا ﴿١١٣﴾ فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَى إِلَيْكَ

کسی قدر (تو) سمجھ پیدا کر دے سو اللہ تعالیٰ جو بادشاہ حقیقی ہے بڑا عالیشان ہے اور قرآن (پڑھنے) میں قبل اسکے کہ آپ پر اس کی وحی پوری نازل ہو چکے

وَحْيُهُ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ﴿١١٤﴾

عجلت نہ کیجئے اور آپ یہ دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دیجئے۔

قرآن عربی

چونکہ قیامت کا دن آنا ہی ہے۔ اور اس دن نیک بد اعمال کا بدلہ یقیناً ملیگا۔ لوگوں کو ہشیار کرنے کیلئے ہم نے بشارت والا اور دھمکانے والا اپنا پاک کلام عربی صاف زبان میں اتارا تاکہ ہر شخص سمجھ سکے اور اس میں ہر طرح لوگوں کو ڈرایا تاکہ لوگ برائیوں سے بچیں۔ بھلائیوں کے حاصل کرنے میں لگ جائیں۔ یا ان کے دلوں میں غور و فکر نصیحت و پند پیدا ہو۔ اطاعت کیطرف جھک جائیں نیک کاموں کی کوشش میں لگ جائیں۔ پس پاک اور برتر ہے وہ اللہ جو حقیقی معبود ہے۔ دونوں جہان کا تنہا مالک ہے۔ وہ خود حق ہے اس کا وعدہ حق ہے اس کی وعید حق ہے اس کے رسول حق ہیں۔ جنت دوزخ حق ہے۔ اس کے سب فرمان اور اسکی طرف سے جو ہو سراسر عدل و حق ہے۔ اسکی ذات اس سے پاک ہے کہ آگاہ کئے بغیر کسی کو سزا دے وہ سب کے عذر کاٹ دیتا ہے کسی کے شبہ کو باقی نہیں رکھتا حق کھول دیتا ہے پھر سرکشوں کو عدل کیساتھ سزا دیتا ہے اور۔ اے رسول جب ہماری وحی اتر رہی ہو اسوقت تم ہمارے کلام کو پڑھنے میں جلدی نہ کرو پہلے پوری طرح سن لیا کرو جیسے سورہ قیامت میں فرمایا لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ الخ یعنی جلدی کرکے بھول جانے کے خوف سے وحی اترتے ہوئے ساتھ ہی ساتھ اسے نہ پڑھنے لگو۔ اس کا آپ کے سینے میں جمع کرنا اور آپ کی زبان سے تلاوت کرانا ہمارے ذمے ہے۔ جب ہم اسے پڑھیں تو آپ اس پڑھنے والے کے تابع ہو جائیں۔ پھر اس کا سمجھا دینا بھی ہمارے ذمے ہے۔ حدیث میں ہے کہ پہلے آپ حضرت جبرئیل کیساتھ ساتھ پڑھتے تھے جس میں آپ کو دقت ہوتی تھی۔ جب یہ آیت اتری۔ آپ اس مشقت سے چھوٹ گئے۔ اور اطمینان ہو گیا کہ وحی خداوندی جتنی نازل ہوگی مجھے یاد ہو جایا کرے گی۔ ایک حرف بھی نہ بھولونگا کیونکہ خدا کا وعدہ ہو چکا۔ یہی فرمان یہاں ہے کہ فرشتے کی قرأت سنو جب وہ پڑھ چکے پھر تم پڑھو۔ اور مجھ سے اپنے علم کی زیادتی کی دعا کیا کرو۔ چنانچہ آپ نے دعا کی خدا نے قبول کی۔ اور انتقال تک علم میں بڑھتے ہی رہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ حدیث میں ہے کہ وحی برابر پے در پے آتی رہی۔ یہانتک کہ جسدن آپ فوت ہونے کو تھے اس دن بھی بکثرت وحی اتری۔ ابن ماجہ کی حدیث میں حضور کی یہ دعا منقول ہے اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِي بِمَا عَلَّمْتَنِي وَعَلِّمْنِي مَا يَنْفَعُنِي وَزِدْنِي عِلْمًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے اور آخر میں یہ الفاظ زیادہ ہیں وَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ حَالِ أَهْلِ النَّارِ۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَى آدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ﴿١١٥﴾ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا

اور اس سے بہت زمانہ پہلے ہم آدم کو ایک حکم دے چکے تھے سو ان سے غفلت (اور بے احتیاطی) ہو گئی اور ہم نے ان میں پختگی نہ پائی اور وہ وقت یاد کرو جبکہ ہم نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ آدم کو

لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى ﴿١١٦﴾ فَقُلْنَا يَا آدَمُ إِنَّ هَذَا عَدُوٌّ لَكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِ

سامنے سجدہ (تحیت) کرو سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے کہ اس نے انکار کیا پھر ہم نے (آدم سے) کہا کہ اے آدم (یاد رکھو) یہ بلاشبہ تمہارا اور تمہاری بی بی کا دشمن ہے سو کہیں تم دونوں

جَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَى ﴿١١٧﴾ إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَى ﴿١١٨﴾ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا

کو جنت سے نکلوا دے پھر تم مصیبت میں پڑ جاؤ یہاں جنت میں تو تمہارے لئے یہ (آرام) ہے کہ تم نہ کبھی بھوکے رہو گے اور نہ ننگے ہو گے اور نہ یہاں پیاسے ہو گے اور نہ دھوپ میں

وَلَا تَضْحَى ﴿١١٩﴾ فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ

تپو گے پھر ان کو شیطان نے بہکایا کہنے لگا کہ اے آدم کیا میں تمکو ہمیشگی (کی خاصیت) کا درخت بتلاؤں اور ایسی بادشاہی کہ

لَا يَبْلَى ﴿١٢٠﴾ فَأَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصَى

جس میں کبھی ضعف نہ آوے سو (اس کے بہکانے سے) دونوں نے اس درخت سے کھا لیا تو ان دونوں کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور (اپنا بدن ڈھانکنے کو) دونوں اپنے اوپر جنت کے درختوں کے پتے چپکانے لگے

اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾

اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو غلطی میں پڑ گئے پھر انکو ان کے رب نے (زیادہ) مقبول بنا لیا سو ان پر توجہ فرمائی اور راہ راست پر ہمیشہ قائم رکھا۔

آدم علیہ السلام کی بھول

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں انسان کو انسان اس لئے کہا جاتا ہے کہ اسے جو حکم سب سے پہلے فرمایا گیا یہ اسے بھول گیا۔ مجاہد اور حسن فرماتے ہیں اس حکم کو حضرت آدمؑ نے چھوڑ دیا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کی شرافت و بزرگی کا بیان ہو رہا ہے سورہ بقرہ سورہ اعراف سورہ الحجر اور سورہ کہف میں شیطان کے سجدہ نہ کرنے والے واقعہ کی پوری تفسیر ہو چکی ہے اور سورہ صٓ میں بھی اسکا بیان آئیگا انشاءاللہ تعالیٰ ان تمام سورتوں میں حضرت آدمؑ کی پیدائش کا پھر ان کی بزرگی کے اظہار کیلئے فرشتوں کو انہیں سجدہ کرنے کے حکم کا اور ابلیس کی عداوت کا بیان ہوا ہے۔ اس نے تکبر کیا اور حکم خدا سے نکار کر دیا اسوقت حضرت آدم کو سمجھا دیا گیا کہ دیکھو یہ تیرا اور تیری بیوی حضرت حواؑ کا دشمن ہے اس کے بہکاوے میں نہ آجانا ورنہ محروم ہو کر جنت سے نکال دیئے جاؤ گے اور سخت مشقت میں پڑ جاؤ گے۔ روزی کی تلاش کی محنت سر پڑ جائیگی۔ یہاں تو بے محنت و مشقت روزی پہنچ رہی ہے۔ یہاں تو ناممکن ہے بھوکے ہو، ناممکن ہے کہ ننگے رہو اور اس اندرونی اور بیرونی تکلیف سے بچے ہوئے ہو۔ پھر یہاں نہ پیاس کی گرمی اندرونی طور سے ستائے نہ دھوپ کی تیزی کی گرمی باہر سے پریشان کرے۔ اگر شیطان کے بہکانے میں آگئے تو یہ راحتیں چھین لی جائیں گی اور انکے مقابل کی تکلیفیں سامنے آجائینگی۔ لیکن شیطان نے اپنے جال میں انہیں پھانس لیا۔ اور مکاری سے انہیں اپنی باتوں میں لے لیا قسمیں کھا کھا کر انہیں اپنی خیر خواہی کا یقین دلا دیا پہلے ہی سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان سے فرما دیا تھا کہ جنت کے تمام میوے کھانا۔ لیکن اس درخت کے قریب بھی نہ جانا۔ مگر شیطان نے انہیں اسقدر پھسلایا آخر یہ اسی درخت کو کھا بیٹھے اس نے دھوکہ کرتے ہوئے ان سے کہا کہ جو اس درخت کو کھا لیتا ہے وہ ہمیشہ یہیں رہتا ہے۔ صادق مصدوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ تلے سوار سو سال تک چلا جائے گا۔ لیکن تاہم وہ ختم نہ ہو گا۔ اس کا نام شَجَرَةُ الْخُلْدِ ہے (مسند احمد و ابو داؤد طیالسی) دونوں نے درخت میں سے کچھ کھایا ہی تھا جو لباس اتر گیا اور اعضاء ظاہر ہو گئے۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو گندمی رنگ کا لمبے قد و قامت والا زیادہ بالوں والا بنایا تھا۔ کھجور کے درخت جتنا قد تھا۔ ممنوع درخت کو کھاتے ہی لباس چھن گیا۔ آپ نے ستر کو دیکھتے ہی مارے شرم کے ادھر ادھر چھپنے لگے ایک درخت میں بال الجھ گئے۔ جلدی سے چھڑانے کی کوشش کر ہی رہے تھے جو خدا تعالیٰ نے آواز دی کہ آدم کیا مجھ سے بھاگ رہا ہے؟ کلام رحمٰن سنکر ادب سے عرض کیا کہ خدایا مارے شرمندگی کے سر چھپا رہا ہوں۔ اچھا یہ تو فرما دے کہ توبہ اور رجوع کے بعد بھی جنت میں پہنچ سکتا ہوں؟ جواب ملا کہ ہاں۔ یہی معنی ہیں خدا کے اس فرمان کے کہ آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لئے جس کی بنا پر خدا نے اسے پھر سے اپنی مہربانی میں لے لیا۔ یہ روایت منقطع ہے۔ اور اس کے مرفوع ہونے میں بھی کلام ہے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواؑ سے لباس چھن گیا تو اب جنت کے درختوں کے پتے اپنے جسم پر چپکانے لگے ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ انجیر کے پتوں سے اپنا جسم چھپانے لگے۔ خدا کی نافرمانی کیوجہ سے راہ راست سے ہٹ گئے۔ لیکن آخرکار خدائے تعالیٰ نے پھر ان کی رہنمائی کی۔ توبہ قبول فرمائی اور اپنے خاص بندوں میں شامل کر لیا۔ صحیح بخاری شریف وغیرہ میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت آدمؑ میں گفتگو ہوئی۔ حضرت موسیٰؑ فرمانے لگے آپ نے اپنے گناہ کی وجہ سے تمام انسانوں کو جنت سے نکلوا دیا اور انہیں مشقت میں ڈال دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا اے موسیٰ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت سے اور اپنے کلام سے ممتاز فرمایا۔ آپ مجھے اس بات پر الزام دیتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے پہلے ہی مقدر اور مقرر کر لی تھی۔ پس حضرت آدمؑ نے اس گفتگو میں حضرت موسیٰ کو لاجواب کر دیا۔ اور روایت میں حضرت موسیٰؑ کا یہ فرمان بھی ہے کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تھا اور آپ میں آپ کی روح اس نے پھونکی تھی۔ اور آپ کے سامنے اپنے فرشتوں کو سجدہ کرایا تھا۔ اور آپ کو اپنی جنت میں بسایا تھا۔ حضرت آدمؑ کے اس جواب میں یہ بھی منقول ہے کہ خدا نے آپ کو وہ تختیاں دیں۔ جن میں ہر چیز کا بیان تھا۔ اور سرگوشی کرتے ہوئے آپ کو قریب کر لیا۔ جل و علا اللہ نے تورات کب لکھی تھی؟ جواب دیا چالیس سال پہلے پوچھا کیا اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہ بھول گیا۔ کہا ہاں۔ فرمایا پھر تم مجھے اس امر کا الزام کیوں دیتے ہو جو میری تقدیر میں اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے بھی چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا۔

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنِ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دونوں کے دونوں جنت سے اترو (اور دنیا میں بھی) ایسی حالت سے رہو کہ ایک کا دشمن ایک ہوگا پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو (تم میں) جو

اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً

شخص میری اس ہدایت کا اتباع کریگا تو وہ (نہ دنیا میں) گمراہ ہوگا اور نہ (آخرت میں) شقی ہوگا۔ اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کیلئے تنگی کا جینا ہوگا

ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا ﴿۱۲۵﴾

اور قیامت کے روز ہم اسکو اندھا کر کے (قبر سے) اٹھائینگے وہ (تعجب سے) کہیگا کہ اے میرے رب آپنے مجھ کو اندھا کر کے کیوں اٹھایا میں تو (دنیا میں) آنکھوں والا تھا

قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا ۖ وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَىٰ ﴿۱۲۶﴾

ارشاد ہوگا کہ ایسا ہی تیرے پاس ہمارے احکام پہنچے تھے پھر تونے ان کا کچھ خیال نہ کیا اور ایسا ہی آج تیرا کچھ خیال نہ کیا جاوے گا۔

ایک حکم

حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین سے اسی وقت فرما دیا گیا کہ تم سب جنت سے نکل جاؤ۔ سورۂ بقرہ میں اس کی تفسیر گذر چکی ہے۔ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو یعنی اولاد آدم اور اولاد ابلیس تمہارے پاس میرے رسول اور میری کتابیں آئیں گی۔ میری بتائی ہوئی راہ کی پیروی کرنیوالے نہ تو دنیا میں رسوا ہونگے نہ آخرت میں ذلیل ہونگے۔ ہاں حکموں کے مخالف میرے رسولوں کی راہ کے تارک اور براہوں کے سالک دنیا میں بھی تنگ رہیں گے۔ اطمینان اور کشادہ دلی میسر نہ ہوگی۔ اپنی گمراہی کیوجہ سے تنگیوں میں ہی رہینگے۔ گو بظاہر کھانے پینے پہننے اوڑھنے رہنے سہنے کی فراخی ہو۔ لیکن دل میں یقین وہدایت نہ ہونے کیوجہ سے ہمیشہ شک شبہ اور تنگی اور قلت میں ہی مبتلا رہیں گے۔ بدنصیب رحمت خدا سے محروم خیر سے خالی کیونکہ خدا پر ایمان نہیں۔ اس کے وعدوں کا یقین نہیں۔ مرنے کے بعد کی نعمتوں میں کوئی حصہ نہیں۔ خدا کے ساتھ بدگمان ہیں۔ گئی ہوئی چیز کو آنیوالی نہیں سمجھتے۔ خبیث روزیاں ہیں۔ گندے عمل ہیں۔ قبر تنگ و تاریک ہے وہاں اس طرح دبوچا جائیگا کہ داہنی پسلیاں بائیں میں اور بائیں طرف کی داہنی طرف میں گھس جائیں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مومن کی قبر ہرا بھرا سرسبز باغیچہ ہے۔ ستر ہاتھ کی کشادہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ گویا چاند اس میں ہے۔ خوب نور اور روشنی پھیل رہی ہے۔ جیسے چودھویں رات کا چاند چڑھا ہوا ہو۔ اس آیت کا شان نزول معلوم ہے؟ کہ میرے ذکر سے منہ پھیرنے والوں کی معیشت تنگ ہے۔ اس سے مراد کافر کی قبر میں اس پر عذاب ہے۔ خدا کی قسم اس پر ننانوے اژدھے مقرر کئے جاتے ہیں۔ ہر ایک کے سات سات سر ہوتے ہیں۔ جو اسے قیامت تک ڈستے رہتے ہیں۔ اس حدیث کا مرفوع ہونا بالکل منکر ہے۔ ایک قابل اعتبار سند سے بھی یہ بھی نقل ہے کہ اس سے مراد عذاب قبر ہے۔ یہ قیامت کے دن اندھا بنا کر اٹھایا جائیگا سوائے جہنم کے کوئی چیز اسے نظر نہ آئے گی۔ نابینا ہوگا۔ اور میدان حشر کی طرف چلا جائے گا۔ اور جہنم کے سامنے کھڑا کر دیا جائیگا۔ جیسے فرمان ہے وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ عُمْيًا وَبُكْمًا وَصُمًّا مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ یعنی ہم انہیں قیامت کے دن اوندھے منہ اندھے گونگے بہرے بنا کر حشر میں لیجائیں گے۔ ان کا اصلی ٹھکانا دوزخ ہے۔ یہ کہینگے کہ میں تو دنیا میں آنکھوں والا خوب دیکھتا بھالتا تھا۔ پھر مجھے اندھا کیوں کر دیا گیا؟ جواب ملے گا کہ یہ بدلہ ہے خدا کی آیتوں سے منہ موڑ لینے کا۔ اور ایسا ہو جانے کا گویا خبر ہی نہیں۔ پس آج ہم بھی تیرے ساتھ ایسا معاملہ کرینگے کہ جیسے تو ہماری یاد سے اتر گیا۔ جیسے فرمان ہے فَالْيَوْمَ نَنْسَاهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَٰذَا آج ہم انہیں ٹھیک اسیطرح بھلا دینگے۔ جیسے انہوں نے آج کے دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا۔ پس یہ برابر کا اور عمل کی طرح کا بدلہ ہے قرآن پر ایمان رکھتے ہوئے اس کے احکام کے عامل ہوتے ہوئے کسی شخص سے اگر اس کے الفاظ حفظ سے نکل جائیں تو وہ اس وعید میں داخل نہیں اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے جذامی ہونیکی حالت میں ملاقات کرے گا (مسند احمد)

وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِآيَاتِ رَبِّهِ ۚ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَىٰ ﴿۱۲۷﴾

اور اسی طرح (ہر) اس شخص کو ہم (مناسب) سزا دینگے جو حد (اطاعت) سے گزر جاوے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لاوے اور واقعی آخرت کا عذاب ہے بڑا سخت اور بڑا دیر پا ہے۔

جزاء و سزاء جو علاوہ خداوندی کی پرواہ نہ کریں، خدا کی آیتوں کو جھٹلائیں نہیں ہم اسی طرح دنیا آخرت کے عذابوں میں مبتلا کرتے ہیں۔ خصوصاً آخرت کا عذاب تو بہت ہی بھاری ہے اور وہاں کوئی نہ ہوگا جو بچا سکے۔ دنیا کے عذاب نہ تو سختی میں اس کے مقابلے کے ہیں نہ مدت میں وہ دائمی اور نہایت المناک ہیں۔ ملاعنہ کرنے والوں کو سمجھاتے ہوئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا تھا کہ دنیا کی سزا آخرت کے عذابوں کے مقابلے میں بہت ہی ہلکی اور ناچیز ہے۔

أَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسَاكِنِهِمْ ۗ إِنَّ

کیا ان لوگوں کو (اب تک) اس سے بھی ہدایت نہیں ہوئی کہ ہم ان سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر چکے ہیں کہ ان (میں سے بعض) کے رہنے کے مقامات میں یہ لوگ بھی چلتے

فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّأُولِي النُّهَىٰ ﴿١٢٨﴾ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَأَجَلٌ

(پھرتے) ہیں اس میں تو اہل فہم کیلئے (کافی) دلائل موجود ہیں۔ اور اگر آپکے رب کیطرف سے ایک بات پہلے سے فرمائی ہوئی نہ ہوتی اور (عذاب کے لئے) ایک میعاد معین نہ ہوتی (کہ وہ قیامت

مُّسَمًّى ﴿١٢٩﴾ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ

کا دن ہے) تو عذاب لازمی طور پر ہوتا۔ سو آپ انکی باتوں پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ (اس کی) تسبیح کیجئے (اس میں نماز بھی آگئی) آفتاب نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب سے

غُرُوبِهَا ۖ وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ ﴿١٣٠﴾

پہلے اور اوقات شب میں (بھی) تسبیح کیا کیجئے (مثلاً نماز مغرب و عشاء) اور دن کے اول و آخر میں تاکہ (آپ کو جو ثواب ملے آپ) اس سے خوش ہوں۔

قرون اول جو لوگ تجھے نہیں مان رہے، اور تیری شریعت کا انکار کر رہے ہیں، کیا وہ اس بات سے بھی عبرت حاصل نہیں کرتے؟ کہ ان سے پہلے جنہوں نے یہ طریقے نکالے تھے ہم نے انہیں تباہ و برباد کر دیا؟ آج ان کی ایک آنکھ جھپکتی ہوئی اور ایک سانس چلتا ہوا اور ایک زبان بولتی ہوئی باقی نہیں بچی۔ ان کے بلند و بالا پختہ اور خوبصورت کشادہ اور زینت دار محل ویران کھنڈر پڑے ہوئے ہیں جہاں سے ان کی آمد و رفت رہتی ہے۔ اگر یہ عقلمند ہوتے تو یہ سامان عبرت ان کے لئے بہت کچھ تھا۔ کیا یہ زمین میں چل پھر کر قدرت کی ان نشانیوں پر دل سے غور و فکر نہیں کرتے، کیا کانوں سے ان کے دردناک فسانے سنکر عبرت حاصل نہیں کرتے؟ کیا ان کی اجڑی ہوئی بستیاں دیکھ کر بھی آنکھیں نہیں کھولتے؟ یہ آنکھوں کے ہی اندھے نہیں، بلکہ دل کے بھی اندھے ہیں۔ سورۂ الم السجدۃ میں بھی مندرجہ بالا آیت جیسی آیت ہے۔ خدا تعالیٰ یہ بات مقرر کر چکا ہے کہ جب تک بندوں پر اپنی حجت ختم نہ کرے انہیں عذاب نہیں کرتا۔ ان کے لئے اس نے ایک وقت مقرر کر دیا ہے، اسی وقت ان کو ان کے اعمال کی سزا ملے گی۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ادھر گناہ کرتے ادھر پکڑ لئے جاتے۔ تو ان کی تکذیب پر صبر کر، ان کی بیہودہ باتوں پر تحمل کر، تسلی رکھ، یہ میرے قبضے سے باہر نہیں۔ سورج نکلنے سے پہلے سے مراد تو نماز فجر ہے، اور سورج ڈوبنے سے پہلے سے مراد نماز عصر ہے۔ بخاری مسلم میں ہے کہ ہم ایک مرتبہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھ کر فرمایا کہ تم عنقریب اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو بغیر مزاحمت اور تکلیف کے دیکھ رہے ہو پس اگر تم سے ہو سکے تو سورج نکلنے سے پہلے کی اور سورج غروب ہونے سے پہلے کی نماز کی پوری طرح حفاظت کرو۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا ان دونوں وقتوں کی نماز پڑھنے والا آگ میں نہ جائیگا۔ مسند اور سنن میں ہے کہ آپ نے فرمایا سب سے ادنیٰ درجے کا جنتی وہ ہے جو دو ہزار برس کی راہ تک اپنی ہی اپنی ملکیت دیکھے گا، سب سے دور کی چیز بھی اس کے لئے ایسی ہی ہوگی جیسے سب سے نزدیک کی، اور سب سے اعلیٰ منزل والے تو دن میں دو دو دفعہ دیدار خدا کریں گے۔ پھر فرماتا ہے رات کے وقتوں میں بھی تہجد پڑھا کر۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد مغرب عشاء کی نماز ہے، اور دن کے وقتوں میں بھی خدا کی پاکیزگی بیان کیا کر، تاکہ خدا کے اجر و ثواب سے تو خوش ہو جا۔ جیسے فرمان ہے کہ عنقریب تیرا خدا تجھے وہ دے گا کہ تو خوش ہو جاوے۔ صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرمائیگا اے جنتیو! وہ کہیں گے لبیک ربنا وسعدیک۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم خوش ہو گئے؟ وہ کہیں گے خدایا ہم بہت ہی خوش ہیں تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں، جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیں۔ پھر کیا وجہ کہ ہم راضی نہ ہوں۔ جناب باری ارحم الراحمین فرمائیگا

تو میں تمہیں ان سب سے افضل چیز دیتا ہوں۔ پوچھیں گے بارِ الٰہا اس سے افضل چیز کیا ہے؟ فرمائیگا میں تمہیں اپنی رضامندی دیتا ہوں کہ اب کسی وقت بھی میں تم سے ناخوش نہ ہونگا۔ اور حدیث میں ہے کہ جنتیوں سے فرمایا جائے گا کہ خدا نے جو تم سے وعدہ کیا تھا وہ اسے پورا کرنے والا ہے۔ کہیں گے خدا کے سب وعدے پورے ہوئے ہمارے چہرے روشن ہیں۔ ہماری نیکیوں کا پلڑا گراں رہا۔ ہمیں دوزخ سے ہٹا دیا گیا جنت میں داخل کر دیا گیا۔ اب کونسی چیز باقی ہے؟ اسیوقت حجاب اٹھ جائیں گے۔ اور دیدارِ خدا ہو گا۔ خدا کی قسم اس سے بہتر اور کوئی نعمت نہ ہو گی۔ یہی زیادتی ہے۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

اور ہرگز ان چیزوں کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر نہ دیکھئے جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لئے متمتع کر رکھا ہے کہ وہ (محض) دنیوی

لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿۱۳۱﴾ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ

زندگی کی رونق ہے اور آپ کے رب کا عطیہ (جو آخرت میں ملے گا) بدرجہا بہتر ہے اور دیرپا ہے۔ اور اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہیئے اور خود بھی اس کے

عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ﴿۱۳۲﴾

پابند رہیئے ہم آپ سے معاش (کموانا) نہیں چاہتے معاش تو آپ کو ہم دیں گے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔

چند روزہ بہار

ان کفار کی دنیوی زینت اور ان کی ٹیپ ٹاپ کو تو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ۔ یہ تو ذرا سی دیر کی چیزیں ہیں۔ یہ صرف ان کی آزمائش کیلئے انہیں یہاں ملی ہیں کہ دیکھیں شکر و تواضع کرتے ہیں یا ناشکری اور تکبر کرتے ہیں؟ حقیقتاً شکر گذاروں کی کمی ہے۔ ان کے مالداروں کو جو کچھ ملا ہے۔ اس سے تجھے تو بہت ہی بہتر نعمت ملی ہے۔ ہم نے تجھے سات آیتیں دی ہیں جو دہرائی جاتی ہیں۔ اور قرآنِ عظیم عطا فرما رکھا ہے۔ پس اپنی نظریں ان کے دنیاوی ساز و سامان کیطرف نہ ڈال۔ اسی طرح اے پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم آپکے لئے خدا کے پاس جو مہمانداری ہے اس کی نہ تو کوئی انتہا ہے نہ اس وقت کوئی اس کے بیان کی طاقت رکھتا ہے تجھے تیرا پروردگار اسقدر دے گا کہ تو راضی رضامند ہو جائے گا خدا کا دین بہتر اور باقی ہے۔ حضورؐ نے اپنی ازواجِ مطہرات سے ایلا کیا تھا۔ اور ایک بالاخانہ میں مقیم تھے۔ حضرت عمرؓ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ آپ ایک کھرے بوریئے پر لیٹے ہوئے ہیں۔ چمڑے کا ایک ٹکڑا ایک طرف رکھا ہوا تھا۔ اور کچھ مشکیں لٹک رہی تھیں یہ بے سرو سامانی کی حالت دیکھکر آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے حضورؐ نے دریافت کیا کہ کیسے رو دیئے؟ جواب دیا کہ حضور یہ ہیں قیصر و کسریٰ کسقدر عیش و عشرت میں ہیں۔ اور آپ باوجود ساری مخلوق میں سے خدا کے برگزیدہ ہونے کے کس حالت میں ہیں؟ آپ نے فرمایا اے خطابؓ کے بیٹے کیا اب تک تم شک میں ہی ہو؟ ان لوگوں کو اچھائیوں نے دنیا میں ہی جلدی کر لی ہے۔ پس رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم باوجود قدرت اور دسترس کے دنیا سے نہایت ہی بے رغبت تھے جو ہاتھ لگتا اسے راہِ للّٰہ دے دیتے۔ اور اپنے لئے ایک پیسہ بھی نہ اٹھا رکھتے۔ ابنِ ابی حاتم میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان موجود ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے تو تم پر سب سے زیادہ خوف اسوقت کا ہے کہ دنیا تمہارے قدموں میں اپنا تمام ساز و سامان ڈال دے گی۔ اپنی برکتیں تم پر الٹ دے گی الغرض کفار کو رونق زندگی صرف ان کی آزمائش کے لئے دی جاتی ہے۔ اپنے گھرانے کے لوگوں کو نماز کی تاکید کرو۔ تاکہ وہ عذابِ خدا سے بچ جائیں۔ خود بھی پابندی کے ساتھ اس کی ادائیگی کرو۔ اپنے آپ کو اور اپنی اہل و عیال کو جہنم سے بچا لو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰے عنہ کی عادت مبارک تھی کہ رات کو جب تہجد کے لئے اٹھتے تو اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے۔ اور اسی آیت کی تلاوت فرماتے ہم تجھ سے رزق کے طالب نہیں۔ نماز کی پابندی کرلو خدا ایسی جگہ سے روزی پہنچائے گا جو خواب و خیال میں بھی نہ ہو۔ اللہ تعالٰی پرہیزگاروں کے لئے نجات کر دیتا ہے۔ اور بے نشان و گمان جگہ سے روزی پہنچاتا ہے۔ تمام جنات اور انسان صرف عبادتِ خدا کے لئے ہی پیدا کئے گئے ہیں۔ رزاق اور زبردست قوتوں کا مالک اللہ تعالٰی ہی ہے۔ فرماتا ہے ہم خود تمام مخلوق کے روزی رساں ہیں۔ ہم تمہیں طلب کی تکلیف نہیں دیتے۔ حضرت ہشام کے والد صاحب جب امراء کے مکانوں پر جاتے اور ان کا ٹھاٹھ دیکھتے تو واپس اپنے مکان

پھر آپ اسی آیت کی تلاوت فرماتے۔ اور کہتے میرے کنبے والو۔ نماز کی حفاظت کرو۔ نماز کی پابندی کرو۔ اللہ تعالےٰ تم پر رحم فرمائے گا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب حضورؐ کو کوئی تنگی ہوتی۔ تو آپ گھر کے سب لوگوں کو فرماتے۔ اے میرے گھر والو۔ نمازیں پڑھو۔ نمازیں قائم رکھو۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا یہی طریقہ رہا ہے کہ اپنی ہر گھبراہٹ اور ہر کام کے وقت نماز شروع کر دیتے۔ ترمذی ابن ماجہ وغیرہ کی قدسی حدیث میں ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اے ابن آدم۔ میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا۔ میں تیرا سینہ امیری اور بے پرواہی سے پر کر دوں گا۔ تیری فقیری اور حاجت کو دور کر دوں گا۔ اور اگر تو نے یہ نہ کیا۔ تو میں تیرا دل اشغال سے بھر دوں گا۔ اور تیری فقیری بند ہی نہ کروں گا ابن ماجہ شریف میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جس نے اپنی تمام غور و فکر اور قصد و خیال کو اکٹھا کر کے آخرت کا خیال باندھ لیا۔ اور اسی میں مشغول ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ اسے دنیا کی تمام پریشانیوں سے محفوظ کر لے گا۔ اور جس نے دنیا کی فکریں پال لیں۔ یہاں کے غم مول لے لئے۔ اللہ کو اس کی مطلقاً پرواہ نہ رہے گی۔ خواہ کسی حیرانی میں ہلاک ہو جائے۔ اور روایت میں ہے کہ دنیا کے غموں میں ہی اس کی فکروں میں ہی گھلے جانے والے کے تمام کاموں میں خدا تعالےٰ پریشانیاں ڈال دے گا۔ اور اس کی فقیری اس کی آنکھوں کے سامنے کر دے گا۔ اور دنیا اتنی ہی ملے گی جتنی مقدر میں ہے اور جو اپنے دل کا مرکز آخرت کو بنائے گا۔ اپنی نیت وہی رکھے گا۔ اللہ تعالےٰ اسے ہر کام کا اطمینان نصیب فرما دے گا۔ اس کے دل کو سیر اور غنی بنا دے گا۔ اور دنیا اس کے قدموں کی ٹھوکروں میں آیا کرے گی پھر فرمایا دنیا آخرت میں نیک انجام پرہیزگار لوگ ہی ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ گویا ہم عقبہ بن رافع کے گھر میں ہیں۔ وہاں ہمارے سامنے ابن طالب کے باغ کی تر کھجوریں پیش کی گئی ہیں۔ میں نے اس کی تعبیر یہ لی ہے کہ دنیا میں بھی انجام کے لحاظ سے ہمارا ہی پلہ گراں رہے گا۔ اور بلندی اور اونچائی ہم کو ہی ملے گی۔ اور ہمارا دین پاک صاف طیب و طاہر کامل و مکمل ہے۔

وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي

اور وہ لوگ (عناداً) یوں کہتے ہیں کہ یہ (رسول) ہمارے پاس کوئی نشانی (اپنی نبوت کی) کیوں نہیں لاتے (جواب یہ ہے کہ) کیا ان کے پاس پہلی کتابوں

الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا

کے مضامین کا ظہور نہیں پہنچا۔ اور اگر ہم ان کو قبل قرآن آنے کے (سزائے کفر میں) کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یہ لوگ (بطور عذر کے)

رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ

یوں کہتے کہ اے ہمارے رب آپ نے ہمارے پاس کوئی رسول (دنیا میں) کیوں نہیں بھیجا تھا کہ ہم آپ کے احکام پر چلتے قبل اس کے کہ ہم (یہاں خود)

اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ

بے قدر ہوں اور دوسروں کی نگاہوں میں رسوا ہوں۔ آپ کہہ دیجئے کہ (ہم) انتظار کر رہے ہیں سو (چند روزے) اور انتظار کر لو اب عنقریب تم کو بھی

ع ٨ / ١٤ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾ ع

معلوم ہو جاوے گا کہ راہ راست والے کون ہیں اور وہ کون ہے جو منزل (مقصود تک) پہنچا۔

صحائف آسمان

کفار یہ بھی کہا کرتے تھے۔ کہ آخر کیا وجہ ہے کہ یہ نبی اپنی سچائی کا کوئی معجزہ ہمیں نہیں دکھاتے؟ جواب ملتا ہے کہ یہ ہے قرآن کریم جو اگلی کتابوں کی خبر کے مطابق اللہ تعالےٰ نے اپنے اس نبی امی پر اتارا ہے۔ جو نہ لکھنا جانیں نہ پڑھنا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دیکھ لو اس میں اگلے لوگوں کے حالات ہیں

اور بالکل ان کتابوں کے مطابق جو خدا کی طرف سے اس سے پہلے نازل شدہ ہیں قرآن ان سب کا نگہبان ہے چونکہ اگلی کتابیں کمی بیشی سے پاک نہیں رہیں اس لئے قرآن اترا ہے کہ ان کی صحت غیر صحت کو ممتاز کر دے۔ سورۂ عنکبوت میں کافروں کے اسی اعتراض کے جواب میں فرمایا قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ۔ یعنی کہدے کہ اللہ تعالےٰ رب العالمین ہر قسم کے معجزات کے ظاہر کرنے پر قادر ہے۔ میں تو صرف تنبیہ کرنے والا رسول ہوں۔ میرے قبضے میں کوئی معجزہ نہیں۔ لیکن کیا ان کے لئے یہ معجزہ کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر کتاب نازل فرمائی ہے جو ان کے سامنے برابر تلاوت کی جا رہی ہے جس میں ہر یقین والے کے لئے رحمت و عبرت ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم فرماتے ہیں ہر نبی کو ایسے معجزے ملے کہ انہیں دیکھ کر لوگ ان کی نبوت پر ایمان لے آئے۔ لیکن مجھے جیتا جاگتا زندہ اور ہمیشہ رہنے والا معجزہ دیا گیا ہے۔ یعنی اللہ کی یہ کتاب قرآن مجید جو بذریعہ وحی کے مجھ پر اتری ہے۔ پس مجھے اُمید ہے کہ قیامت کے دن تمام نبیوں کے تابعداروں سے میرے تابعدار زیادہ ہوں گے۔ یہ یاد رہے کہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ بیان ہوا ہے۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ آپ کے معجزے اور تھے ہی نہیں۔ علاوہ اس پاک اور معجز قرآن کے آپ کے ہاتھوں اس قدر معجزات سرزد ہوئے ہیں جو گنتی میں نہیں آ سکتے۔ لیکن ان تمام بے شمار معجزوں سے بڑھ چڑھ کر آپ کا سب سے اعلیٰ معجزہ یہ قرآن کریم ہے۔ اگر اس محترم ختم المرسلین آخری پیغمبر علیہ السلام کو بھیجنے سے پہلے ہی ہم ان نہ ماننے والوں کو اپنے عذاب سے ہلاک کر دیتے تو ان کا یہ عذر باقی رہ جاتا کہ اگر ہمارے سامنے کوئی پیغمبر آتا۔ کوئی وحی خداوندی نازل ہوتی تو ہم ضرور اس پر ایمان لاتے۔ اور اس کی تابعداری اور حکم برداری میں لگ جاتے۔ اور ذلت و رسوائی سے بچ جاتے۔ اس لئے ہم نے ان کا یہ عذر بھی کاٹ دیا۔ رسول بھیج دیا۔ کتاب نازل فرما دی۔ انہیں ایمان نصیب نہ ہوا۔ عذابوں کے مستحق بن گئے۔ اور عذر بھی دور ہو گئے۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ ایک کیا ہزاروں آیتیں اور نشانات دیکھکر بھی انہیں ایمان نہیں آئیگا۔ ہاں جب عذابوں کو اپنی آنکھوں دیکھ لیں گے اسوقت ایمان لائیں گے۔ لیکن وہ محض بیسود ہے جیسے فرمان ہے۔ ہم نے یہ پاک اور بہتر کتاب نازل فرما دی ہے جو بابرکت ہے۔ تم اسے مان لو۔ اور اس کی حکمبرداری کرو۔ تو تم پر رحم کیا جائے گا۔ یہی مضمون آیت وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ الخ میں ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول کی آمد پر ہم مؤمن بن جائیں گے معجزہ دیکھ کر ایمان قبول کر لیں گے۔ لیکن ہم ان کی سرشت سے واقف ہیں یہ تمام آیتیں دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں گے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کافروں سے کہدیجئے کہ ادھر ہم اُدھر تم منتظر ہیں۔ ابھی حال کھل جائے گا۔ کہ راہ مستقیم پر کون ہے؟ حق کی طرف کون چل رہا ہے؟ عذابوں کو دیکھتے ہی آنکھیں کھل جائیں گی۔ اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ کون گمراہی میں مبتلا تھا گھبراؤ نہیں ابھی ابھی جان لوگے کہ کذاب شریر کون تھا؟ یقیناً مسلمان راہِ راست پر ہیں اور غیر مسلم اس سے ہٹے ہوئے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اردو تفسیر ابن کثیر کا سولہواں پارہ ختم ہوا۔